

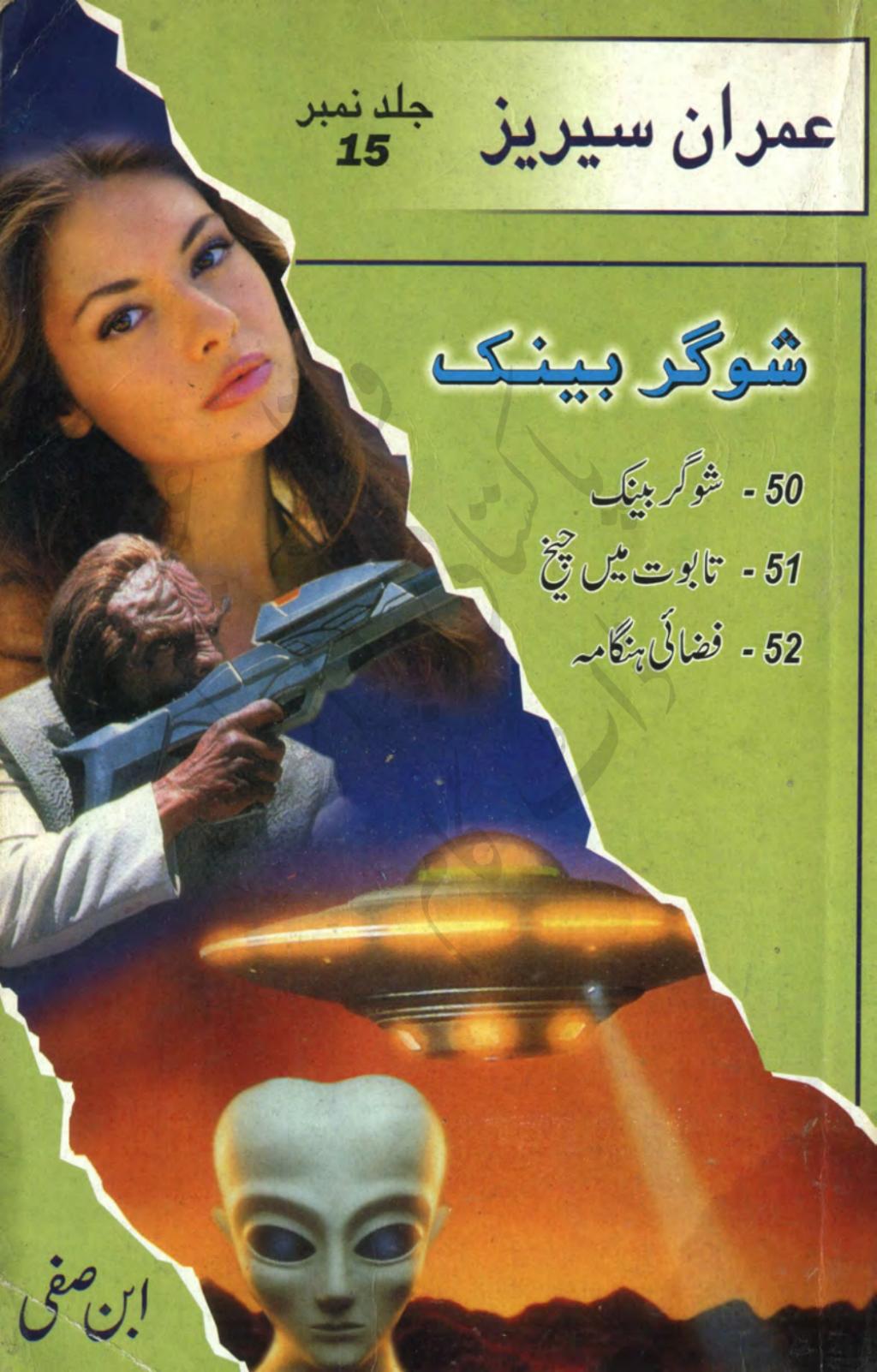
عمران سیریز جلد نمبر 15

## شوگر بینک

50 - شوگر بینک

51 - تابوت میں چیخ

52 - فضائی ہنگامہ



ابن صofi

## برسی اور بے حسی

نجانے اکثر لوگ اس بات کا اعتراض کیوں نہیں کرتے کہ انہیں پڑھنے لکھنے کی طرف راغب کرنے میں وہ شخص سنگ میل کی سی حیثیت رکھتا ہے؟

مجھے تو اعتراف ہے کہ گھر یلو ما جوں کے علاوہ ”پڑھنے“ کے شوق میں شدت پیدا کرنے بلکہ گھنٹوں کے حساب سے بے تکان پڑھتے چلے جانے کی عادت اسی آدمی کی عطا ہے جس کی نشر جیسی نشر کوئی دوسرا نہ لکھ سکا اور اس جیسے ”کردار“.... تو شاید آئندہ صدیوں تک کوئی اس کا تصور بھی نہ کر سکے۔

نو جوانی بہت پیچھے رہ گئی..... جوانی بھی خراب ہوتی جا رہی ہے..... موضوعات اور ان کی ترجیحات مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہیں لیکن کریل فریدی اور کیپن حمید سے لے کر عمران سیریز کے عمران اور جو لیانا فٹنر واٹر تک آج بھی حقیقی کرداروں کی طرح میری آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔

میں عظیم تخلیق کار اور اپنے فن کے امام مرحوم ابن صفی کے بارے میں بات کر رہا ہوں جو برطانیہ میں ہوتا تو اسے ”سر“ کا خطاب ملتا لیکن یہاں ؟؟؟ عوام نا شکرے اور حکمران اول تو کامیاب اگریز ہوتے ہیں جنہیں اردو کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا، یا اتنے ماٹھے ہوتے ہیں کہ پڑھائی ان کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں ہوتی۔

معروف کالم نگار جناب حسن نثار نے یہ مضمون اپنے کالم ”چوراہا“ میں ابن صفی مرحوم کی برسی پر لکھا۔ جو روزنامہ جنگ لاہور کی 26 جولائی 2000ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔ جس سے ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

یہ جناب حسن نثار کا ابن صفی کو خراج عقیدت اور ادب کے نام نہاد ”بڑوں“ پر طنز بھی ہے جو ابن صفی کو ادب میں ان کا جائز مقام دینے کے لئے تیار نہیں۔

ابن صفی کی وفات کو دو دھائیاں ہونے کو ہیں مگر وہ آج بھی اپنے چاہنے والوں کے دللوں میں بسترے ہیں اور ان کی تحریریں اسی ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

بھی کر اچی پہنچ گیا جہاں اس نے ”اسرار پلی کیشنز“ کی بنیاد رکھی۔ ابن صفائی بنیادی طور پر پیشہ دراستاد تھا جس نے فنش مغربی جاسوسی ادب کی بیلغار کو چینچ کے طور پر قبول کرتے ہوئے اپنے مشن کا آغاز کیا اور اس میں بے مثال کامیابی حاصل کی۔ کام کے بے پناہ دباؤ کے باعث 60ء سے 63ء تک ابن صفائی شیزو فرینیا جیسے دماغی مرض کا شکار ہو گیا تو مارکیٹ میں دو نمبر صفیوں کی بھرمار ہو گئی۔ لیکن 1963ء میں صحت یاب ہو کر جب ابن صفائی واپس آیا تو بر صیر میں تہلکہ مچل گیا تھا اور ”چھا“ ملگرانہ ہو.... اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے جیسے ابن صفائی کو جو دنیا کی تیری بڑی زبان اردو میں جاسوسی ادب کے حوالے سے ایک جیسیں تھا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں ریڈرز کے دلوں میں بستا تھا۔ بہت ہی کم لوگوں کو اتنے ذوق و شوق سے پڑھا گیا جس محبت سے دنیا ابن صفائی کی نئی کتاب کا انتظار کرتی تھی۔ یہ ان زمانوں کی بات ہے جب ”آنہ لا بہریاں“ قصبوں میں قائم تھیں اور ابن صفائی کی وجہ سے آباد بھی۔

بے شمار زبانوں میں ترجمہ ہو چکے... ان گنت لوگوں کے محبوب ترین مصنف اور لا تعداد مقبول ترین کہانیوں کے خالق کو حکومتوں نے بھی فراموش کیا اور لوگوں نے بھی کہ ایسے بے حس معاشروں میں ایسے جینوں کے ساتھ ایسا کچھ ہی ہوتا ہے۔

میری گزارش ہے کہ جس کسی نے ابن صفائی کو پڑھا ہو.... ان کی درجات کی بلندی کے لئے دعا کرے۔

”آسمان تیری لحد پہ شبتم افشاںی کرے۔“

ابن صفائی صاحب! آپ ان گنت دلوں اور دماغوں میں آج بھی زندہ ہیں اور اگر آپ نہ ہوتے تو شاید میرے اندر پڑھنے اور پھر لکھنے کا شوق پر وان نہ چڑھتا اور آج میں اس لائق بھی نہ ہوتا کہ آپ کو یہ حیر ساخراج تھیں پیش کر سکوں۔

26 جولائی کو ابن صفائی مرحوم کی بر سی بھی ایسے ہی گزر جائے گی جیسے جینوں لوگوں کی بر سیاں گزر جاتی ہیں کہ بر سیاں صرف دو قلم کے لوگوں کی منانے کا رواج ہے۔ اول ان کی جن کی بری فیش، رواج یا ضرورت بن جائے۔ دوم ان کی جن کا کوئی والی و ارث موجود ہو یا جنمیں زندگی میں تعلقات عامہ کے فن سے خصوصی لگاؤ رہا ہو.... جس گوشہ نشین نے صرف کام کیا ہو جس کی کوئی لابی نہ ہو اور جس کا ”چھا“ ملگرانہ ہو.... اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے جیسے ابن صفائی کو جو دنیا کی تیری بڑی زبان اردو میں جاسوسی ادب کے حوالے سے ایک جیسیں تھا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں ریڈرز کے دلوں میں بستا تھا۔ بہت ہی کم لوگوں کو اتنے ذوق و شوق سے پڑھا گیا جس محبت سے دنیا ابن صفائی کی نئی کتاب کا انتظار کرتی تھی۔ یہ ان زمانوں کی بات ہے جب ”آنہ لا بہریاں“ قصبوں میں قائم تھیں اور ابن صفائی کی وجہ سے آباد بھی۔

اپریل 1928ء کو ڈسٹرکٹ الہ آباد کے گاؤں نارا میں صفائی اللہ اور نوزیرہ بی بی کے گھر پیدا ہونے والے اسرار احمد نے جو بعد ازاں ابن صفائی کے نام سے محبوب و مقبول ہوا.... آگرہ یونیورسٹی سے گرجو یونیورسٹی کی۔ تحریک آزادی میں اس کی گرفتاری کے لئے چھاپے پڑتے رہے۔ 50ء کی دہائی میں اس نے اپنی شہر آفاق ”جاسوسی دنیا“ کا آغاز کیا اور شاید ان وقتیں میں اس سے بہتر، ثابت اور سنتی تفریخ کا کوئی اور ذریعہ ممکن ہی نہ تھا۔

پاکستان بننے کے چند سال بعد اپنے والد کے پیچے پیچھے ابن صفائی

## شوگر بینک

(پہلا حصہ)

پیشہ رس

”شوگر بینک“ حاضر ہے!

اس اتفاق کو کیا کہا جائے کہ جاسوسی دنیا کا سواں ناول اور عمران کا پچاسواں ناول یکے بعد دیگرے لکھنے پڑے۔ جاسوسی دنیا کا ضمنی ناول ”دیو پیکر درندہ“ ذہنوں کی تبدیلی کے ”امکانات“ پر لکھا گیا تھا۔ بعض پڑھنے والوں کو یہ چیز ”ظلسم ہوش ربا“ معلوم ہوئی۔ کہانیاں لکھنے والے کسی موضوع پر احتارثی نہیں ہوا کرتے، ان کا کام محض امکانات کا جائزہ لینتا ہے!

آج جب کہ ایک مردہ آدمی کی آنکھیں کسی نابینا کو روشنی بخش سکتی ہیں تو اسے بھی ناممکن نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک ذہن اپنے تمام تر تجربات سمیت کسی دوسرے جسم میں منتقل کیا جاسکے۔ سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے میں نے ”طوفان کا اغوا“ نامی ناول میں ”فولادی“ پیش کیا تھا۔

ابھی حال ہی میں روس سے خبر آئی ہے کہ وہاں ”فولادی“ تخلیق کر لیا گیا۔ وہ نہ صرف ٹریک کنٹرول کرتا ہے بلکہ خلاف ورزیوں پر چالان بھی کر دیتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے کا طریقہ

بھی وہی ہے جو میں نے لکھا تھا۔

حاشا و کلا..... میں روس والوں پر چوری کا الزام نہیں عائد کرنا چاہتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی خیال بیک وقت ایک سائنسٹ اور کہانی کار کے ذہن میں جنم لے سکتا ہے۔ کہانی کار قلمی تصویر بنتا ہے، اور سائنسٹ اسے جنتی جاگتی دنیا میں مادی شکل دے دیتا ہے!۔

ہوائی جہاز کے عالم وجود میں آنے سے تمیں سال قبل ایج۔ جی ویز نے ایک پرواز کرنے والی مشین کا تذکرہ اپنے ایک ناول میں کیا تھا۔ ٹھیک تمیں سال بعد ہوائی جہاز اسی شکل میں پرواز کرتا نظر آیا۔ ”شوگر بینک“ میں اشیٰ اور سُختی تو انائی کے حیرت انگیز کرشے ملاحظہ فرمائیے۔ ایک بار پھر گزارش ہے کہ اس ”طلسم ہوشربا“ کی فرماش بہت عرصہ سے کی جاتی رہی تھی۔ بعض حضرات نے دھمکی دی تھی کہ اگر عمران کا گولڈن جویلی نمبر اس موضوع پر نہ ہوا تو وہ میری کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

## ابنِ صفحہ

دھوئیں کا بادل پہاڑ کی چوٹی سے اٹھا اور وہ سب اپنے گھروں سے نکل کر دوڑ پڑے....  
یہ چھوٹا سا گاؤں سرال کے پہاڑی سلسلے کے دامن میں واقع تھا۔ شمال کی طرف اونچے اونچے سربرز پہاڑ تھے!۔

اور جنوب میں ایک چھوٹی سی ندی مشرق سے مغرب کی طرف بہتی تھی! علاقہ سربرز تھا۔ ندی کے کنارے دور تک گیہوں کے کھیت لہلاتے تھے۔ ندی میں ماہی گیری بھی ہوتی تھی۔ گاؤں کے لوگ خوشال تھے! کئی گھرانے ایسے بھی تھے جن کے بچے شہر میں تعلیم پاتے تھے! انہیں میں راجیل بھی تھا۔ باہمیں تھیں سال کا خوش و نوجوان تھا۔ کھوئی کھوئی سی آنکھوں اور ستوال ناک والا، ہونٹ پتلے اور جبڑے بھاری تھے! انکھوں کو کرتے وقت آنکھوں میں خاص قسم کی چمک پیدا ہوتی تھی! اتنہاً پسند اور کم گو تھا۔ شہر سے آتا تو پہاڑیوں میں تنہا بھکلتا پھرتا!۔

سب سے پہلے اُسی نے وہ دھوائیں پہاڑ کی چوٹی سے نکلتے دیکھا تھا۔ دھوئیں کے چھوٹے چھوٹے مرغوں لے چوٹی سے نکل کر فضائیں اپنا جنم بڑھاتے اور ایک بہت ہی واضح تصویر بن جاتی۔ ایسا لگتا جیسے کوئی عورت بیٹھی ستار بجارتی ہو۔

ہر تیسرے چوتھے دن ایسا ضرور ہوتا..... پہلے پہل راجیل نے جب یہ دھوائیں دیکھا تو سخت غائف ہوا تھا۔ جغرافیہ کا طالب علم تھا۔ سمجھا شاید یہاں آتش فشاں چھٹنے والا ہے! اس کی اطلاع ندی کے پار ریلوے اسٹیشن تک پہنچا تھی۔ اور اسٹیشن ماسٹر نے اس خبر کو آگے بڑھا دیا تھا۔ جیا لو جیکل سروے کرنے والی ایک ٹیم تیسرے ہی دن وہاں پہنچ گئی تھی اور آس پاس کا

فضائل اور ارضی جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ گاؤں والوں کا وہم بھی ہو سکتا ہے! یا پھر انہوں نے بادلوں کو دھوائی سمجھ لیا ہو گا۔

آتش نشان کے آثار نہیں ملے تھے....!

دو تین دن بعد پھر انہوں نے چوٹی سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے! اور دیکھتے ہی دیکھتے ویسی ہی تصویر بن گئی!

بعد میں راحیل نے لوگوں کو بتایا کہ اُس نے تو ستار کی آواز بھی سنی تھی! گاؤں کے لوگوں کی دل چھپی بڑھتی رہی! انہیں ابھی تک اُس عجیب و غریب علامت سے کوئی نقصان تو پہنچا نہیں تھا۔ اس لئے اس سے خائف ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی!

راحیل خواب دیکھنے والے نوجوانوں میں سے تھا۔ اُس کی قوت مبتلا اُس دخانی ہیولے کو طرح طرح کے رنگ دیتی! اُسے قدیم رومانی کہانیوں سے دلچسپی تھی! خصوصیت سے رائیڈر ہیگڑہ کے نادل اُسے بہت پسند تھے۔

ایک دن اُسے یاد آیا کہ اُس کے دادا کے کباڑخانے میں بھانت بھانت کی چیزوں کے علاوہ ایک دوڑیں بھی موجود ہے! اُس نے اُسے نکال کر صفائی کرنے کے بعد بہت احتیاط سے سوت کیس میں رکھ دیا اور منتظر رہا کہ دھوئیں کی تصویر پھر سامنے والے پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہو۔

سار اسار ادون عینکلی لگائے چوٹی کی طرف دیکھتا رہتا۔

بھی سوچتا وہ یقیناً کوئی بے چین روح ہے! اور اُسے رائیڈر ہیگڑہ کے بعض کردار یاد آنے لگتے جو عالم ارواح سے عام اجسام میں آکر اپنے متعلقین کو اپنی یہ اسر ارجح حکلیاں دکھلایا کرتے تھے اور اُسے وہ عورت بھی یاد آئی جو ہزاروں سال سے زندہ اور جوان تھی وہ جو اپنے محبوب کی تلاش میں ہر زمانے میں ہٹکتی پھرتی تھی۔

آج یہی ہی دھوئیں کے مرغولے چوٹی سے اٹھنے شروع ہوئے اور لوگ تو گھروں سے نکل کر اُسی سمت دوڑپے لیکن راحیل وہیں ایک درخت کے تنے سے نکل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دوڑیں اس کے ہاتھوں میں تھی....!

جب دھوئیں کے مرغولے ستار بھاتی ہوئی عورت کے ہیولے کی ٹکل اختیار کر چکے تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دوڑیں اوپر اٹھائیں اس کے شیشے ایڈ جست کے اور دھوئیں کے

ہیولے پر نظر جادی۔

مل کھاتے ہوئے دھوئیں کی دھنڈی چادر میں کوئی تحرک چیز دکھائی دی، دل کی دھڑکن بڑھ گئی!

ستار ہی تھا..... قچیچی کا ستار.... اُس عورت کی شکل دھنڈی تھی، اور دھوئیں کے مرغولے اس ترتیب کے ساتھ اس کے گرد پھیلتے چلے گئے تھے کہ ایک بڑی تصویر بن گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنی بہت بڑی پر چھائیں کے پیش مظہر میں نیچی ستار بجارتی ہو۔ اسٹنڈک کے باوجود بھی راحیل کی پیشانی پر پہنچنے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔ دل اُسے اپنی کھوپڑی میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

دوسری بار اُس نے دوڑیں اٹھائی اور پھر اُسے دیکھنے لگا۔ زبان خشک ہو کر تانو سے لگ گئی تھی۔ وہ اُسے دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ دھوئیں کی تصویر فضائیں تخلیل ہو گئی۔

اب چوٹی پر کچھ بھی نہیں تھا لیکن راحیل دوڑیں آنکھوں ہی سے لگائے رہا۔۔۔۔۔ الوگ گھروں کی طرف واپس ہونے لگے۔۔۔۔۔

دو ایک اُس کے قریب بھی رکے لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ دوڑیں بدستور آنکھوں ہی سے لگی رہی! پھر کسی نے اُس کا شانہ جھنجوراً تھا اور وہ اس طرح چونک پڑا تھا جیسے ابھی تک گھری نیند سوتا رہا ہو۔ اُس نے اس کے ہاتھ سے دوڑیں دیکھ کر بات کو آگے بڑھانے کی کوشش کی تھی! لیکن راحیل نے اُسے کچھ نہیں بتایا! کسی کو بھی نہیں بتایا کہ اُس نے دوڑیں سے کیا دیکھا تھا۔

جب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو وہ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ راستہ اس کا جانا پہچانا تھا۔ بچپن ہی سے ان پہاڑیوں میں گھومتا پھر تا آیا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اچانک اُسے خیال آیا کہ وہ کیوں اس خط میں متلا ہو گیا ہے! کچھ دیر کھڑا اپنے ذہن کو پڑھنے کی کوشش کر تاہم پھر لاپرواںی سے شانے جھٹکائے اور آگے چل پڑا۔۔۔۔۔

پہاڑیاں سنان پڑی تھیں وہ اس چوٹی کی سیدھ میں چلتا رہا۔ ایک جگہ پھر زکا۔ دوڑیں اوپر اٹھائیں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ چوٹی پہلے ہی کی طرح سنان تھی....!

آخر وہ اُس چوٹی تک پہنچ کیسے سکے گا۔ اُس نے سوچا۔ یہیلی کو پھر لوں کے ذریعے اس کا سروے ہوا تھا۔ گاؤں والوں نے اوپر پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہے تھے!

اس نے ایک طویل سانس لی اور سوچا ضروری نہیں کہ وہ بھی دوسروں کی طرح ناکامی کا منہ دیکھے! ہو سکتا ہے کہیں نہ کہیں کوئی ایسا راستہ موجود ہی ہو جو اُسے چوٹی تک پہنچا دے!۔

وہ آگے بڑھتا رہا... دفعتہ تیز ہوا کے جھکڑ چلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ بادلوں کے پرے پہاڑیوں کی دوسری طرف سے امنڈ پڑے تھے۔ ہوا بہت خلک اور نم آسود تھی!

راہیل نے مژ کر دیکھا۔ وہ گاؤں سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر وہ پوری قوت سے دوڑنا شروع کرے تو بھی گاؤں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور بارش آ لے گی۔ وہ اس قسم کی ہواوں اور بادلوں کے پارے میں جانتا تھا لہذا اُس نے سوچا کہ بارش سے محفوظ رہنے کے لئے وہیں کہیں کوئی پناہ گاہ تلاش کرنی چاہئے۔

وہ اطراف کے غاروں اور کھنڈروں سے واقف تھا۔ پہنچنے سے اب تک انہیں پہاڑوں میں بھکلتا آیا تھا۔ جلد ہی وہ ایک غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ان پہاڑوں میں زہر لیلے کیڑے کوڑے نہیں پائے جاتے۔ اس نے مطمئن تھا کہ وہاں شب بسری بھی ممکن ہو گی۔

جھکڑوں کے ساتھ آنے والے بادل بہت برستے تھے! اور کئی ذنوں تک بارش کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پیا تھا کہ بہت تیزی سے بڑی بڑی بوندیں آ گئیں!

دن کے پارہ بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سورج غروب ہو چکا ہو.... اور یہ اندر ہیرا بڑھتا ہی جا رہا تھا.... بارش تیز ہو گئی....! کونے کی لپک ایسی لگتی تھی جیسے پہاڑوں کو رینہ رینہ کر کے رکھ دے گی۔ بادلوں کی گرج سے راہیل کو غار چھین گانا تا سامسوس ہوتا تھا۔

وہ خائف نہیں تھا....! اُس کے لئے خوف کی بات ہی کیا تھی.... پہنچنے سے اب تک سینکڑوں بار ایسی بارشوں اور ان پہاڑیوں سے دوچار ہو چکا تھا!

ایک بار تو پہاڑیوں کے اس پارو والے جنگل میں پھنس گیا تھا۔ دو دن تک وہیں رہا تھا۔ وہاں تو حشرات الارض اور جنگلی جانوروں کا بھی خوف ہونا چاہئے تھا لیکن اُس نے بڑی پارادی سے دو دن اور دو راتیں گزار دی تھیں اور پھر واپسی پر گھر والوں نے اُسے صحیح سلامت دیکھ کر خاصی

پہلی بھی کی تھی لیکن وہ اپنی افتاد طبع پر قابو نہ پاس کا تھا۔ گھونٹے پھرنے کی خواہش اسے سرگردانی رکھتی تھی!

اُس وقت تو اُسے اس کی بھی فکر نہیں تھی کہ اگر رات یہیں بس کرنی پڑی تو کھائے گا کیا.... پچھلی بار جب وہ دوسری طرف کے جنگلوں میں جا پھنسا تھا تو اُس کے ساتھ کم از کم دن بھر کا کھانا اور پانی تو تھا تھی۔ بارش کا زور بڑھتا ہی رہا۔ اُس نے ایک طویل انگڑائی لی اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر کا ایک پتھر سے نک گیا!

پہنچنے نہیں کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آج کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ وہ غار کے دہانے کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ بس اسی حد تک سایہ چاہتا تھا کہ بارش سے محفوظ بھی رہے اور کونے کی لپکیں بھی اُسے نظر آتی رہیں! بجلی کی لہریں اُسے بڑی حسین لگتی تھیں! اور پھر ان کے بعد جب گرج سنائی دیتی تھی تو اُسے عجیب طرح کی طمانیت محسوس ہوتی تھی!

کچھ عجیب قسم کا ذہن تھا اس کا....! آہستہ آہستہ اُس پر غنوٹی طاری ہوتی رہی! اور پھر وہ گھری نیند سو گیا۔ اتنی دیر میں اس کا ذہن بادلوں کی گرج اور بارش کے شور کا عادی ہو چکا تھا!

پہنچنے نہیں کب تک سوتا رہا۔

پھر نیند یو نہیں نہیں ٹوٹی تھی۔ کسی نے اُسے چھنجوڑا تھا۔ بالکل کالموں کے سے انداز میں جا گا کچھ دیر آنکھیں بند کئے ہی بیٹھا جھومتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اُس کے بعد تو ایک جھیٹکے ہی کے ساتھ ذہن پوری طرح بیدار ہوا تھا۔

”بندر....!“ راہیل تھجرا انداز میں بربادیا۔

وہ ایک بندر ہی تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر.... اُس کے ہاتھوں میں دو بوتلیں تھیں، ایک بوتل سے وہ کچھ پی بھی رہا تھا!

دوسری بوتل اُس نے راہیل کی طرف بڑھائی....!

غیر ارادی طور پر راہیل کا ہاتھ بھی آگے بڑھا تھا اور اُس نے وہ بوتل کپڑی تھی!

”ند اکی پناہ....!“ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

وہ بیسرا کی سر بکھر بوتل تھی! اُس نے بندر کی طرف دیکھا! اُس کے ہاتھ والی بوتل بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ بندر بیسرا کی رہا تھا اس نے ایک گھونٹ لے کر راہیل کو بھی پینے کا اشتارہ کیا۔

بہر حال اس نے سگریٹ سلاک کر دو تین گھرے گھرے کش لئے اور بیز کی بوتل کا جائزہ لینے  
ا... سر بہر بوتل اب بھی اس کے قریب ہی رکھی ہوئی تھی!

دفعہ اس نے بندر کے خو خیانے کی آواز سنی اور بے ساختہ دائیں جانب مڑا... بندر پھر  
وجود تھا...!

”خدائی پناہ...!“ راحیل کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا...  
اس بار بندر کے ہاتھ میں ایک بڑی سی نارچ تھی!

اچانک راحیل کو خیال آیا۔ کہیں اس کا مالک یاد رہنے پڑ گیا ہو... اور وہ اُسے اُس تک لے جانا  
ہتا ہو...! بندر نے ہاتھ اٹھا کر غار کے تاریک حصے کی طرف اشارہ کیا تھا!

”اچھا بیٹا۔“ وہ اٹھتا ہوا سر ہلا کر بولا۔ ”میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں... چلو!“

بندر نے نارچ کا میڈن دبا کر روشنی کی اور اس کا رخ تاریک گوشے کی طرف کر دیا...!  
وہ بالکل کسی آدمی کی طرح راحیل کو راستہ دکھاتا ہوا چل رہا تھا۔ غار در غار کا سماں نظر آتا  
ہا!

آخر کار وہ اُسے ایک صاف ستری جگہ لایا... یہاں ایسا سامان نظر آیا جو روزمرہ کی  
روزیات زندگی سے تعلق رکھتا تھا...

لیکن بندر کے علاوہ اور کوئی دکھائی نہ دیا۔ بندر نے نارچ اُسے تھماں اور خود ایک گوشے میں  
لا گیا۔ راحیل نے نارچ کا رخ اسی کی طرف کر رکھا تھا!

بندر نے دیا سلائی جلا کر دو موسم بتیاں روشن کر دیں جو ایک پتھر پر جمی ہوئی تھیں...!  
پھر راحیل کے قریب آکر نارچ اُس سے واپس لے لی...!

”اوے خدائی خوار تیر امالک کہاں ہے؟“ راحیل نے آئکھیں پھیلا کر کہا۔ لیکن بندر اُس کی  
رف توجہ دیے بغیر پاپ میں تمباکو بھرنے لگا!

”اوپر فیسر۔ اتیر امالک کہاں ہے... میں پوچھتا ہوں...!“

بندر نے پاپ سلاک کر دو تین کش لئے اور نیم واں گھوں سے راحیل کی طرف دیکھنے لگا!  
”اڑے کوئی ہے یہاں...؟“ راحیل نے بلند آواز میں کہا اور صرف بازگشت ہی سنی... وہ  
بوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر وہاں رکھے ہوئے سامان کا جائزہ لینے لگا!

انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی آدمی نے دوسرے کو اشارہ کیا ہو۔

”اے پیٹو بھی سوچ کیا رہے ہو....!“

”آبے واہ...!“ راحیل ہنس پڑا... پھر چونکا ان اطراف میں تو اس نے بندر کبھی نہیں  
دیکھے تھے! دوسری طرف کے جنگلوں میں بھی بنروں کا نام و شان تک نہیں تھا۔

اور پھر گولڈن ایگل کی بو تلیں...!

راجیل اٹھ کھڑا ہوا لیکن بندر اس کے اس روایے سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا جیسے پہلے کھڑا تھا۔

اسی طرح کھڑا رہا۔

”اوہ...!“ دفعہ ایک تفصیلی انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”یہ بات ہے! تم کسی شکاری کے پالتو  
معلوم ہوتے ہو!“

بندر اپنی بوتل سے گھونٹ گھونٹ لیتا رہا۔

راحیل سوچ رہا تھا کہ یہ کسی شکاری ہی کا تربیت یافتہ بندر ہو سکتا ہے، ممکن ہے بعض  
شکاریوں نے بھی بارش سے بچنے کے لئے آس پاس کے کسی دوسرے غار میں پناہی ہو۔

”تم اپنے مالکوں کی بیز ضائع کرتے پھر رہے ہو!“ وہ بندر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔  
بندر چھلانگ میں مارتا ہوا غاز کے اندر ہیرے میں گم ہو گیا۔

”ابے اور رکھاں؟ جان دینی ہے۔“ راحیل چیختا رہا۔

راحیل جانتا تھا کہ ان غاروں میں بعض جگہوں پر کنوں جیسی گہرائیاں بھی موجود ہیں۔  
مفت میں ضائع ہوا تا تربیت یافتہ بندر... وہ سوچتا رہا... روشنی کے بغیر وہ بھی غار کے

تاریک حصے کی طرف بڑھنے کی بہت نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ایک اسے یاد آیا کہ بندر بھی ہوا نہیں تھا... اگر وہ باہر سے آیا ہوتا تو اس کا بھیگ  
جانا نہیں تھا... بارش کا انداز بیڑا تھا کہ اس کے سونے کے دوران میں بھی وہ ایک پل کے لئے  
نہ رکی ہو گی...!

اوہ تو کیا وہ غار کے کسی تاریک گوشے ہی سے آیا تھا۔ راحیل نے تمہارے انداز میں جلدی  
جلدی پلکیں جھپکائیں اور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

صرف ایک ہی سگریٹ باقی تھا! اس نے سوچا پتہ نہیں کہ تک وہیں قیام کرنا پڑے۔

ڈبوں میں محفوظ کئے ہوئے پھل.... ٹن کر..... بیر کی بوتلیں..... تمباکو کے کمی ڈبے اور تو اور کچھ کتابیں بھی تھیں۔!

راجیل نے سوچا ممکن ہے اس کے مالک کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو.....!

اس نے کتابوں میں سے ایک اٹھائی۔ وہ اس کے اوراق اٹھی رہا تھا کہ بندر نے اس سے وہ کتاب چھین لی اور کتابوں کے ڈھیر سے دوسری کتاب نکال کر اس کی طرف بڑھا۔

”اچھا... اچھا...!“ راجیل سر ہلا کر بولا۔ ”میں نایاب تھا۔ اس کتاب کے لئے...!“

یہ کتاب موسمیات کے موضوع پر تھی۔

بندر نے پھر نارنج سنجالی اور راجیل کو غار کے دہانے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

”کیوں انکل! اب کیا راوے ہیں؟“

راجیل دوبارہ اس کے ساتھ چل پڑا۔ غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر بندر نے کتاب راجیل کے ہاتھ سے لے لی اور اس کے صفحات اس طرح لٹلنے لگا جیسے کسی خاص موضوع کی تلاش ہو۔

بادلوں کے باب پر رُک گیا۔ راجیل بڑے غور سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا۔

دفتہ بندر نے آسان کی طرف ہاتھ اٹھا کر پھر راجیل کی توجہ کتاب کی طرف مبذول کرائی۔ اور صفحے پر ایک جگہ انگلی رکھ دی۔

راجیل نے جھک کر غور سے دیکھا۔

بندر عبارت پر سطہ انگلی رکھ رہا تھا۔

“Cumulonimbus (cb) heavy masses of cloud with great vertical development whose summits, rise like mountains, towers or anoles. They are accompanied by sharp showers, squalls, thunder, storm and sometimes hail.....”

راجیل کبھی جھرت سے بندر کی طرف دیکھتا اور کبھی کتاب کی اس عبارت کی طرف۔

یہ بارش ”کیو مولو نہیں“ ہی قسم کے بادلوں سے ہو رہی تھی۔ راجیل ان کے بارے میں

جانتا تھا اور ان بادلوں کو وہ اپنی آسانی کے لئے ”لومبا“ کے نام سے یاد رکھتا تھا۔ جب بھی ان بادلوں کا دھیان آناسب سے پہلے ”لومبا“ ہی اس کے ذہن میں ابھرتا اور یہ نام ”کیو مولو نہیں“ ”لومبا“ ہی کے سہارے اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکتا۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور بندر کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ پھر مُسکرا کر بولا۔ ”اگر مجھے دادی اماں کی سنائی ہوئی کہانیوں پر یقین ہوتا تو میں ابھی تر سے گرتا اور بے ہوش ہو جاتا۔!“

بندر نے پھر غار کے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہاں پہنچ کر دوبارہ اُسے بیزٹ کی بوتل پیش کی اور بچلوں کا ایک ڈبہ ٹن کرٹ سیت اٹھالا۔

”تمہاری اس میزبانی کا شکریہ، بھوک لگ رہی ہے۔ پھل کھالوں گا۔... بیزٹ نہیں پیتا۔“

بندر پھر اپنے پاپ سے شغل کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد راجیل پھر بولا ”تمہارا علم اور تمہاری یادداشت کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا کیونکہ میں ان بادلوں کو ”لومبا“ کے نام سے یاد رکھتا ہوں۔!“

بندر سے جواب کی توقع تو نہیں کی جاسکتی بس وہ خود ہی احتمتوں کی طرح اسی قسم کی اوت پلائیں کرتا رہا تھا۔

بندر نے پھر اشارہ کیا کہ وہ ٹن کاٹ کر اپنے لئے پھل نکالے۔ لیکن راجیل نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ آخر بندر نے خود ہی اٹھ کر ٹن کرٹ سنجال لیا!

”او بھائی...!“ راجیل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے کہ تم میسٹریا لو جست ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ تم نے کلمہ پڑھ کر اپنے ہاتھ پاک کئے ہوں۔ لاو... لاو... ادھر لاو!“

اس نے ٹن کرٹ اور ڈبہ اس کے ہاتھ سے لے لئے۔ ٹن کاٹ کر سیب کے ٹکڑے نکالے اور بندر کا شکریہ ادا کر کے کھانے لگا۔

بندر جلتے ہوئے پاپ کی راکھ جھاز رہا تھا۔...

بندر اب کتابوں کے ڈھیر کو اتنے پلٹنے لگا تھا۔ اس نے اس میں سے ایک لمبا لفافہ نکالا۔ کچھ دیر تک اس پر نظر جمانے ہوئے جلدی جلدی پلکیں بچپا تارہ پھر راجیل کی طرف بڑھ کر لفافہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔

لفافہ سر بہر تھا اور اس پر تحریر تھا۔

”اس کے نام جسے یہ دیا جائے!“  
راجیل نے لفاظ چاک کر ڈالا!  
اس کے اندر ایک پرچہ تھا۔ جس پر تحریر تھا۔  
”محترم!“

میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ براہ کرم اس بندروں کے وارث تک پہنچا دیجئے!  
بندروں سے آپ کو اخراجات کے لئے رقم بھی ملے گی۔ لیکن اس بات کو ڈین نہیں کر سکتے کہ اگر  
آپ نے اس بندروں کو کسی رقم کی تکلیف پہنچا کر یہ رقم خرد برداری تو آپ اس سے زیادہ حیرت  
انگیز حالات سے دوچار ہوں گے جن سے آپ اس وقت ہیں، لیکن وہ حالات خوشنگوار نہ ہوں  
گے، البتہ اس بندروں کے وارث تک پہنچا دینے کے بعد جو رقم باقی رہے اس پر آپ کو پورا پورا  
اختیار ہو گا۔“

راجیل نے بندروں کے وارث کے پتے پر سرسری نظر ڈالی اور پھر بندروں کو گھورنے لگا۔

## O

ان دونوں عمران پر مو سیقی کا ”حملہ“ ہوا تھا۔ حملہ بھی ایسا کہ آس پاس کے لوگ پاگل سمجھنے  
لگے تھے!  
صفدر جو اسے کافی حد تک سمجھنے لگا تھا اس کا بھی یہی خیال تھا کہ شاید دماغ کا کوئی اسکریوڈھیلا  
ہو گیا ہے!

بات ستار تانیورے کی ہوتی توبات بھی تھی۔ اوہاں تو مو سیقی کا تخت ایجاد ہو رہا تھا۔  
متوسط سائز کا تخت تھا۔ اس پر کیلیں گاڑ کر چھبیس تار کھینچنے کے تھے! اس کا دعویٰ تھا کہ سات  
سروں کی بجائے چھبیس سر ہوتے ہیں۔ ابھی تک مو سیقی پر ظلم ہوتا رہا ہے! اب وہ بقیہ انس  
سروں کو آزادی دلائے گا!

صفدر نے پوچھا۔ ”آخر... اس کا مقصد کیا ہے؟“  
”ایجاد و انتراع کی ثہنی میں پھول کھلا رہا ہوں۔!“ جواب ملا

”تو یہ.... بے چاری مو سیقی تھی رہ گئی تھی۔!“

”امیر خرسو کے بعد بڑی مشکل سے میں پیدا ہو سکا ہوں۔ مغفور نے مردگ کو کاٹ کر دو  
حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور وہ طبلوں کی جوڑی کہلانی تھی۔ میں چھبیس سروں کا ستاد ایجاد کر کے  
اس کا نام گھپلار کہ دوں گا کیسی رہی!“ عمران باہمیں آنکھ دبا کر منکر لیا۔!

”طلبه.... اور.... گھپلा....!“ صدر نے بخندی سانس لی۔

عمران پھر تاروں کو کنے اور انہیں بجانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں میں فون کی گھنٹی بجی۔  
اُس نے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔

”ہیلو....!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

”ہاں.... دیکھو بھائی۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”چارٹن پیاز کی ڈیلیوری لینی ہے۔  
میں فوجاہی بول رہا ہوں۔!“

”اچھا.... اچھا....!“ عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ ”چارٹن پیاز.... چھلی ہوئی.... یا  
چھکلے دار۔!“

”کیا بکتا ہے رے۔ کون ہے۔!“

”چھبیس پیاز کی ڈیلیوری سے مطلب ہے یا ان سب باتوں سے۔!“

”کبے تم ہے کون.... ہمارے آفس میں بیٹھ کر ہم سے مسکھری کرتا ہے۔!“

”آپ کا آفس؟“ عمران نے دیدے نچائے۔

”ہاں۔ ہمارا آفس۔ سیٹھ فوجاہی بھو جاہی کا آفس۔!“

”اوہ۔ غلط نمبر ہے صاحب! یہ تو جام کی دوکان ہے۔!“

”حرامی!“ کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے رسیور کھا اور صدر سے بولا۔ ”ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس ایجاد کی شہرت  
دور دور تک پہنچے گی۔ شہر و... میں اپنے اسی گھپلے پر چڑی ہوئے ایک نفعے کاریکارڈ سنواتا  
ہوں۔!“

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور وہاں سے ایک ٹیپ ریکارڈر اٹھا لایا۔!

”لو سفرو!“ اس نے بیٹھ کر ٹیپ ریکارڈر کو چلاتے ہوئے کہا۔

نغمہ شروع ہو گیا۔۔۔ ہر تار الگ بول رہا تھا اور ان میں کسی قسم کی بھی ترتیب نہیں معلوم ہوتی تھی۔

”کیا سمجھے؟“ عمران کچھ دیر بعد شپ ریکارڈز بند کرتا ہوا بولا۔

”سنے۔۔۔ بیکاری کے اور بھی بہت سے مشتعلے ہیں۔ آخر گھر بیٹھے بور ہونے سے کیا فائدہ؟“

”باہر چلیں۔۔۔!“ عمران نے احتجانہ انداز میں پوچھا۔

”میں اسی لئے آیا تھا۔ بہت دنوں سے کسی بریز میں نہیں بیٹھتا۔“

”اماں تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے کوئی مرغی کہہ رہی ہو کہ بہت دنوں سے اندوں پر نہیں بیٹھی۔۔۔ خیر چلو۔۔۔ تھوڑی شکر ہی پار کر لائیں گے۔“

”کیا مطلب۔!“

”سب چلتا ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور الماری سے کوٹ نکال کر پہننے لگا۔۔۔ اور پھر رامپوری نوپی بھی پہننے جا رہا تھا کہ صدر نے ہاتھ کپڑا لیا۔

”کیوں۔؟“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”نہیں چلے گی۔!“

عمران نے نوپی الماری ہی میں چھوڑ دی اور نائی اٹھا کر صدر سے بولا۔ ”باندھ دو۔!“

”کوٹ اتاریے۔!“

”آے چلو۔۔۔ یو نہیں سکی۔!“

”میں اتنا مشاق نہیں ہوں۔!“

”تالو۔۔۔!“ وہ اس کے ہاتھ سے تالی لے کر الماری میں پھینکتا ہوا بولا اور تیزی بے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مطلع ابر آسود تھا۔ کبھی دھوپ اور کبھی چھاؤں۔۔۔ بعض اوقات موٹی موٹی بوندیں بھی آ جاتیں۔۔۔ لیکن بس بیل بھر کے لئے۔!

صدر کی گاڑی نیچے موجود تھی۔

”کیا میں اپنی گاڑی میں چلوں۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”کیا ضرورت ہے؟“ صدر نے اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ عمران گاڑی میں بیٹھے گیا۔ صدر ڈرائیور کر رہا تھا۔ اس نے سکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا، جو کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

”میں آپ کو فکر مند دیکھ رہا ہوں۔!“ صدر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”قیامت۔۔۔ ایں یہ سوچ رہا ہوں کہ کسی بریز جانے سے کیا فائدہ۔۔۔!“

”تو پھر آپ ہی کوئی فائدہ مند تدبیر سمجھائیے۔!“

”ایک تسلی میں پانی بھرو۔۔۔ اور چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر اس کے قریب بیٹھ جاؤ اور

ٹیبل فین کارخ اپنی طرف کر کے فل اپسینہ پر چلا دو۔!“

”میبات ہوئی۔؟“

”تسلی بھر پانی سندھ کا بدل۔۔۔ عکھے کی تیز ہوا سندھری ہوا کا بدل! اور چائے۔۔۔! چائے کا بدل تو دریافت ہی نہیں ہو سکا۔۔۔ ہاں دیکھو وہ آگے ڈینہم لان ہے۔۔۔ اس کے سامنے گاڑی روک دیا اور اتر کر بونٹ اٹھانا۔۔۔ پھر میں دیکھوں گا کہ انہیں میں کیا خرابی واقع ہوئی ہے۔!“

”خرابی۔۔۔؟۔۔۔ میری گاڑی کا انہیں بالکل ٹھیک ہے۔!“

”تادائی کی بات نہ کرو۔۔۔ میں تم سے برا مسٹری ہوں۔۔۔! ہوں۔۔۔ ہوں۔۔۔ روکو۔۔۔“

”روکو۔۔۔ ٹھیک۔۔۔ بالکل ٹھیک۔۔۔ انہیں بندہ کرو، چلو اترو۔۔۔ اور انہاؤ بونٹ۔۔۔!“

صدر اُسے گھورتا ہوا گاڑی سے اتر گیا۔۔۔ پھر وہ بونٹ اٹھا ہی رہا تھا کہ عمران بھی قریب

آگیا۔۔۔ اور جھک کر ایکسی لیٹر کے اسپر گگ پر زور آزمائی کرنے لگا۔۔۔!

”کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔ والوز جل جائیں گے۔!“

”چلو۔۔۔ انہیں بند کر دو۔۔۔ میں ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں!“

”آخر بات کیا ہے۔؟“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔ تم انہیں بند کر دو۔!“

”اچھا خاصاً موڑ چوپت کر دیا آپ نے؟“ صدر بڑ بڑا تھا ہوا ذلش بورڈ کی طرف آیا اور سوچ

آف کر کے وہیں کھڑا عمران کو گھورتا رہا۔!

عمران ڈسری یوٹر کی کیپ اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”یہ کیا کر رہے ہیں آپ....؟“  
”کرنٹ برائرنیں ہے....!“  
”مکال ہو گیا.... تو پھر انہیں!“

”بس بس....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”سب تھیک ہو جائے گا.... تم ابھی بچے ہو۔!“  
”عمران صاحب!“

”میرے کان نہ کھاؤ.... ورنہ.... یہ گاڑی کسی دن تمہیں جہنم میں پہنچادے گی۔“  
صادر دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا!

کبھی غصہ آتا اور کبھی حرمت ہوتی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا کہ عمران نے گاڑی روکنے کے لئے جگد کی بھی تو شان دی کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ ڈینم لاج کے سامنے گاڑی روکنا آگرا نجی کی آواز سے اس نے کوئی خرابی محسوس کی تھی تو گاڑی اسی جگد روکا دیتا۔ ڈینم لاج تک کیوں آتا۔! اس نے نکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے انہاک سے انہن کی طرف متوجہ تھا۔  
صادر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ ایک سگریٹ منتخب کی اور اسے سلاگا نہ لگا۔! اتنے میں ایک گاڑی اور آگرا اسی جگد رک گئی! جسے محکمہ سراغ رسانی کا پرنسپل کیپن فیاض ڈرائیور کر رہا تھا۔

وہ انہن بند کر کے گاڑی سے اترالیکن عمران پر نظر پڑتے ہی اُسے نھنک جانا پڑا تھا۔!  
صادر نے محسوس کیا کہ اُس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار گھرے ہوتے جا رہے ہیں۔  
فیاض آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ عمران کی پشت اُس کی طرف تھی اور وہ اب بھی انہن پر ہی جھکا ہوا تھا۔

صادر نے دونوں کوباری باری دیکھا اور گاڑی کی پشت کی طرف ٹہل گیا۔  
فیاض پہلے ہنکار اٹھا اور پھر غصیل آواز میں بولا تھا۔

”کیا ہو گیا....؟“

”بڑی فلامی....!“ عمران نے اپنی پوزیشن میں کوئی تبدیلی کیے بغیر کہا۔  
”سید ہے کھڑے ہو جاؤ۔!“ فیاض اُس کی کمر تھپٹا کر بولا۔

”ہائیں.... اوہو.... اے.... تم کہاں۔!“ عمران اُس کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے سے

خوش پھوٹی پڑ رہی تھی۔!

”تم یہاں کیا کر رہے ہو۔!“

”بڑی فلامی۔!“

”ہوشمندی کی باتیں کرو۔!“

”کار بوریٹر کی بڑی فلامی گڑ بڑ کر رہی ہے۔!“

”یہیں.... اسی جگہ آگر اُس کی گڑ بڑ کا احساس ہوا ہے۔!“

”پھر کہاں ہوتا۔ سوپر فیاض....!“

”میں کہتا ہوں اب تم یہ حرکتیں ترک کر دو۔ ورنہ....!“

”تو گویا میں نے کوئی حرکت کی ہے، بڑی فلامی کے ساتھ!“

”تم بار بار بڑی فلامی کا حوالہ کیوں دے رہے ہو۔!“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔!

”تو پھر تم ہی بتاؤ کیا کہوں۔؟“

”عمران اگر تم نے میرے معاملات میں ناگزینے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہو گا۔!“

”اگر اس گاڑی کا کار بوریٹر تمہارا معاملہ ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔!“

”مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ میں کسی ملکیت کو بلواں۔!“

”خدا کے لئے بلواں۔ جلدی سے.... میری سمجھ میں تو نہیں آرہا کہ کیا معاملہ کار بوریٹر

کا ہے یا ڈسٹری یوٹر کا۔!“

فیاض کھڑا نچلا ہونٹ چھاتا رہا۔! صادر نے یہی مناسب سمجھا کہ گاڑی کی پشت ہی پر قیام

کرے!

”اچھی بات ہے.... میں دیکھوں گا جسمیں۔!“ فیاض نے کہا اور ڈینم لاج کے بچانک کی

طرف بڑھ گیا۔!

صادر نے اسے کپاٹ میں داخل ہوتے دیکھا اور عمران۔ وہ تو پھر اس طرح انہن کی طرف

متوجہ ہو گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔!

صادر اُس کے قریب آیا۔ چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔

”کیا قصہ ہے جناب۔؟“

میرے ساتھ ہی تم بھی دھر لئے جاؤ گے، ورنہ چلے جاؤ۔ دیکھا نہیں کپتان صاحب یہاں  
پھن گاڑھے کھڑے ہیں!“

”کوئی خاص بات!“ صدر نے مسکرا کر پوچھا۔

عمران ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔ ”میرے مقدر میں عام باتمیں کہاں۔ جاؤ اچھے بچوں کی  
طرح لکھ کر جاؤ! وہی پر شکر قند لاوں کا تمہارے لئے...!“

صدر کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آئے۔ غصے اور کھیلہٹ کا عجیب سامنڑاں تھا۔!

اس نے آگے بڑھ کر بونٹ گرایا اور ذرا ہی کی دیر میں اسٹرینگ و ہیل سنجھاں لیا!“

انہیں اشارت کرتے وقت آنکھ اٹھا کر عمران کی طرف دیکھا تک نہیں۔ ویسے عمران بالکل

اسی طرح گاڑی کے قریب موڈب کھڑا تھا جیسے کوئی اردوی اپنے صاحب کو رخصت کر رہا ہو۔۔۔

گاڑی کے حرکت میں آتے ہی اُس نے ہاتھ اٹھا کر صدر کو سلام بھی کیا تھا....!

گاڑی تیزی سے آگے بڑھی اور اگلے ہی چوراہے سے باہمی جانب مڑ گئی۔

عمران وہیں کھڑا تھا انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ پھر وہ فیاض کی گاڑی کی طرف مڑا۔

فیاض خود ہی ڈرائیور کرتا تھا!

چھپلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے سیٹ پر جم گیا۔ جیب سے چیوٹم کا پیکٹ نکالا اور  
ایک جیسی منہ میں ڈال کر آہستہ پکلتا رہا۔

تحوزی دیر بعد ڈنہم لاج کی کپاؤٹن کا چھانک پھر کھلا اور خود بھی نیچے اتر کر اس طرح فیاض کی طرف جھپٹا  
کو سہارا دیتا ہوا باہر نکلتا رکھا تھا۔

عمران نے بوکھلا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور خود بھی نیچے اتر کر اس طرح فیاض کی طرف جھپٹا  
جیسے اُس ضعیف آدمی کو سنبھالنے میں اُس کی مدد کرنا چاہتا ہو۔!

ان دونوں کے بیچے ایک شعلہ جوالہ تھی! نہیں بلاؤ اور سفید اسکرٹ میں اس کا دمکتا ہوا  
چھڑ کیجھ شعلہ ہی لگ رہا تھا۔ بلاؤ ہی کے رنگ کی گہری لپ اسٹک چہرے کو اور زیادہ نمایاں  
کرنے کا سبب بنی تھی!

عمران کو اس طرح اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر فیاض کا چھڑ جیسے دنگ رہ گیا۔ پھر بھنوں  
تن گلیں... اس نے بڑی سختی سے اپنے ہونٹ بھینچتے تھے! عمران نے باہمی جانب سے بوڑھے کو

”ارے تم پھر کان کھانے لے گے!“ عمران نے سیدھے کھڑے ہو کر اس کی طرف مڑتے  
ہوئے کہا۔

”یہ تو بتانا پڑے گا۔ فیاض بہت غصے میں معلوم ہوتا تھا۔“

”ہم کو غصے پر... کیا آتا ہے؟... بھول گیا۔ اللہ مالک ہے... اب تو یہ گاڑی...!“

”گاڑی کی بات مجھ سے نہیں چلے گی!“

عمران تن کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر اسے گھوڑا تارہ پر غصیلی آواز میں بولا۔ ”جاوے اسی نامعقول  
کے پیچھے!“

”عمران صاحب ہم سی بریز جانے کے لئے نکلے تھے!“

”کچھ دیر اور ٹھہرہ تو لاگ بچ کیلیغور نیا چلے چلیں گے!“

”میرا سر بھاری ہو رہا ہے... جلدی سے جلدی چائے پینا چاہتا ہوں!“

”ارے... سر بھاری ہو رہا ہے... مٹلی تو نہیں ہوتی... ضرور ہوتی ہو گی اور کھشی  
چیزوں کے ساتھ ہی بھنی ہوئی ملائمی مٹی کو جی چاہتا ہو گا!“

”عمران صاحب....!“

”عمران صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں ہو سکتا!“

”اچھا تو آپ سینیں کھڑے رہئے... میں جارہا ہوں...!“ صدر سڑک پار کر کے دوسرا  
طرف چلے جانے کی دھمکی دیتا ہوا بولا۔

”ارے اپنایہ جنگاں کس پر چھوڑے جارہے ہو!“ عمران نے گاڑی کی طرف اشدہ کر کے کہا۔

”دیچپی کا مشغله آپ کے ہاتھ آگیا ہے!“ صدر رک کر ناخوٹگوار لبھے میں بولا۔ ”مجھے تو  
اب جانے ہی دیجئے!“

”یہ ڈھول میں اپنے گلے میں لوکا سکون گا اگر اس نے بچ مج کسی ملینک کو بلوا ہی لیا تو پھر میں  
اللہ میاں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گا۔“

”آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”اپنی گاڑی سنبھالو... اور فوچکر ہو جاؤ!“

”یعنی کہ... کیا مطلب....!“

بارش اتنی دھواں دھار ہو رہی تھی کہ دو چار گز کے فاصلے کی چیزیں بھی نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔! برابر والی گازی سے تین آدمی اترے۔ ان میں سے بھی ایک نے نامی گن چھتیار کی تھی۔ دوسری گازی کی کھڑکی سے جھانک رہی تھی!

دو آدمیوں نے بوڑھے کو گازی سے کھینچ کر نکال لیا۔!  
”بھی..... رسید تو دیتے جاؤ!“ عمران ہکلا ہکلا کر بولا۔  
فیاض بے خس و حرکت بیٹھا تھا۔!

نامی گن والے نے اُس کی کھڑکی کے قریب جا کر کہا۔  
پچھلا پہیہ ختم ہو چکا ہے.... اس لئے داشتمدی کا تقاضہ یہی ہونا چاہئے....!  
جس دروازے سے بوڑھے کو کھینچ کر نکالا گیا تھا وہ ابھی تک کھلا ہی ہوا تھا۔!

عمران نے ہمکیوں سے دوسری گازی کی طرف دیکھا اس کی کھڑکی سے اب تک نامی گن کی نال دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے بڑی پھرتی سے باہر چھلانگ لگائی! گولیوں کی بوچھاڑا اس کے اوپر سے دوسری طرف نکل گئی تھی۔!

عمران اس آدمی پر جا پڑا جو فیاض کی کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔ ایسا شدید حملہ تھا کہ وہ عمران کے نیچے نہ صرف دب کر رہ گیا بلکہ نامی گن بھی عمران کے ہاتھ آگئی!

مغلوب کو اُسی طرح دبوچے ہوئے اُس نے فیاض کی گازی کے نیچے سے دوسری گازی کے ناروں پر فائر گشروع کر دی۔

دفعتہ فیاض عمران پر آگر اور وہ لڑکی فیاض پر گری....!

”اور اب یہ گازی بھی اپنے اوپر رکھ لو!“ عمران نیچے سے کراہا۔  
ادھر دوسری گازی سے اسی آواز آئی جیسے کوئی کسی کو ذخیر کر رہا ہو۔!

عمران بخشکل اس ذخیر سے نکل سکا۔... دوسری گازی سے اب فائز نہیں ہو رہے تھے۔!

عمران نے فیاض سے کہا۔ ”اپنے نیچے والے کو سنبھالو ورنہ ہاتھ سے جائے گا۔... اُپر والی کی فکر نہ کرو....!

پھر وہ زمین پر گھستتا ہوا کچھر میں لٹ پت دوسری گازی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔!

تمام لیا۔! فیاض کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا!

عمران نے گازی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور بوڑھے کو سنبھالے ہوئے خود بھی گازی میں گھستا چلا گیا۔! فیاض کا چھرہ غصہ کے مارے معمول سے بڑا لگنے لگا تھا۔ لیکن وہ نچلا ہونت دانتوں میں دبائے ہوئے چپ چاپ اسٹریٹگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔

عمران اس طرح بوڑھے کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اُسے اس کے آرام کا بڑا خیال ہو اور وہاں اس کی موجودگی کا مقصد بھی بھی ہو کر وہ اُسے سنبھال رہے ہے....!

فیاض کی کار تیز رفتاری سے ایکر پورٹ والی سڑک پر اُزی جا رہی تھی۔ دفتار لڑکی نے فیاض سے کہا۔ ”مناسب بھی ہو گا کہ ہم کوئی دوسرا استہ اختیار کریں۔!

”ہوں.... اُوں....!“ فیاض اس کے علاوہ اور پچھنے بولا۔

”لیکن شاید ہم دوسرا استہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں!“ لڑکی نے کہا  
”ادھر ہی سے چلتے ہیں۔ بے فکر رہو۔!

مطلع صحیح ہی سے ابر آلود رہا تھا۔ اس وقت گھرے بادل اٹھے تھے اور کسی گوشے سے بھی آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا۔! دفتار بڑی بوندیں آئیں اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی!

عمران نے بڑی پھرتی سے دونوں کھڑکیوں کے شیشے چڑھا دیئے۔ گازی کی رفتار بھی کم کر دی گئی!

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔!“ لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی۔

”تم خواہ مخواہ کسی وہم میں جتنا ہو گئی ہو.... اور....!

فیاض مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گازی کے نیچے ایک زور دار دھماکہ ہوا اور گازی سڑک پر نیچے اترنے لچل گئی! فیاض نے بڑی پھرتی سے بریک لگائے لیکن پھر بھی جھٹکا ایسا ہی تھا کہ گازی الٹتے الٹتے رہ گئی....!

عمران فیاض سے پہلے ہی سنبھالا تھا۔ لیکن بیکار کیونکہ اتنی دیر میں نہ صرف ایک دوسرا گازی برابر آکر رکی بلکہ اس کی کھڑکی سے ایک نامی گن کی نال جھانکنے لگی تھی۔!

”کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنہیں کی تو فائر گشروع کر دی جائے گی برابر والی گازی۔  
کسی نے چیز کر کہا۔

”میری گاڑی کا وائز لیس ستم خراب ہو گیا ہے۔“ فیاض بولا۔ ”میں جاہتا ہوں کہ تم یہیں  
ٹھہر و اپنے بیوی اور بیوی موجود ہے۔!“

”وہ تم ہی لگاتا۔!“ عمران سر ہلا کر بولا  
اس کے بعد فیاض نے لڑکی کو گاڑی کے نیچے سے نکالا تھا اور خود ہی فال تو پہیہ لگانے بیٹھ گیا تھا۔  
بارش کے زور کا وہی عالم تھا....! محیب اتفاق تھا کہ اس دوران میں کوئی اور گاڑی بھی اُدھر  
سے نہیں گزری تھی۔!

پہیہ لگانے کے بعد فیاض عمران کے قریب آکر بولا۔ ”میں اس قیدی سمیت جا رہا ہوں۔!“  
”لڑکی اور لاش کی گمراہی تمہارے ذمے.... تم ان لوگوں کی گاڑی میں بارش سے بھی محفوظ  
رہ سکو گے۔!“

”لاش سر آنکھوں پر لیکن لڑکی کی ذمہ داری میں نہیں لے سکتا۔“ عمران کانوں پر پھاٹھ رکھ  
کر بولا۔

”عمران خدا کے لئے سمجھی گی اختیار کرو۔ میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔!“  
”اچھی بات ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تمہارے لئے یہ بھی سہی!“

لڑکی بوڑھے کی لاش دیکھ کر چکرائی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

”اب دیکھو....!“ عمران مسکی صورت بنا کر بولا۔ پھر جلدی سے سر ہلا کر کہا۔ ”چلو ٹھیک  
ہے.... لڑکی اگر ہوش میں ہو تبھی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔!“

فیاض نہیں حملہ آوروں کی گاڑی میں چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔ عمران کچھ دیر تو گاڑی میں  
بیٹھا رہا پھر نیچے اتر آیا۔

تای گن اس نے اپنے کوٹ کے اندر چھپا لی اور دونوں ہاتھ میٹنے پر باندھ لئے تھے۔  
دس منٹ بعد بارش کم ہو گئی! اکاد کا گاڑیاں اُدھر سے گزرتی رہیں لیکن کسی نے اس گاڑی کی  
طرف دھیان بھی نہ دیا۔

پچیس منٹ کے اندر اندر وہاں پولیس کی کئی گاڑیاں پہنچ گئیں! عمران نے دور ہی سے ان  
گاڑیوں کو دیکھا تھا اور بڑی پھر تی سے تای گن کو رو مال سے صاف کر کے حملہ آوروں کی گاڑی  
میں ڈال دیا تھا۔!

فیاض نے مغلوب کی گردن میں قینچی ڈال دی اور لڑکی اب اس پر سے پھسل کر دوسرا  
طرف جا پڑی تھی۔!

عمران نے دوسرا گاڑی کے دوسرے جانب والے پہیوں پر بھی فائرنگ کی۔ مقصد صرف یہ  
تحملہ آوروں کے اگلے قدم کے بارے میں معلوم ہو سکے لیکن دوسرا طرف سنا تاہی رہا۔!  
پھر تھوڑی ہی دیر بعد اسے معلوم ہو گیا کہ حملہ آوروں کی گاڑی میں ایک لاش کے علاوہ اور  
کچھ نہیں۔ وہ فرار ہو چکے تھے۔ اور وہ لاش اسی بوڑھے اور علیل غیر ملکی کی تھی جسے فیاض کی  
گاڑی سے زبردستی اٹھالیا گیا تھا!

”اُس کی گردن کسی دھاردار آئے سے کاٹ دی گئی تھی۔!

عمران پھر فیاض کی طرف پلٹ آیا۔ وہ ابھی تک اس حملہ آور سے گھٹھا ہوا تھا جس سے  
عمران نے تای گن چھینی تھی۔ اس نے اس کی لگائی ہوئی قینچی کا توڑ کر لیا تھا اور نکل بھاگنے ہی والا  
تحملہ عمران نے تای گن کی دو ضریبیں اس کے سر پر لگائیں.... اور وہ فیاض کے بازوؤں میں  
جھوٹ گیا۔

”پھینک دو۔!“ عمران بولا۔

فیاض اسے ایک طرف دھکیل کر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا جو گاڑی کے نیچے رینگ گئی تھی۔!

”وہ بہت آرام سے ہے۔ میری سنو....!“ عمران نے فیاض کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”ہوں۔ کیا ہے۔؟“

”بوڑھے کو قتل کر کے.... وہ فرار ہو گئے۔!“

”کیا....؟“ فیاض بوكھلا کر حملہ آوروں کی گاڑی کی طرف بھاگا۔ اور عمران نھک کر بیویوں  
حملہ آور کو اٹھانے لگا۔

و فتا فیاض اس کا شانہ چھپوڑ کر بولا۔ ”تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔؟“

”تو انہیں گاڑی کے نیچے ہی رہنے دوں۔!“

”عمران خدا کے لئے بور مت کرو.... میں اس حدادث کے لئے تیار نہیں تھا۔ ان لوگوں کا  
وہم سمجھا تھا۔!“

”اب کیا کرو گے۔؟“

”ہاں... ہاں.... لیکن معاملہ چونکہ ایک سفارت خانے کا ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہاں  
لے عملے کے کچھ لوگ بھی اس وقت موجود ہوں!“

”بیان لوگے کب۔؟“

”بس یہاں سے چل کر!“

”میرا خیال ہے کہ میں دوسروں سے الگ ہی الگ رہوں۔ جب یہاں سے رواگی ہو گی چپ  
پ تھہاری گاڑی میں بیٹھ جاؤں گا۔ کیا خیال ہے!“

”چلو یونہی سہی... نای گن کہاں ہے؟“

”اسی گاڑی میں ڈال دی تھی!“

”اچھی بات ہے....“ فیاض نے کہا اور عمران کو دیہن چھوڑ کر پھر گاڑی کی طرف چل پڑا۔  
بارش تھم پچھلی تھی... عمران آہستہ آہستہ سڑک کے دوسرے کنارے کی طرف کھلتا  
ہا...! جیسے ہی دوسرے کنارے پر پہنچا۔ ایک بس ٹھیک اسی جگہ آرکی دوسرے ہی لمحے میں  
مران بس کے اندر تھا۔

بس چل پڑی اور جب کندیکٹر اس کے قریب پہنچا تو اس نے یہ معلوم کئے بغیر کہ بس کہاں  
جائے گی، چونکہ اس کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا ”انیں پیے والا!“

## O

صفرا طینان سے بیٹھ بھی نہیں پیا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔!

دوسری طرف سے اُس کا چیف ایکس ٹوبول رہا تھا۔

”کیپٹن فیاض کو عمران کی تلاش ہے... دو گھنٹے کے اندر اندر پورٹ دو کہ اس تلاش کا کیا  
مقصد ہے!“

”میں نے عمران صاحب کو ڈینہم لاج کے سامنے چھوڑا تھا۔“ صفر نے کہا اور عمران کی کہانی  
دہرا دی۔!

”نعمانی اور خاور کو ڈینہم لاج کی مگر انی پر لگادو!“ ایکس ٹوکی آواز آئی۔!

کئی بڑے آفسر گاڑیوں سے اترے تھے! اور فیاض عمران کے پاس آکھڑا ہوا تھا۔!

”نای گن کہاں ہے!“ اس نے اس سے آہستہ سے پوچھا۔

”کیسی نای گن!“ عمران نے حرمت سے پوچھا۔

”وہ جو تم نے اُس آدمی سے چھپنی تھی!“

”کیپٹن فیاض! تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔ میں نے کسی سے کوئی نای گن نہیں چھپنی تھی!“

”عمران بے تکلی با تکلی مت کرو۔ اچھا ہر آؤ!“ وہ اُسے بقیہ لوگوں سے دور لے جاتا ہوا بولا۔

عمران بڑے سعاد تمندانہ انداز میں اُس کے ساتھ کھینچتا چلا گیا تھا!

”میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں!“ فیاض بولا

”کی بارہی جملہ دہرا پکھے ہو۔!“

”میری دشواری کو سمجھنے کی کوشش کرو!“

”ارے سمجھا بھی چکو... اب مجھے سردی لگ رہی ہے! خود تو کپڑے بھی بدل آئے ہو اور  
اب بر ساتی پہنچنے کھڑے ہو....!“

”بس تم یہ بیان دینا کہ لڑکی تھہاری دوست ہے! اس نے تم سے کہا تھا کہ تم اُسے کسی پولیس  
آفسر کی حفاظت میں ایئر پورٹ تک پہنچوادو!“

”چلو... سمجھ گیا...?“

”لڑکی کا پورا نام ایو اگریں ہے۔ تم تین ماہ سے اُسے جانتے ہو۔ دوستی تھی!“

”اور وہ بوزھا۔“

”اس کا باپ تھا.... فور سٹر گرین.... پروفیسر فور سٹر گرین۔!“

”چلو یہ بھی سمجھ میں آیا۔!“

”بس اتنا کافی ہے! تم میرے دوست ہو! تم نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس سلسلے میں  
تمہاری مدد کروں!“

”اور تم نے مدد کر کے اس لڑکی کو بتیم کر دیا!“

”سبجدی گی اختیار کرو۔ اس کے بعد تم جو کچھ چاہو گے وہی ہو گا۔!“

”ٹھیک ہے! لیکن اگر میرے اس بیان کے بعد مزید پوچھ گھوئی تو؟“

”بہت بہتر جناب۔!“

”کو شش کرو کہ تمہارا اور فیاض کا سامنا ہو جائے۔ وہ اس وقت عمران کے فلیٹ ہی میں موجود ہے۔!“

”تو کیا میں وہیں جاؤں۔?“

”بہتر بھی ہے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

صدر نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔!

اب پھر کسی قدر بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔!

میں منٹ بعد اس کی گاڑی اس عمارت کے سامنے رکی جس میں عمران کا فلیٹ تھا۔!

دروازے پر دستک دیتے وقت بھی اس نے کیپن فیاض کی غراہت سنی تھی۔ سلیمان نے دروازہ کھول کر عمران کی عدم موجودگی کی اطلاع دی! لیکن صدر اسے پیچھے ہٹاتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔!

”کہاں ہیں وہ حضرت؟ میری گاڑی تباہ کر دی!“ اس نے گرج کر سلیمان سے پوچھا۔ پھر فیاض پر نظر پڑتے ہی ساکت رہ جانے کی اینٹنگ کی!

”عمران کہاں ہے؟“ فیاض نے اسے قہر آؤد نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔!

”اگر مجھے معلوم ہو تو یہاں کیوں آتا؟“

”تم دونوں ڈینہم لاج کے سامنے کیوں رکے تھے۔!“

”سب سے پہلے تو میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنا بجہ اور طرز تخلط درست کیجئے اس کے بعد ہی کسی قسم کی گفتگو ہو سکے گی!“

”جی....?“

”جی ہاں۔!“

”حلقے کے تھانے میں لے جا کر پوچھ چکھ کروں گا۔!“

”اب مجھے اپنے مشیر قانونی کو فون کرنا پڑے گا..... سلیمان.... فون کہاں ہے....!“

”لائن خراب ہے صاحب.... کل سے۔!“ سلیمان نے جواب دیا۔

فیاض اسے گھورتا رہا

”تو پھر میں کہیں اور دیکھتا ہوں!“ صدر کہتا ہوا دروازے کی طرف مڑا۔

”خیلی تھی اس بولا بھیج بھی تیز ہی تھا۔

صدر رک کر اس کی طرف مڑا۔

”یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ ایک غیر ملکی سفارت خانے کے ایک مہمان کا قتل ہو گیا ہے!“

”میں قانون سے تعاون کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں!“

”تو پھر مجھے تایئے کہ عمران کہاں ہے؟“

”میں خود ہی ان کی تلاش میں ہوں.... میری گاڑی....!“

”کون ڈرائیور کر رہا تھا اسے؟“

”میں....!“

”وہیں کیوں روکی تھی گاڑی؟“

صاحب انہوں نے روکو روکو کافرہ لگایا تھا اور مجھے اضطراری طور پر بریک لگانے پڑے

تھے! انہوں نے کہا کہ انجمن کی آواز کسی خرابی کا اعلان کر رہی ہے اور پھر بونٹ اٹھا کر۔!

”کہاں جا رہے تھے؟“

”میں انہیں کی بریز لے جانا چاہتا تھا۔!“

”کیوں؟“

”بس یونہی تفریخاں!“

”پھر وہاں تھا کیوں رہ گیا تھا!“

”مجھ سے کہا تھا کہ میں گاڑی کو کسی درکشاپ میں لے جاؤں اور وہ نیکسی میں گھر پلے جائیں گے!“

”میں آپ کا تحریری بیان لینا چاہتا ہوں اور ہاں آپ کی گاڑی کسی درکشاپ میں ہے؟“

صدر نے اسے درکشاپ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ ”ڈسٹری بیوڑا اور کار بورڈر میں کچھ خرابیاں

تھیں ملکینک نے بتایا کہ دو چار میل چلنے کے بعد گاڑی کھڑی ہو جاتی!“

فیاض نے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس کا بیان لکھتا رہا۔

”مجھے یہیں زکر کر اُن کا انتظار کرنا پڑے گا!“ صدر نے اپنے بیان کے نیچے دستخط کرتے

ہوئے کہا۔

”کیوں آپ کو اس کا انتظار کیوں ہے؟“  
”یہ قطعی نجی معاملہ ہے جناب!“  
”خیر.... خیر۔“

صفدر نے جیب سے سگریٹ نکال کر اسے پیش کیا۔

”شکریہ! میں اپنا ہی برائٹ پیتا ہوں!“ فیاض نے خلک لبھ میں کہا۔  
سلیمان بُر اسامہ نے کھڑا تھا۔ صدر نے اس سے چائے کے لئے کہا۔!

”شکر نہیں ہے صاحب!“  
”یہ کیا بات ہوئی؟!“

”صاحب کہتے ہیں میں ایک شوگرینگ قائم کرنے والا ہوں۔ وہیں سے ادھار لایا کرنا۔!“

”آپے تو کیوں اپنی زندگی برپا کر رہا ہے یہاں!“ فیاض نے اس سے کہا۔  
”بل کپتان صاحب یہی نہ کہنے گا!“

اتنے میں جوزف اندر آیا۔۔۔ کہیں باہر سے آیا تھا۔۔۔ اور وہ ان کی طرف توجہ دیے بغیر  
دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

فیاض کی گھورتی ہوئی آنکھیں اس کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔!

”لیکا کیا جانور پال رکھے ہیں!“ وہ صدر کی طرف دیکھ کر بولا۔

اس دوران میں صدر نے سلیمان کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا اور اس نے فوری طور  
پر تعیل کی تھی!

”میرا خیال ہے کہ آپ دونوں کی دوستی کافی پُرانی ہے!“ فیاض نے کچھ دیز بعد صدر سے کہا۔  
”جی ہاں۔!“

”آپ کا مشغله کیا ہے؟“

”ایک ”فارورڈنگ اینڈ کلیرنگ اینجنسی“ چلا رہا ہوں!“

”عمران سے کس طرح تعلقات ہوئے تھے؟“

”یہ تو یاد نہیں!“

”کیا آپ اسے ہر حال میں برداشت کر لیتے ہیں؟“

”آپ کا یہ سوال بھی عجیب ہے ایسے باغ و بہار آدمی کے سلسلے میں لفظ ”برداشت“ کسی  
طرح بھی مناسب نہیں!“  
”بکھری بکھری بور بھی کرتا ہے!“  
”مجھے تو اس میں بھی دل چھپی ہی نظر آتی ہے!“  
اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی!  
صفدر نے اٹھ کر دروازہ کھولا! اسامنے ایک وجہہ نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بندر  
بھی تھا۔ نوجوان نے ایک بڑا سا سوت کیس بھی سنجھاں رکھا تھا!  
”کیا علی عمران صاحب تشریف رکھتے ہیں!“ اس نے پوچھا۔  
”بھی نہیں!“  
”میں ایک طرح سے ان کا مہمان ہوں!“ نوجوان بولا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔  
”وہ مجھے نہیں جانتے لیکن مجھے ہدایت ملی ہے!“ وہ بندر کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔  
بندر سوت کیس پر ہاتھ مار مار کر کسی قسم کے اشادرے کے جادہ تھا۔۔۔!  
”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔!“ نوجوان بندر کو مخاطب کر کے بولا۔ ”میں سمجھ رہا ہوں۔۔۔ بیٹھتا بھی  
تو نصیب ہو!“  
”تو پھر۔۔۔ آپ اندر تشریف لائیے!“ صدر نے نوجوان سے کہا۔  
وہ بندر سیست اندر دا غل ہوا۔ فیاض نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا تھا اور پھر بندر کی  
طرف دیکھنے لگا تھا۔

ہاں کئی خالی کر سیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک پر بندر بڑے سلیقے سے بیٹھ گیا۔!  
کمرے کی فضا پر گہرا اسکوت طاری تھا۔  
نوجوان نے سوت کیس فرش پر رکھ دیا تھا اور اب اسے کھول رہا تھا۔ اس نے صدر سے کہا  
”تمبا کو نوشی کا عادی ہے۔۔۔ دیر سے نہیں ملی۔۔۔ مضطرب ہے۔۔۔!“  
صفدر نے دیکھا کہ وہ سوت کیس سے پاپ اور تمبا کو کی پاؤچ نکال رہا ہے!  
اس نے وہ چیزیں بندر کی طرف بڑھا دیں۔۔۔!

بندر پاؤچ سے تباہ کو نکال کر پائپ میں بھرنے لگا... فیاض حیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا  
ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام راحیل ہے...!" نوار دنے کہا۔

" عمران صاحب کو کب سے جانتے ہیں۔!" صدر نے پوچھا۔

"میں ان سے ذاتی طور پر واقع نہیں ہوں!"

"کسی نے بھیجا ہوگا!" صدر بولا۔

" یہ سب کچھ میں انہیں ہی بنا سکوں گا!"

ذراعی کی دریں سلیمان اور جوزف بھی وہیں آپنے... جوزف حیرت سے منہ چھائے  
بندر کو دیکھ رہا تھا بندر بڑے اطمینان سے پاپ پیتا رہا۔

پتہ نہیں کیوں فیاض کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے اب وہاں اس کا شہرنا تو ہیں  
آمیز ہو۔!

"میں جا رہا ہوں... کہہ دینا...." اس نے سلیمان سے کہا۔ "جیسے ہی یہاں پہنچ آئے  
میرے پاس پہنچنا چاہئے!"

سلیمان نے سرہلا کر تعییل حکم کا وعدہ کیا۔ فیاض بڑے طبقے کے ساتھ باہر گیا تھا۔

" یہ بندر ہے یا...." سلیمان نے کچھ کہنا چاہا لیکن جوزف نے خوفزدہ انداز میں اسے چپ  
کر دیا۔!

"کیوں....؟ کیا یہ تیر اچالتا ہے؟" سلیمان بھٹا کر بولا۔

جوزف اپنا منہ پیٹنے لگا.... اور.... پھر دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں....!

"جسیکہ اس کا پچاہی معلوم ہوتا ہے!" سلیمان بولا۔

"بڑی اچھی ٹریننگ دی ہے آپ نے....!" صدر نے راحیل سے کہا۔

"میرے فرشتے بھی نہیں دے سکتے!"

"پھر....؟"

"بڑی حیرت انگریز کہانی ہے جتاب! لیکن علی عمران صاحب ہی کو نا سکوں گا!"

"کیا آپ ان سے کسی قسم کی مدد چاہتے ہیں؟"

"مدد... ہرگز نہیں جتاب.... بھلام دیکھو۔?"

"تو آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے!"

"مجھے بے حد افسوس ہے.... میں اخلاقاً مجبور ہوں!"

"کوئی بات نہیں... لیکن یہ بتا دشوار ہے کہ عمران صاحب کب واپس آئیں گے؟"

"کیا شہر سے باہر گئے ہیں؟"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

" یہ تو بہت نہ اہوا مجھے واپس جاتا ہے!"

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

"سردار گذھ کے مضائقات سے مجھے لجھے!"

"کسی نے بھیجا ہے آپ کو؟"

"کسی نے بھی نہیں! ایک وصیت نامے کے تحت مجھے یہاں آتا پڑا ہے!"

"وصیت نامے کے تحت!؟"

"بھی ہاں....!"

صدر نے اسے سگریٹ پیش کیا جو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ اس کے بعد اس نے  
سلیمان کو الگ لے جا کر کہا۔ " یہ بے چارہ بہت ذور سے آیا ہے.... کم از کم چائے اور کھانے کے  
لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور پیش کرو!"

"بہت اچھا صاحب! وہ تو میں نے فیاض صاحب پر اپنی چائے حرام کر رکھی ہے.... ورنہ

میرا صاحب تو حاتم طالی ہے.... اور وہ اس وقت غسل خانے میں ہے....!"

"کیا مطلب؟"

"فیاض صاحب کی موجودگی میں کچھی طرف والے زینوں سے آئے تھے اور جیسے ہی میں نے  
فیاض صاحب کی موجودگی کی اطلاع دی تھی غسل خانے میں ٹلے گئے تھے اب بھی وہیں مقیم ہیں!"

صدر جھنجلاہٹ میں جتلہ ہو گیا اور بڑھ کر غسل خانے کا دروازہ پیٹھ ڈالا، اندر سے صرف

کھنکار نے کی آوازیں آتی رہیں!

صدر دروازہ پیٹا ہی رہا آخر اندر سے جھلائی ہوئی آواز آئی!

”کیا اب میں بھی روئیں سناؤں؟“

”جی نہیں! باہر تشریف لائیے۔ وہ چلا گیا!“

عمران نے باہر نکل کر کہا۔ ”الحمد لله....“

”پسند نہیں آئی یہ بات!“ صدر نے نہ اسامہ بننا کر کہا۔

”پولیس والوں سے بات کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی غسل خانے میں بیٹھا رہے۔“

”دو مہمان بھی ہیں!“ سلیمان نے خشک لبجھ میں اطلاع دی۔

”مہمان!“

”جی ہاں!“

”ابے کیوں مذاق کرتا ہے! مہماںوں کے یہاں بھی کہیں مہمان آیا کرتے ہیں!“

”خود دیکھ لجھتے جا کر!“

عمران نے سوالیہ نظرؤں سے صدر کی طرف دیکھا۔

”راجیل نام ہے۔ سردار گذھ کے مضافات سے آیا ہے! ایک ٹرینڈ قشم کا بندر بھی ساتھ ہے!“

”اللہ بڑی قدرت والا ہے!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اوہ بلواد کی میزبانی بھی

میرے لئے مقدر کر سکتا ہے.... ٹھیے....!“

وہ مردہ چال سے ڈرائیکٹ روم نک آیا۔

بندر نے اسے دیکھ کر حلقت سے عجیب سی آواز نکالی اور پاپ کو سامنے والی میز پر احتیاط سے رکھ کر عمران کی طرف بڑھا۔

عمران اُسے بچگانہ انداز میں دیکھے جا رہا تھا!.... بالکل بچوں کی سی آنکھیں ہو رہی تھیں!

حیرت اور سرست میں ڈوبی ہوئی آنکھیں....!

بندر پہلے تو اسے چاروں طرف سے سونگھتا پھرا۔ پھر ایک سرست بھری چکار کے ساتھ اچھل کر اس کی گود میں جا چڑھا۔

”برخوردار.... برخوردار....!“ کہتا ہوا عمران اس کی پیچھے سہلارہا تھا۔

بندر نے اپنی تھو تھنی اس کے گال پر اس طرح رکھ دی جیسے پیار کر رہا ہو....!

جوزف رونے کے سے انداز میں اپنی مادری زبان میں کچھ بڑوارہا تھا۔

”آبے تو کیوں مرا جاہرا ہے.... میرا منہ چوم رہا ہے یا تیرا....“ عمران نے بندر سمیت اس کی طرف مڑ کر کہا۔

جوزف نے چینی ماری اور گرتا پڑتا ہاں سے بھاگ لکلا۔ سلیمان بے خاشاہیں رہا تھا۔ ”راجیل سے صدر نے عمران کا تعارف کرایا....“

”تشریف رکھئے.... تشریف رکھئے....!“ عمران بولا۔ ”اور اب برخوردار کے اظہار محبت سے مجھے نجات دلائیے....!“

”میں کیا کر سکتا ہوں جتاب اس سلطے میں!“ ”یا مطلب؟“

”یہ آپ کا ہے.... آپ جانیں!“

”یار حرم الرحمین!“

”آپ تھہائی میں یہ کہانی سننا چاہتے ہیں یا یہیں سناؤں!“ ”خدا کی پناہ! کوئی کہانی بھی ہے!“

”جب ہاں.... میں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں!“ ”اچھا تو آئیے!“ عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

صدر اور سلیمان احتجانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تقریباً بیس یا پچیس منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی۔ عمران بے حد.... سنبھیدہ نظر آ رہا تھا۔

اس نے راجیل سے کہا۔ ”یہاں آپ کا قیام کرنا مناسب نہ ہو گا۔ میں کسی اچھے سے ہوٹل میں آپ کے ٹھہر نے کا انتظام کیے دیتا ہوں....!“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں!“

”دروازے پر پھر دیکھ ہوئی!“

”کم ان!“ عمران نے گوئی جیلی آواز میں کہا! اور فیاض کے مجھے کا ایک انپیٹر کرے میں داخل ہوا۔

”صاحب نے بلایا ہے!“ اس نے عمران کی طرف دیکھ کر دہقاںوں کے سے لبجھ میں کہا۔ ”آن سے کہہ دیتا.... مہمان آگئے ہیں....!“

”کون؟“ عمران کی آنکھیں اُٹل پڑیں!“  
 ”بھی.... بھی....!“ راجیل نے بندر کی طرف انگلی انداختی۔  
 ”صاحب! کیا میں اسی لئے پیدا ہوا ہوں!“  
 کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران کسی فکر مند ”والد بزرگوار“ کی طرح بڑھاتا رہا۔ ”ایک مردو“  
 ہے... روزانہ چھ بو تلیں... اُس پر بھی منہ سیدھا نہیں ہوتا... اور اب آپ تشریف لائے  
 ہیں۔ چلو اڑو!“  
 عمران نے بڑی بیزاری سے بندر کو الگ ہٹادیا... وہ اس کی گود سے اتر کر پھر اسی پر جا  
 بیٹھا جس پر پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اُب اُسے غصیل نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دفتہ بندر نے پاپ  
 کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دیا سلائی بھی ساتھ ہی انداختی اور پاپ کو سلاکا نے گا!“  
 ”پروردگار... کیا میرا بیٹا بالکل ہی غرق ہونے والا ہے۔“ عمران گرگڑایا... ”صاحب  
 زادے تمباکو سے بھی شوق فرماتے ہیں!“  
 ”کیپشن کا تمباکو!“ راجیل اس کی حالت سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔  
 ”اُرے پاپ رے!“ عمران نے دونوں ہاتھوں سے کلیجہ قحام لیا۔  
 پھر صدر کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے! صدر تو اسی لئے زک ہی  
 کیا تھا...!  
 دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے جیب سے ایک لفافہ نکلا اور صدر کی طرف بڑھا دیا۔  
 صدر نے لفافے سے خط نکال کر پڑھنا شروع کیا لیکن اس کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے  
 کچھ پلے ہی نہ پڑ رہا ہو!“  
 آخر کار عمران سے اس نے کہا۔ ”میری تو کبھی ہی میں نہیں آیا۔“  
 ”ان صاحب زادے کو یہ بندر ”کوہ سراں“ کے ایک غار سے ملا تھا... اور یہ خط انہیں بندر  
 نے ہی دیا تھا!“  
 ”لیکن خط لکھا کس نے تھا؟“  
 ”اُسے میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں! پتہ نہیں کس نے کب کی کسر نکالی ہے۔“  
 ”لکھنے والے کو کم از کم اپنانام تو لکھنا ہی چاہئے...!“

”مناسب بھی ہے کہ آپ میرے ساتھ چلے چلیں!“  
 ”اگر یہ بات ہے تو دوار نہ لے کر آؤ!“  
 ”عمران صاحب...!“  
 ”تمہارے صاحب آج کل بہت ادا رہتے ہیں! مجھے اس کا احساس ہے! لیکن میں فی الحال...!“  
 عمران خاموش ہو کر بندر کی پیچھے سہلانے لگا، جواب بھی اس سے چمٹا ہوا تھا!“  
 ”آپ خسارے میں رہیں گے....!“  
 ”ویسے ہی کون سی کوٹھیاں کھڑی کراں ہیں!“  
 ”تو آپ نہیں چلیں گے...!“  
 ”اُرے کوئی چودھراہٹ ہے ان کی کہ جب چاہا پکڑ بولیا... میں آپ جائیے، آپ کی بہت  
 عزت کرتا ہوں!“  
 ”اچھی بات ہے!“ اسکرٹ نے کہا اور باہر چلا گیا۔  
 صدر بولا۔ ”اب مجھے بھی اجازت دیجئے!“  
 ”آپ کی تشریف آوری کا مطلب!“  
 ”جی بس.... یونہی... یہ اطلاع دینی تھی کہ گاڑی سچ مچ گیرانج میں پہنچ گئی!“  
 ”الحمد للہ!“  
 کچھ دیر تک خاموشی رہی... پھر عمران نے سر انداخ کر صدر کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”آپ  
 تشریف نہیں لے گئے ابھی تک!“  
 ”اس مہمان کے بارے میں کچھ جانا چاہتا ہوں...!“ صدر لے بندر کی طرف اشارہ کیا۔  
 ”اس کے بارے میں آپ کیا جانا چاہتے ہیں!“  
 ”کیا پہلے سے بھی اس سے یادِ اللہ تھی!“  
 ”جب عالی... فی الحال میری کبھی میں نہیں آ رہا کہ آپ کو کیا جواب دوں!“  
 ”یہ جس انداز میں آپ سے چمٹا ہوا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے!“ صدر نے کہہ کر  
 راجیل کی طرف دیکھا اور راجیل نے عجیب انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی اور عمران سے  
 بولا۔ ”ایک بات اور... یہ بیکر کی تمنی بو تلیں روزانہ پیتا ہے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔ پھر یک بیک زور سے ہنس پڑا۔ صدر نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”جوڑ سے اس کا جوڑ الگادوں گا“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”اگر چیزیاں گھروالوں کی خدمت میں پیش کر دیں تو کیا حرج ہے؟“

”نہیں.... نہیں.... نہایت شاکست اور معاملہ فہم بندر ہے، لیکن کا ایک سکول کھول کر اس کو ہینڈ ماسٹر بنادوں گا!“

”پہلے فیاض کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے! پہلے نہیں کیا چکر ہے!“

”فیاض کے ساتھ صرف ایک ہی چکر ہے۔ اور اسی چکر میں کسی دن مارا جائے گا....“

”آخر بات کیا ہے....؟“

”بات مجھے معلوم ہوتی تو تمہیں ضرور بتا دیتا!“

دفتہ باہر سے پولیس کی گاڑی کے سائز کی آواز آئی۔

”میرا خیال ہے کہ فیاض نے کوئی سخت قدم اٹھایا ہے!“ صدر چونک کر بولا۔

عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جبکش دی اور وہ دونوں پھر ڈرائیور روم میں واپس آگئے! بندر بدستور پاپ لیے بیٹھا تھا اور راحیل کری میں شم دراز اوٹھ رہا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور عمران کی اجازت سے کیپشن فیاض نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا....!

## O

فیاض کے تیور بہت نہ رے تھے! ایر جنگی اسکوڑ کے ساتھ آیا تھا لیکن کمرے میں تنہا ہی داخل ہوا تھا۔

عمران صدر سے کہہ رہا تھا۔ ”تم راحیل صاحب کو شہر دکھادو۔ میری نو شیر نکال لینا۔ میں ذرا مصروف ہوں ورنہ میں ہی دکھاتا۔“

صدر اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی راحیل بھی اٹھ گیا۔ عمران نے اپنی گاڑی کی کنجی صدر کو دیتے ہوئے کہا۔ ”میں چالیس کی رفتار سے زیادہ نہ چلانا بعض اوقات را کٹ ہو جاتی ہے!“

وہ دونوں باہر نکل گئے....!

فیاض نے بندر کو تفر آمیز نظروں سے دیکھا اور عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”اس حرکت کا مطلب....!“

”اب بندر نچاؤں گا.... پیشہ علمی میں کیا رکھا ہے۔“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم وہاں سے ہاگ کیوں آئے تھے؟“

”وہاں سے....!“ عمران کے لمحے میں حیرت تھی!

”تم قئے نہیں سکو گے! نہایت کن فنگر پرنٹ سیکشن کے حوالے کر دی گئی ہے!“

”چرس پینے لگے ہو کیا؟۔“

”عمران!“

”جاو..... تم اس وقت نئے میں معلوم ہوتے ہو۔!“

”اپھا تو پھر وارثت کی نوبت آنے والی ہے!“ صدر کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے۔!

”اسی حد تک تاکہ اُس نے مجھے ڈنہم لاج کے پاس چھوڑ دیا تھا!“

فیاض کچھ نہ بولا! خاموشی سے عمران کو گھوڑا تارہا تھا....!

”کیپشن فیاض.... تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہئے! ورنہ شاید.... تم بھی بوڑھے ہی کی

لرج ذبح کر دیئے جاتے....!“

”تمہیں علم کیوں نکر ہوا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔!“

”یار وہ تو محض اتفاق تھا..... نہ میرے دوست کی گاڑی کا نجی بے تکی آواز نکالتا اور نہ میں

اڑی وہاں رکو اتا....!“

”تم وہاں رک کیوں گئے تھے....?“

”دوسرے دوست کی گاڑی سے فاکنہ اٹھانے کے لئے....!“

”جہنم میں جھوٹکو.... کیا تم میرے کہنے کے مطابق بیان نہ دو گے۔!“

”عقل کے ناخن لو فیاض.... کیا وہ لڑکی.... اس پر آمادہ ہو جائے گی۔!“

”میں اسے آمادہ کرلوں گا....!“

”شامِ تمہیں.... گھاس گھاگئی ہے....!“

پیر کی سر بند بوٹل تھی..... بوٹل کھلتے ہی جوش کھاتا ہوا جھاگ ابل پڑا۔  
”یہ کیا بلا ہے....؟“ فیاض نے اسے پیر پنیت دیکھ کر کہا۔  
”تم لوگ رومان لڑاتے پھرتے ہو.... اور مجھ پر اللہ ایسی بلا میں نازل کرتا ہے....!“  
”یہ تمہارا مہمان کون ہے....؟“  
”مہمان صرف مہمان ہوتا ہے.... اس کا اور کوئی نام نہیں....“  
”خیر..... ہاں تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ بعض دشمنوں کے ذر سے وہ مجھے اپنے ساتھ  
ایرپورٹ لے جانا چاہتی ہے....“  
”اس سفارت خانے میں ان دونوں کی کیا حیثیت تھی!“  
”سفیر کے مہمان کی حیثیت سے مقین تھے!“  
”ہوں تو یہ ان کا بخی معاملہ معلوم ہوتا ہے ورنہ سفارت خانہ باضابطہ طور پر وزارت خارجہ  
سے مد کا طالب ہوتا..... لیکن فیاض صاحب آب وہ بخی معاملہ نہیں رہے گا....!“  
”کیا مطلب؟۔“  
”وہ لڑکی کوئی ایسا بیان دینے پر آمادہ نہ ہو گی جسے تم پسند کرو!“  
”وہ ہم ہے تمہارا....“  
”کوشش کی تھی تم نے....؟“  
”فی الحال اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔“  
”یہ تمہارا وہ ہم ہے۔“  
”کیا مطلب؟۔“  
”میرے اندازے کے مطابق وہ پروفیسر گرین کی بیٹی نہیں ہو سکتی!“  
”اندازے کی بنیاد....؟“ فیاض نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔  
عمران کچھ نہ بولا..... وہ بندر کی طرف دیکھ رہا تھا..... بندر نے بوٹل خالی کر دی تھی اور اب  
دوبارہ پانپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔  
اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلاتا ہوا فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔  
”میں نے پوچھا تم کس بناء پر کہہ رہے ہو کہ وہ پروفیسر کی بیٹی نہیں ہے....!“

”تم وقت ضائع کر رہے ہو.... تمہیں میرے کہنے پر عمل کرنا ہی پڑے گا.... ورنہ بڑی  
زحمت میں پڑ جاؤ گے....!“  
”اتنے میں پھر کسی نے دروازے پر دستک دی!  
”کم ان....!“ عمران اوپھی آواز میں بولا۔  
ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا اور بندر کو دیکھ کر ٹھنک گیا۔  
”ورنے کی ضرورت نہیں.... نہایت شاکت بندر ہے....“ ”عمران بولا۔  
آنے والے نے تمہارا کاغذ فیاض کو دیتے ہوئے کہا۔ ”رپورٹ ہے جناب....!“  
فیاض نے کاغذ کی جہیں کھول کر اس پر نظر جاوی اساتھ ہی اس کے چہرے پر مایوسی کے  
آثار نظر آئے اس نے آنے والے سے کہا۔ ”تم جاسکتے ہو!“  
پھر اُس نے عمران کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کچا جبائے گا۔  
”نامی گن پر انگلیوں کے نشانات نہیں ملے....“ ”عمران سر ہلا کر بولا۔ ”رپورٹ بھی کہہ  
رہی ہے نا....! الہاب نے سرے سے گفتگو شروع کرو!“  
فیاض کے چہرے کے تیکھے نووش ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے۔ آخر اس نے بھراں ہوئی آواز  
میں کہا۔ ”تم نے ایسے حالات میں ہمیشہ میری مدد کی ہے!“  
”لیکن تمہارے انداز فکر سے کبھی متفق نہیں ہوا!“  
”پلوہیں سہی آب بتاؤ میں کیا کروں.... اُسے یقین طور پر قتل ہونا تھا۔ اسی لئے تو لا کی  
میرے ساتھ ایرپورٹ جانا چاہتی تھی!“  
”مل کیسے تھی۔ کس نے تعارف کرایا تھا۔ بات دوستی ہی کی ہو سکتی ہے، تھی تو تم ضابطے کی  
کارروائی کیے بغیر اسے ہی آف کرنے جا رہے تھے!“  
”پچھے دونوں پسلے وہ مجھے ایک تائب کلب میں ملی تھی!“  
”وہ.... کیا کہتے ہیں اسے.... خاصی دیدہ زیب ہے!“  
”اُس کے حسن کی تعریف سننے نہیں آیا.....“ فیاض پھر جھنگلا گیا۔  
بندر سوٹ کیس کھول کر کچھ تلاش کر رہا تھا.... آخر اس نے کپڑوں کی تہوں کے نیچے سے  
ایک بوٹل اور کراون کارک کھولنے کی کنجی نکالی۔

”پاپی... پاپی... باس... ایسے وقت پاپی... کام... م... مم... نہیں لیتے...“  
 ”کیسے وقت!“ عمران آنکھیں نکال کر دہڑا۔  
 ”بب... باس... مجھے سخلنے دو...!“  
 ”ابے پاپی نہیں لایا...“ عمران پھر سلیمان کی طرف مڑا۔  
 ”اہمی تو سالے کے لئے دروازہ کی شیشی بھی لانی پڑے گی۔“ سلیمان بھنا کر بولا اور پیر پختا چلا گیا۔  
 ”دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو باس... مجھے پاپی نہیں چاہئے!“ جوزف روتا ہوا بولا۔ اہمی تک وہ خود پر قابو نہیں پاس کا تھا۔  
 ”تو اس کے بغیر نہیں بتائے گا۔“  
 ”نہیں باس...!“  
 ”اچھا تو لے...!“ عمران نے زور دار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر کے چھپنی چڑھادی۔  
 ”اے... اے... میں پاپی لارہا ہوں۔“ باہر سے سلیمان کی آواز آئی۔  
 ”نہیں چاہئے...!“ عمران نے کہا اور جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 جوزف اب بھی منہ پھاڑ پھاڑ کر اپنی گریبی زاری میں بریک لگانے کی کوشش کیے جا رہا تھا۔  
 ”اے یوں نہیں... بوٹی ٹھونس دوں تیرے مند میں...!“  
 ”ہاں باس...!“  
 عمران نے تجھی الماری سے بوٹی نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ جوزف نے جلدی جلدی کئی لمبے گھونٹ لیے اور آدھی بوٹی صاف ہو گئی...!  
 دفتہ باہر سے سلیمان کی آواز آئی۔ ”اور یہ سالا یہاں باور پی خانے کا معائدہ کر رہا ہے!“  
 ”کون...!“ عمران نے اوپھی آواز میں پوچھا۔  
 ”بندر...!“  
 ”بندر سے... سلیمان ادب سے... اتنا شاکستہ بندر خالص بندر نہیں ہوتا... پروفیسر بندر کہو...!“

”بن معلوم نہیں ہوتی... فیاض تم کسی بڑی مصیبت میں پڑنے والے ہو! لہذا تمہاری رپورٹ بالکل صحیح ہونی چاہئے!“  
 ”تم نقچ لکھنا چاہئے ہو!“ فیاض نے پھر آنکھیں نکالیں۔  
 ”فیاض ہوش میں آ جاؤ...!“  
 فیاض کا مودہ تبدیل ہوتا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آخر عمران نے کہا۔ ”تم پہلے اسے میرے بیان پر صاد کرنے کو تیار کرلو... پھر میں انکار کروں تو گردن اڑا دینا...“  
 فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھی بات ہے! میں... دیکھتا ہوں...!“  
 فیاض چلا گیا۔  
 عمران بڑی مسکین سی صورت بنائے بندر کو دیکھ رہا تھا۔ دفتہ اندر سے کسی کے دہازیں مار مار کر رونے کی آواز آئی اور عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں کرسی سے اٹھ گیا۔  
 رونے والا جوزف ہی ہو سکتا تھا۔  
 وہ اُس کے کمرے کے دروازے کے سامنے رُک گیا۔ جوزف میز پر سراوند حائے بے ہنگم سی آواز میں رورہا تھا اور سلیمان اس کے قریب کھڑا بوكھلائے انداز میں کہے جا رہا تھا۔  
 ”اے... اے... اُدھماں کیا کہیں سے کوئی نبی خبر آئی ہے زبان سے بھی تو کچھ بول...!“  
 عمران آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوا اور اشارے سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ سلیمان نے لا علمی کے اظہار میں شاونوں کو جبیش دی اور پھر جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 ”جوزف...!“ دفتہ عمران گرجا۔  
 ”یاہ... یاہ... یہ باس!“ جوزف چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا منہ پھیلا ہوا تھا لیکن اب آواز نہیں نکل رہی تھی البتہ موٹے موٹے قطرے اب بھی اس کے گالوں پر ڈھلک رہے تھے...!  
 ”کیا بات ہے؟“  
 ”تب... تب... تباہی باس...!“  
 ”کیا کوئی کافی چھپوندرا موز مرغ کے حلق میں ایکی دیکھ لی ہے...!“  
 ”بب... باس...“ وہ حلق چاڑ کر پنجھا اور پھر دہازیں مار مار کر رونے لگا...!  
 ”پاپی پلاو... اسے پاپی پلاو...!“ عمران نے سلیمان کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”ہاں.... بیٹھے.... حواس بجا ہوئے یا نہیں....!“  
”باس.... اسے نکال دو.... خدا کے لئے نکال دو....!“  
”سلیمان کو....!“

”نہیں باس.... وہ جو پاسپ پیتا ہے.... وہ جس نے این گاتا کی شاہی کرال میں چکلے بادلوں کے جنڈ کے جنڈ بھر دیتے تھے! وہ جو تباہی کا نشان ہے۔!

”یہ این گاتا کوں بزرگ وار تھے....!“

”این گاتا.... دریائے تاریک کے مشرقی کناروں کا مالک تھا.... پورے ایک ماہ کے بھر پر پھیل ہوئی تھی.... اس کی مملکت لیکن باس! صرف ایک رات میں اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا۔!“

”کب کی بات ہے؟“

”ڈیڑھ سو سال پہلے کی....!“

”اور تو نے آج مجھے اطلاع دی ہے۔ اتار دوں کھال....!“

”ہاں.... اسے مذاق میں نہ نالوں.... خدا کے لئے سمجیدہ ہو جاؤ۔!“

”سمجیدہ ہو جاؤ.... ابے میں دفن ہی ہو جانے کی سوچ رہا ہوں۔ ورنہ بیڑ کی تمیں بو تلیں کس کھاتے میں ڈالوں گا....!“

”کیسی تمیں بو تلیں؟۔“

”پاپ، ہی نہیں بیڑ بھی پیتا ہے۔!“

”تب تو گوشت بھی کھاتا ہو گا باس۔!“ جوزف نے بے حد خوفزدہ لمحے میں پوچھا۔

”پتہ نہیں.... یہ تو کھانے کی میز ہی پر معلوم ہو گا۔!“

”باس.... رحم تکھجے.... اپنے اوپر.... اسے نکال باہر تکھجے.... این گاتا کی کرال میں جو داخل ہوا تھا گوشت کھا رہا تھا....!“

”بندر۔?“

”ہاں.... باس.... اور اُسی وقت چکلے بادل....!“

”جوزف۔! اب یہ بکواس ختم کرو.... بندر میرے کسی نامعلوم دوست کی نشانی ہے....!“

”نامعلوم دوست....!“

”ہاں.... میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔ ناہل کی طرف سے میرا دوست تھا کہ داویہاں کی طرف سے... میں کچھ بھی نہیں جانتا... ایسی صورت میں کیا ہو سکتا ہے...؟“  
”باس یہ تمہارے کسی دشمن کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔!“

”لانے والے کا بیان ہے کہ ماہر موسیات بھی ہے!“  
”کون....؟“

”بندر....!“

”خدار حم کرے باس! تم اپنی سی کر کے ہی رہتے ہو.... لیکن میں.... موگوڑا کا بیٹا اب اس چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا۔!“

”چھت پر چلے جانا....“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”باس.... میں کہتا ہوں۔!“

”شش آپ.... اب ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ.... ورنہ گولی مار دوں گا۔!“

”آب تو تم مجھے مار ہی ڈالو باس.... لیکن یہ.... میں اس نحوست کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔!“

”ابے تیرے آگے پیچھے کون ہے جو تھے نحوست وغیرہ کی فکر پڑ گئی ہے۔!“

”میں پانچ بن کر زندہ نہیں رہنا چاہتا باس.... موت کی فکر کس کو ہے۔!“

”پانچ بن کر کیوں؟“

”اس دلقطے کے بعد این گاتا کے ہاتھ پیرہن شک ہو گئے تھے۔!“

”ابے اسے نوکے کی بیوی ہو گئی... اٹھے کی زردی چڑھادی جاتی سب ٹھیک ہو جاتا۔“

”اچھا باس.... تمہاری یہی سر خصی ہے کہ ہم سب پانچ ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔!“

”دفعتاً باہر سے بندر نے کچھ چیختے کی آواز آئی.... اور عمران جلدی سے دروازہ کھول کر کمرے سے نکل آیا.... سلیمان باور پی خانے کے قریب کھڑا بندر پر ڈنڈے بر سارہا تھا اور بندرا چھل کو د کراس کے وار خالی دینا ہوا دانت نکال کر چھیتے جا رہا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“..... عمران دہڑا۔

”سالا چڑا تھے مجھے....!“

”بندرا چھل کر عمران کی گود میں جا چڑا۔“

صحیح پر بادلوں کی ایک قسم کا تذکرہ تھا۔  
 ”اوہ.... آپ تو واقعی بڑے قابل معلوم ہوتے ہیں جناب!“ عمران نے کہا۔ ”لیکن یہ تمباکو  
 نوشی آپ کے پیچھے بناہ کر کے رکھ دے گی.... بیرون بھی ذرا کم پیا سمجھئے!“  
 بندر اس کی شکل دیکھتا ہا....!  
 ”کیا میں آپ کو الونگ رہا ہوں!“ عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔  
 اتنے میں فیاض آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ چہرے کارنگ اڑا ہوا تھا۔  
 آتے ہی ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ پھر بولا۔ ”تمہارا خیال صحیح تھا  
 .... وہ اس پر تیار نہیں!“  
 ”اب خود دیکھو.... اگر تم نے میرا بیان لے کر آگے بڑھا دیا ہوتا تو تمہارا خیال کیا ہوتا!“  
 ”اور اب کیا حشر ہو گا!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔  
 عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”جب عشق اول دوران معشوق پیدا ہو تو یہی گھپلے ہو جاتے ہیں!  
 لوٹنیا جھکلی ہو گی تمہاری طرف اور تم پر اٹھا ہو کر رہ گئے ہو گے.... یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ایسی کوئی  
 بات ہوتی تو سفارت خانہ باضابطہ طور پر حکماقی کاروانی کی درخواست کرتا۔ ان صاجزادی سے نہ  
 کہتا کہ فیاض کو چھانس لاو....!  
 ”تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟“  
 ”یہی کہ قتل سفارت خانے کی ایماء پر ہوا ہے اور لڑکی اس سازش میں شریک تھی!“  
 ”میرا تمہیں یاد نہیں کہ وہ دوسرا استہ اختیار کرنے کو کہہ رہی تھی۔“  
 ”دوسرے راستے پر بھی ہی ہوتا.... وہ تو بالکل ہی دیران رہتا ہے۔ بارش نہ ہو گئی ہوتی تو  
 وہ گولیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ہمارے قریب سے گزر جاتے اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ  
 پچتا۔ سڑک سنان ہو جانے کی بناء پر انہوں نے وہی کاروانی اطمینان سے کی۔ اب کیا کہتے ہو؟“  
 ”میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا....!“  
 ”اب میں تمہیں ایک مشورہ دے رہا ہوں!“  
 ”میا...؟“  
 ”لڑکی کو کسی طرح غائب کر دو!“

”کیا چڑاتا ہے؟“  
 ”مرچاڈ کھاتا ہے.... اور با تھر روم کی طرف اشارہ کرتا ہے!“  
 ”ہائی....!“ عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بندر کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔  
 ”فلسفی بھی معلوم ہوتا ہے.... تو سمجھا اس اشارے کا مطلب؟“  
 ”کیسا اشارہ؟“  
 ”بیک مرچے اور با تھر روم والا اشارہ!“  
 ”میں کیا سمجھوں!“ سلیمان کاٹ کھانے والے لجھے میں بولا۔  
 ”اس کا مطلب ہے کہ مرچے ہی کی وجہ سے تم لوگوں کو مختدے پانی کی ضرورت پیش آتی  
 ہے ورنہ تم لوگ بھی کاغذ ہی استعمال کرتے ہوئے....!“  
 ”مارڈاں کا سالے کو....!“ سلیمان پھر جھپٹا۔  
 ”بیٹھ بے.... اپنا کام کر.... ایک داشمند بندر دس نا معمول فلیفیوں پر بھاری ہوتا ہے۔  
 آج سے مرچے کا استعمال قطعی بند....“  
 ”ہاں اس سالے کی وجہ سے ہم مرچا چھوڑ دیں!“  
 ”سلیمان۔ بکواس بند.... جا اپنا کام کر....!“ عمران نے کہا اور پھر نشست کے کمرے میں  
 واپس آگیا۔  
 راحیل کا سوٹ کیس دیں پڑا تھا۔ عمران اُسے پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہا....!  
 بندر اس کی گود سے اتر کر پھر کرسی پر جا بیٹھا تھا.... عمران جیب سے چیو گلم کا پیکٹ نکال کر  
 چھاڑنے لگا۔  
 بندر بھی سوٹ کیس ہی کی طرف متوجہ تھا۔ دفتاؤہ کرسی سے اٹھ کر سوٹ کیس کے قریب  
 آیا اور اسے کھول کر اس کے اندر کچھ تلاش کرنے لگا۔ ! عمران خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔!  
 بندر نے سوٹ کیس سے ایک موٹی سی مجلد کتاب نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔  
 عمران نے آگے جھک کر دیکھا۔ ! کتاب موسیمات کے متعلق تھی۔  
 بندر نے کھڑکی سے اسے آسمان دکھاتے ہوئے.... کتاب اس کی طرف بڑھا دی اور پھر  
 کھلے ہوئے صفحے پر ایک جلد انگلی رکھ کر دوبارہ آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

”کیا مطلب؟“

”اس کے بعد تم اٹھینا سے اپنا بیان درج کر سکتے ہو۔!“

”کس قسم کا بیان؟“

”یہی کہ تم نہیں جانتے تھے کہ اُس کا تعلق کسی سفارت خانے سے تھا۔ اس نے تمہیں بتایا تھا کہ دونوں باب پیٹی بخڑ سیاہی بیہل آئے تھے۔ تم سے ملاقات ہوئی۔ تم لوگ آبیں میں کافی گھل مل گئے تھے۔ جب انہیں جانا ہوا تو تم نے خود ہی انہیں ایک پورٹ تک پہنچادیئے کی پیشکش کی تھی۔!“

”اس سے کیا ہو گا؟“

”فیاض!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ پھر نرم لمحہ میں کہا۔ ”اچھا تم تھوڑی دیر خاموش رہ کر اس مسئلے پر بھی غور کر لو!“

اس کے بعد وہ بندر سے کھینے لگا تھا۔ کئی منٹ گزر گئے۔ آخر فیاض کھنکا کر بولا۔ ”تمہاری بات میری سمجھ میں آگئی ہے لیکن یہ کوئی ممکن ہے۔!“

”بس دم نکل گیا۔ اے تو کیا ہم ہی لوگ رہ گئے ہیں تمہاری دھونس دھڑ لے کا شکار ہونے کے لئے۔!“

”عمران سنجیدگی سے سوچو۔!“

”فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا کہ تم کسی طرح اسے غائب کر دو۔!“

”اب وہ سفارت خانے کی عمارت میں ہے۔!“

”کہیں بھی ہو۔ یہ تو تمہیں ہی کرتا ہے۔!“

”قطعی ناممکن۔!“

”تو پھر تمہیں غائب ہونا پڑے گا۔!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ ”تم سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا ہو گا کہ اُس قیدی کا ہی بیان لے لیا ہوتا۔!“

”وہا بھی تک ہوش میں نہیں آسکا۔ ہسپتال میں ہے۔...“

”فیاض اتنا ہی کرو کہ وہ مر نے نہ پائے۔“

”اور اگر مر گیا تو۔!“

”اللہ مغفرت کرے گا۔!“ عمران سر پیانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔...!“

”سنو۔!“ عمران اٹھ کر اس کے قریب آیا اور آہستہ سے پوچھا۔ ”کیا بھی بھی نیچے ایک جنسی اسکواؤ کی گازی موجود ہے۔...!“

”نہیں۔...!“ میکسی سے آیا تھا۔!

”اچھا تو یہ لو!“ اچانک عمران نے ایک زور دار گونسہ فیاض کے بائیں کنپی پر جز دیا۔!

”ارے۔... ارے۔!“ فیاض نے اٹھا چاہا لیکن مدد کے مل فرش پر چلا آیا۔... عمران نے نیچے جھک کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

فیاض بے ہوش ہو چکا تھا۔... عمران نے طولیں سانس لے کر۔... جوزف کو آواز دی!

جوزف نے دروازے کے قریب آ کر کہا۔ ”باس پہلے اُس کو کمرے سے ہٹا دو۔!“

”اویخت۔... کیوں شامت آئی ہے۔“

”باس مجھ پر زخم کرو۔!“

”بب۔... باس۔!“

”جوزف۔!“

”اے کیا ہو گیا باس۔...“ جوزف نے کاپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”ابے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر۔!“

جوزف نے خوفزدہ نظروں سے عمران کو دیکھا۔ ایسا لگا جیسے عمران ہی اُسے کاٹ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو۔!

پھر اُس نے نہ کھک کر فیاض کو اٹھایا اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ عمران اس کے پیچے پیچھے چل رہا تھا۔

”اب اسے اپنی مسہری پر ڈال دے۔“ عمران بولا۔

جوزف نے فوراً تعیل کی۔... لیکن عمران سے ذرا بہت کر کھڑا ہوا۔

”اب تم یہاں سے رانا پلیس چلے جاؤ۔۔۔ یہ اسی کمرے میں بند رہے گا۔۔۔!“  
”باس۔۔۔ باس! تم ہوش میں ہو یا نہیں!“

”میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔ تجھے آخر ہو کیا گیا ہے؟“  
”باس میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“  
”کیوں۔۔۔؟“

”پہلے تو تم نے کبھی کسی پولیس والے پر ہاتھ نہیں انھیا تھا!“  
”اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ تو میں پاگل ہو گیا ہوں!“  
”خدا رحم کرے باس۔۔۔!“

”تیری دانت میں میرے سر پر تباہی کے بادل منڈار ہے یہیں!“  
”میرا یہی خیال ہے باس۔۔۔!“

”اچھا۔۔۔ اب تم کان دبا کر یہاں سے چلے جاؤ!“

”میرے حق میں یہی اچھا ہو گا باس۔۔۔ میں پاگل ہو جانے سے بہت ڈرتا ہوں۔!“  
”دفع ہو جاؤ۔۔۔“ عمران اُسے دروازے کی طرف دھکیتا ہوا لوٹا۔

”شکریہ باس۔۔۔ میں تمہارے لئے بھی دعا کروں گا۔!“  
”اچھی بات ہے۔۔۔ اب کھکو بھی یہاں سے۔!“

”تم پر خدا کی رحمت ہو۔!“ جوزف پاریوں کے سے انداز میں ہاتھ انداز کر بولا اور تیزی سے  
دوسری طرف ہڑ گیا۔  
کچھ دیر بعد عمران نے فیاض کی نبض دیکھی اور کسی سیال کا ایک انخلکشن دے کر پر اطمینان  
انداز میں سر کو جبتش دی!

پھر وہ ایکس ٹو کے مخصوص فون پر جو لیانا فنٹر واٹر کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف  
سے جواب ملنے پر اس نے اس سے پوچھا کہ وہ متعلقہ سفارت خانے کی عمارت سے واقع ہے یا  
نہیں۔!“

”میں جانتی ہوں جناب۔!“ دوسری طرف سے آواز آتی۔

”ایک لڑکی ہے ایسا اگر کین۔۔۔ سفارت خانے ہی کی کسی عمارت میں مقیم ہے۔ اس سے قابل

ڈنہم لاج میں تھی۔ اسے آج ایک حادث پیش آیا ہے اس نے حادث سے متعلق جو رپورٹ درج  
کرائی ہے اس کی نقل دو گھنٹے کے اندر اندر فراہم کرو۔“

”بہت بہتر جناب۔۔۔“

”نعمانی اور خاور ڈنہم لاج کی مگر انی کر رہے ہیں۔۔۔ وہ اگر کوئی رپورٹ دیں تو فوری طور پر  
مجھ تک پہنچائی جائے۔!“

”بہت بہتر جناب۔!“

”ویس آں!“ عمران نے کہہ کر سلسہ مقطع کر دیا۔!

جوزف کے کمرے میں آکر ایک بار پھر اس نے فیاض کی نبض دیکھی اور اسے دیں چھوڑ کر  
نشست کے کمرے میں چلا آیا۔ بندروں کیس پر بیٹھا ہوا اپنی پسلیاں کھجرا رہا تھا۔۔۔!

”اب آپ اپنی پسندیدہ خدا کے بارے میں کچھ فرمائیے!“ عمران نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”یقین فرمائیے ہر لمحہ بھی گمان گذرتا ہے کہ آپ اب بولے اور تب بولے۔!“  
بندروں سے اپنے اپنے جسم کے مختلف حصے کھجاتا رہا۔

”عمران نے مغموم انداز میں سر کو جبتش دی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا!“  
مزید دو گھنٹے اسے فلیٹ ہی میں گزارنے تھے! لڑکی کے متعلق رپورٹ ملے بغیر وہ کوئی قدم  
نہیں اندازنا چاہتا تھا!

ٹھیک چار بجے بندروں نے سوٹ کیس سے ایک چارٹ نکال کر عمران کے حوالے کیا۔

چارٹ کے مطابق یہ بندروں کی چائے کا وقت تھا۔ چائے کے ساتھ دو سلاں کیس اور ایک عدد  
سیب دینے جانے کی ہدایت دی تھی۔!

عمران بہت تیزی سے اپنے سر سہلانے لگا لیکن کچھ بولا نہیں!۔۔۔ سلیمان کو آواز نہیں دی  
تھی بلکہ خود پہنچ گیا تھا اور پی خانے میں۔۔۔ سلیمان چائے ہی کی تیاری میں صرف تھا۔  
”ایک عدد سیب اور دو سلاں کیس بھی!“ عمران نے کہا۔

”وہ پھر کا کھانا آپ نے ڈٹ کر کھلایا تھا پھر اتنی جلدی سلاں کیس اور سیب کی ضرورت کیوں  
پیش آگئی! شام کو آپ صرف چائے پیتے ہیں!“

”بجٹ نہیں۔۔۔ ورنہ تجھے بندروں کو پاور بیجی بنا دوں گا۔!“

بھار پا تھا۔ پھر جو لیانا فیض و امیر کی کال آئی تھی۔

اس کی روپورٹ کے مطابق ایسا اکریں کا بیان فیاض کے لئے اور زیادہ پریشان گن ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ اس نے فیاض کو آج پہلے بیل دیکھا تھا اور اس کے متول باپ نے آج ہی دونوں کا تعارف کر لیا تھا وہ نہیں جانتی کہ ان دونوں کی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کو کسی قسم کا کوئی خدشہ لاحق تھا۔ وہ پیرود جانے کے لئے ایسے روپورٹ جاری ہے تھے کہ راستے میں یہ حادثہ پیش آیا!

”اب بیٹا..... ناپتے پھر دیکھ کر پڑھ لجھ میں بڑھ لیا۔۔۔ فیاض ابھی تک بے ہوش پڑا تھا!

و فتحاں کال بل کی آواز سے پورا فلکٹ گون اٹھا۔۔۔!

عمران بڑی پھرتی سے کمرے سے نکل کر اس کا دروازہ بند کرنا ہوا ذرا سُرگ روم میں داخل ہوا۔ سلیمان بھی اسی وقت وہاں پہنچا تھا۔۔۔ عمران نے اسے اشارہ کیا کہ وہ دروازہ کھول کر دیکھے۔۔۔ کون ہے؟ دروازہ کھلتے ہی عمران کی نظر فیاض کے ایک ماتحت پر پڑی!

”فرمائے جناب۔۔۔!“ عمران نے لپک کر پوچھا۔

”ایں پی صاحب تو یہاں نہیں آئے؟“

”دیر ہوئی۔۔۔ آئے تھے۔۔۔ کوئی دو گھنٹے پہلے کی بات ہے!“

”یا آپ کو علم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟“

عمران گھر پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔۔۔ ”اس وقت تو وہ اکثر سنو بھی جیسا کرتے ہیں۔ ممکن ہے وو گئے ہوں!“

”گھر تو نہیں ہیں!“

”تب پھر کہیں اور جاؤئے ہوں گے۔!“

”برواہ کرم اگر وہ آئیں تو انہیں ذی جی صاحب کی طلبی کی اطلاع دے دیجئے گا۔!“

”اچھی بات ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

آفسر چلا گیا اور عمران پھر جو زب کے کرنے میں واپس آیا۔ فیاض کی نیض ہاتھ میں لے کر کچھ دیر گھر پر نظر جائے رہا۔ پھر پانچ یا چھ منٹ بعد اس کے دوسرا نے بازو پر ایک اور انگلشن دیا

”بھج گیا۔۔۔ اس سالے کی مدارات ہو رہی ہے۔ پاپ پیتا ہے تو انہا مرغی بھی اڑاتا ہو گا!“

”سلیمان۔۔۔ کیوں شامت آئی ہے؟ وہ شب تار کا پچ تو بھاگ گیا۔ اب شاید تیری باری سنجھ جا۔۔۔!“

”بندروں کی خدمت مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔۔۔ سمجھے جناب۔!“

”ابے تجھے تو مکھیوں کی بھی خدمت کرنی پڑے گی اگر مجھے تباہ آ جیا!“

استے میں بندر پھر عمران کے قریب آپنچا اور سلیمان کو دھانت دکھانے لگا!

”تجھ سے بھی ماں معلوم ہوتا ہے۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”کیوں نہ ہو! میرا ہی تو چیزاد بھائی ہے۔!“

”ابے تو عورتوں کے سے انداز میں کیوں بولنے لگا ہے۔“

”کھانا پکتے پکاتے اور کیا حشر ہو گا۔!“

”آج کل میرا کون سا سوٹ زیر استعمال ہے؟“

”سر می ٹیڑوں والا۔“ سلیمان نے بیزاری سے جواب دیا۔

”اور میں نے اسے ایک بار بھی نہیں پہننا!“

”پہنچنے ہوتے تو میں کیوں پہنتا۔!“

”یا؟“

”اترنا پترن سے مجھے دل چھپی نہیں۔!“

”ابے بندر۔۔۔ اسے نوج کھوٹ کر رکھ دے۔ مجھے غصہ آنے میں دیر لگے گی۔۔۔!“

عمران نے بندر سے کھا اور بندر نے بھر دھانت نکال کر سلیمان کو بچکی دی۔

”دیکھوں گا بیٹا۔۔۔ اگر دو دن بھی یہاں رہے گے!“ سلیمان نے بندر کو گھونسہ دکھا کر کھا اور

عمران سے بولا۔ ”آج بندر والا مہماں ہوا ہے۔۔۔ کل کوئی رپچھ والا آئے گا۔۔۔ آپ اپنی

پوزیشن کا خیال تو رکھا کجھ۔۔۔!“

”سلیمان۔۔۔ یہاں سب نا بد ان کے کیڑے ہیں کسی کی کوئی پوزیشن نہیں!“

”اب فلسفہ نہ گھماریے۔۔۔ ورنہ مجھے دال گھمارتے شرم آئے گی!“

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہا گیا! قریب قریب ذیڑھ گھنٹے تک وہ اسی قسم کی فضولیات میں

اور کری ہجھنگ کر مسہری کے قریب بیٹھتے ہوئے جیب میں چیو ٹکم کا پکٹ تلاش کرنے لگا۔  
پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر فیاض کو ہوش آگیا تھا۔

اس نے پہلے تو آنکھیں پھانز پھانز کر چاروں طرف دیکھا تھا پھر بوكھلا کر انٹھ بیٹھا تھا اور اس کے بعد آپے ہی سے باہر ہو گیا تھا۔

گھونسہ تان کر عمران پر چھپنا۔۔۔! عمران ہوشیار نہ ہوتا تو پتھی گیا تھا۔ پھر جو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھاگ دوز شروع ہوئی ہے تو بھونچال سا آگیا۔ فیاض حملے پر حملے کر زہا تھا اور عمران خود کو بچاتا ہوا وہ سب کہتا جا رہا تھا جو اسے اس وقت کہتا چاہئے تھا۔ ساتھ ہی بندرنے بھی چننا شروع کر دیا تھا اور سلیمان ایک گوشے میں کھڑا ہبھتے ہے بیدم ہوا جا رہا تھا۔ عمران نے فیاض کو تحکما دا احتی کہ وہ ایک آرام کری میں کر کر ہائپنے لگا۔

”میں نے تم پر احسان کیا ہے! کیپن فیاض! تم جلد ہی محسوس کرو گے۔“ عمران سنجیدگی سے بولا۔ ”لڑکی نے جو بیان دیا ہے اگر تمہاری موجودگی میں دیتی تو تمہارا ہدایت فلیور ہو جاتا۔“  
”کیسا بیان؟“— فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

”یو اگرین کامیابا۔۔۔!“ عمران نے کہا اور جولی کی روپورٹ دہراتا ہوا بولا۔  
”اچاک یہ بیان تمہارے سامنے آتا تو جواب میں تم کوئی کہانی بھی نہ گھر بیاتے۔“  
”لیکن اس نے ایسا بیان کیوں دیا؟“—

”یہ تو وہی بتا سکے گی سو پر فیاض!۔۔۔ اور پندرہ بیس منٹ پہلے تمہارا ایک ماتحت آفیر ڈائریکٹر جزل صاحب کے حضور طلبی کی اطلاع دے گیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”تمہیں تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔ میں نے کہہ دیا ہے سے تشریف لے جا چکے ہیں! اس نے کہا اگر تشریف لا میں تو عرض کر دیجئے گا کہ ڈائریکٹر جزل صاحب نے انہیں بہت دنوں سے دیکھا نہیں۔۔۔!“

”اگر تم بچ کرہے رہے ہو۔ تو۔۔۔!“

”بالکل بچ کرہا ہوں۔۔۔ اب یہ بتاؤ کیا تم لڑکی کے بیان کی تردید کرو گے!“  
”یقیناً!“

”کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا تمہاری بکواس پر!“  
فیاض چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!“  
عمران خاموش ہی رہا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد فیاض نے کہا۔ ”بھجھ میں نہیں آتا کہ رحمان صاحب نے کیوں طلب کیا ہے۔۔۔!“

”کوئی اونچے ہی قسم کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔۔۔!“  
”مگر میں ان سے کہوں گا کیا۔؟“

”یہی کہ پندرہ دن پہلے صرف متول تمہیں کسی نائنٹ کلب میں ملا تھا۔ شراب کے نئے میں رہت تھا اور تم سے درخواست کی تھی کہ اسے ڈیشم لاج تک پہنچادو۔ دوسری رات پھر ملا اور تم نے اس کی خیریت پوچھی اس وقت نئے میں نہیں تھا اور جب تم نے اسے بتایا کہ پچھلی رات تم ہی اسے ڈیشم لاج چھوڑ آئے تھے تو اس نے بڑی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔ پھر نائنٹ کلب میں ہر شام اس سے ملاقات ہوتی رہی تھی۔ پچھلی رات اس نے تمہیں بتایا کہ وہ دوسرے دن پیر وٹ جا رہا ہے! اور اس کی خواہش ہے کہ تم ہی اسے اور اس کی لڑکی کو ایسٹر پورٹ تک پہنچادو اور اس طرح پچھلی رات ہی کو تمہیں اس کی کسی لڑکی کے وجود کا بھی علم ہوا۔“

عمران اسے آنکھ مار کر خاموش ہو گیا۔ فیاض گھری سوچ میں تھا۔  
کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

”ایوا کی روپورٹ میں تمہارا نہ کہہ تو نہیں!“  
”اللہ کا شکر ہے کہ مجھ پر اس کی نظری نہیں پڑی!“  
”کیا مطلب؟“

”میرا ذکر نہیں ہے اس کے بیان میں!“ عمران محمدی سانس لے کر بولا۔ تم بھی اس کا خیال رکھو گے کہ میرا ذکر نہ آنے پائے اس سلسلے میں! خصوصیت سے قبل والد صاحب مدظلہ، کے سامنے مختار رہنا۔!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ چھرے سے بہت زیادہ فکر مندی عیاں تھی! کچھ دیر بعد اٹھتا ہوا بولا۔  
”کچھ بھی ہو! میں تم سے اس حرکت کا بدلہ ضرور لوں گا۔!“

دروازہ کھولنے والا تھیر انداز میں پیچھے ہٹا چلا گیا۔  
وہ کرسی پر گر کر کراہنے لگی اور دروازہ کھولنے والا صورت سوال بنا س کے سامنے کھڑا رہا۔  
”پانی....!“ جولیا بدقت بولی اور وہ تیزی سے با تھر روم کی طرف گیا۔ جولیا نے اس کی عدم موجودگی میں اپنی حالت کچھ اور زیادہ سیم بنا لی۔  
وہ گلاس میں پانی لایا اور جولیا ایک ہی سانس میں پورا گلاس صاف کر گئی۔  
وہ خالی گلاس با تھر میں لیے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔  
”مم.... میں پناہ چاہتی ہوں....!“ جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔  
”آپ یہاں خود کو محفوظ سمجھئے!“ نوجوان بولا۔  
جولیا نے اسکے لمحے میں بڑی شائقگی محسوس کی۔  
تحوڑی دیر تک وہ کچھ اس قسم کی ایمنگ کرتی رہی جیسے چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے میں دشواری محسوس کر رہی ہو.... پھر آہستہ سے بولی  
”میں تمہاری شکر گزار ہوں گی اگر مجھے کچھ دیر یہاں ٹھہر نے دو۔!  
”جب تک جی چاہے ٹھہر یے....!“ وہ دوسری کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا اس کے چہرے پر  
حیرت کے آثار گھبرے ہی ہوتے جا رہے تھے۔  
جولیا کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔ ”بپش اوقات ایسے لوگوں سے یقیناً گھرے صدمات پہنچتے ہیں جن پر بہت زیادہ اعتقاد کیا جائے۔“  
”جی ہاں.... یہ تو ہے۔!  
جولیا سوچ رہی تھی کہ سید حاسد اس آدمی معلوم ہوتا ہے! اس کی آنکھیں عجیب ہی ہیں....  
ایسا لگتا ہے جیسے بیداری میں کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔!  
”آپ کو میری وجہ سے زحمت تو نہیں ہو رہی!“ جولیا نے پوچھا۔  
”تھی نہیں.... قطعی نہیں.... کوئی نہیں.... میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ بیکاری پڑا  
ہوا تھا.... دیسے یہاں کے لوگ عجیب ہیں.... جن صاحب کا مہمان تھا انہوں نے اپنے گمرا  
ٹھہر انے کی بجائے یہاں بھجوایا ہے....!  
”واقعی بڑی عجیب بات ہے۔.... جولیا نے کہا۔ ”کوئی بد مزان اور خلک آدمی ہو گا۔!  
جولیا نے تیزی سے دروازہ چھپھایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔

”اگر میرا وہ بھر پورا تھا تمہاری کنٹی پرنہ پڑتا تو اس وقت تم معطل ہوتے کیپن فیاض۔!  
فیاض مزید کچھ کہے بغیر فلیٹ سے باہر نکل گیا۔  
تحوڑی ہی دیر بعد پھر کسی نے دروازے پر دستک دی! یہ ٹیلی فون کے ملکے کا کوئی آدمی  
تھا.... اس نے کہا کہ لا مکن تو نھیک ہے آپ ٹیش ہی میں کوئی خرابی ہو سکتی ہے۔  
”تو جتاب عالی....! آپ ٹیش ہی چیک کر لیجئے!“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔  
یہ فون صح سے خراب تھا۔ ملکے کے آدمی نے آپ ٹیش ہی میں خرابی دریافت کر لی اور دس  
منٹ میں اسے نھیک بھی کر دیا۔

چلتے وقت اس نے عمران کو ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا۔ ”بھلی سے متعلق ساری ضروریات  
اک پتہ پر مل سکتی ہیں۔ بذا کرم ہو گا اگر آپ اس دوکان کو یاد رکھیں!“  
”ضرور یاد رکھوں.... انشاء اللہ....!  
O

رات کے دس بجے تھے.... جولیا نافٹنر واٹر کی کارڈ ایک سنسان سڑک پر فرانٹ بھر رہی تھی۔!  
ایکس ٹو سے ہدایت ملی تھی کہ وہ راجل نامی ایک آدمی کے بارے میں چھان میں کرے جسے  
صفدر نے پیر اماڈٹ ہوٹل میں ٹھہر لیا ہے۔ کمرے کا نمبر اور اس کا حلیہ ایکس ٹو نے اسے بتایا  
تھا.... جولیا سوچ رہی تھی کہ چھان میں کا طریقہ کیا ہونا چاہئے....!  
کیا صدر خود ہی اس کے بارے میں ایکس ٹو کے لئے معلومات فراہم نہیں کر سکتا تھا....!  
پیر اماڈٹ چکنچ کر وہ رہائش کروں کی طرف جل پڑی۔ راجل کرہ نمبر ایکس میں مقیم تھا۔  
دروازہ اندر سے بند تھا۔ پاہر ریک پر کنجی نہیں تھی! اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اندر موجود  
ہے۔ جولیا پنڈ لمحے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔  
”کون....؟“ اندر سے آواز آئی۔  
جولیا نے تیزی سے دروازہ چھپھایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔  
”پلیز.... پلیز....“ کہتی ہوئی وہ اندر گھستی چل گئی!

”تم پرہ سمجھنا کہ میں کوئی فلرٹ ہوں۔“ اس نے کہا۔  
 ”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی نعمیات سوچنے کا۔“ راجیل جلدی سے بولا۔  
 ”تب پھر تم فرشتے ہی ہو سکتے ہو!“ جولیا مسکرائی۔  
 ”جب تک برائی کا پیلو سامنے نہ آجائے میں ہر آدمی کو اچھا ہی سمجھتے رہنے کا قابل ہوں۔!“  
 ”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔!“  
 ”اور میں نے آج تک دھوکہ بھی نہیں کھایا۔ میں میمکنہ خیر محمد تک دوسروں کی باتوں پر ایمان لے آنے والوں میں سے ہوں۔۔۔ اور اسی حماقت کے نتیجے میں آپ مجھے یہاں اس شہر میں دکھ رہی ہیں۔....!“  
 ”اچھا؟۔“ جولیا نے جبرت ظاہر کی۔  
 ”اب سوچتا ہوں تو فہی آتی ہے!“ راجیل جھپنی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا  
 ”کیا کوئی دل چسپ کہانی ہے۔?“  
 ”بہت دل چسپ۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو گھنٹی بندھ جاتی! وہ اسے کوئی بھوت سمجھتا۔“  
 ”تم تو میرا اشتیاق بڑھا رہے ہو۔...!“  
 ”اگر آپ جلدی میں نہ ہوں تو آپ کو بھی وہ کہانی سن سکتا ہوں!“  
 ”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔!“  
 راجیل اسے بذر کی کہانی سناتا ہے لیکن پہاڑ کی چوٹی پر نظر آنے والے دھونیں کی تصویر کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاتا۔ دھونیں کی تصویر کا تذکرہ تو اس نے عمران سے بھی نہیں کیا تھا۔  
 ”اور اس آدمی کا نام کیا ہے جس کے لئے بذر لائے ہو۔“  
 ”علی عمران۔۔۔!“ راجیل نے کہا اور پھر۔۔۔ اس نے عمران کا پتہ بھی بتایا۔۔۔  
 جولیا نے طویل سانس لی۔  
 ”وہ سوچ میں پڑ گئی۔ کیا ایکس نو نے محض عمران اور اس کی حماقتوں سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے لئے اسے اتنی رات گئے تکلیف دی ہے۔!  
 دفتار و ازے پر کسی نے دستک دی۔

”نہیں تو۔۔۔ ایسا تو نہیں ہے۔۔۔ البتہ صورت سے بالکل گاؤڈی معلوم ہوتا تھا۔۔۔ کم از کم اتنے خوبصورت چہرے پر اتنی حماقت میں نے کبھی نہیں دیکھی!“ جولیا کے کان کھڑے ہوئے اس جملے پر۔۔۔!

”خوبصورتی اور حماقت کو میں نے بھی کبھی کبجا نہیں دیکھا۔“ اس نے کہا۔ ”میں اس کا مہمان ہوں۔۔۔ لیکن اسے پہلے پہل دیکھا ہے۔۔۔!“

”آپ کی باتیں عجیب ہیں!“ جولیا دل آؤندا اندھا میں مسکرائی۔۔۔

”آپ کس ملک سے تعلق رکھتی ہیں۔!“

”سوئیں ہوں!“

”تب ہی آپ کی انگریزی میری سمجھ میں آ رہی ہے! امریکیوں کی کوئی بات پلے نہیں پڑتی اسی وجہ سے امریکی فلمیں نہیں دیکھتا۔۔۔!“

”تو آپ کہاں سے آئے ہیں۔!“

”کوہ سرمال کی ترائی میں ایک گاؤں ہے۔۔۔ اور میں سردار گذھ کانچ میں پڑھتا ہوں۔۔۔!“

”اوہ ہو۔۔۔ تو آپ طالب علم ہیں۔۔۔!“

”جی ہاں۔۔۔!“

”تفریح کرنے آئے ہیں یہاں۔۔۔!“

”جی نہیں۔۔۔ اتنی دور تفریح اُنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

جو لیا کچھ نہ بولی۔۔۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”میں واقعی آپ کو زحمت دے رہی ہوں۔۔۔!“

”قطیعی نہیں محترمہ۔۔۔!“

”میں یہاں کئی سال سے مقیم ہوں۔۔۔ شہر کے چھپے سے واقف ہوں۔“

”وہ کچھ نہ بولا۔

”میرا نام جولیا نافر و اثر ہے۔۔۔!“

”میں راجیل ہوں۔!“

اس نے محسوس کیا کہ راجیل کے کانوں کی لویں سڑخ ہو گئی ہیں اور وہ کچھ جھینپا جھینپا سانظر آنے لگا ہے!

جو لیا نے سوالی نظر وہ سے راحیل کی طرف دیکھا اور راحیل نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔  
”یہاں تو میرا کوئی شناسابھی نہیں ہے!“  
پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا۔  
”اوہ.... آپ....!“

اور جولیا کی نظر عمران پر پڑی۔ عمران اسے گھورتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔  
دفعتہ جولیا بولی ”مسٹر راحیل! اسی شخص کے خوف سے میں نے یہاں پناہ لی ہے!“  
”یہ.... تو مسٹر علی عمران ہیں.... جن کا میں مہمان ہوں....!“  
”لیکن میں اسے بوخروف کے نام سے جانتی ہوں.... خود کو رو سی کہتا ہے!“  
”کچھ بھی ہو! آپ میری پناہ میں ہیں!“

عمران احمقانہ انداز میں منہ چلا تھا ہوا کبھی جولیا کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی راحیل کی طرف۔۔۔  
”مسٹر عمران میں آپ کا مہمان ہوں اور یہ میری مہمان ہیں!“ راحیل نے عمران سے کہا۔  
عمران کے چہرے کی حماقت مابالی کچھ اور زیادہ واضح نظر آنے لگی۔  
”مسٹر راحیل اس کی معصومیت کے فریب میں نہ آنا۔ وہو کے میں رکھ کر حملہ کر بیٹھتا ہے!  
”میں ہوشیار ہوں.... مس والڑ....!“

”مس والڑ....!“ عمران نے دیدے نچائے۔۔۔ اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔  
”پوری طرح ہوشیار رہنا۔۔۔ یہ باتوں میں الجھار ہاہے....!“  
”میں پوری طرح ہوشیار ہوں مس والڑ....“ راحیل عمران کو دشمن کی سی آنکھوں سے  
گھورتا ہوا بولا۔

”مم.... مس.... ٹماڑ....!“ عمران ہکلا کر رہ گیا!  
”اس کمرے میں مسٹر علی عمران آپ ان کا کچھ نہیں بکاڑ سکتے....!“  
”بہت مکار آدمی ہے....!“ جولیا پھر بولی۔  
”کے پیارے مہمان.... اب مجھے اجازت دو....!“ عمران نے خندی سائنس لے کر کہا۔  
”اچھی بات ہے!“ راحیل مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”ہم صح میں گے۔!“  
عمران باہر چلا گیا اور جولیا سونپنے لگی کہ اب اس کے بارے میں راحیل کو بتائے گی کیا۔

راحیل نے دروازہ بولٹ کر دیا اور جولیا کے قریب آکر بولا۔ ”یہ آخر کس قسم کا آدمی ہے۔۔۔  
میں ابھی میں ہوں....“  
”مم.... میں نے بھی اسے دور ہی سے دیکھا ہے!“  
”تو پھر آپ اس سے ڈرتی کیوں ہیں؟“  
”بہاں بھی مجھے دیکھتا ہے.... تعاقب شروع کر دیتا ہے....!“  
”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام بوخروف ہے۔!“  
”ایک بار کسی آدمی نے اس کو اسی نام سے مخاطب کیا تھا!“  
”ہو سکتا ہے کہ آپ کو ہو کا ہوا ہو۔!“  
”اچھا یہ بتاؤ.... اس نے میری کسی بات کی تردید کیوں نہیں کی اگر میں اس کیلئے اجنبی تھی!“  
”میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ نے سب کچھ جھوٹ کہا ہے!“ راحیل نے پھیکی سی مسکراہٹ  
کے ساتھ کہا۔  
”پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“  
”کچھ بھی نہیں!“  
”مجھے اس بندر کے بارے میں کچھ اور بتاؤ دل چھپ ہے یہ کہاں!“  
”میرا خیال ہے آپ بوخروف سے دوستی کر لیں۔ اس طرح اس بندر کو دیکھ بھی سکیں گی!“  
”میں کیسے یقین کر لوں کہ تم اس آدمی کو نہیں جانتے جس نے بندر بھجوایا تھا۔!“  
”میں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔!“  
”پھر اس پر حرمت بھی ہے کہ تم نے بغیر سوچ سمجھے اس قسم کی ہدایت پر عمل کیے کر ڈالا۔“  
”اس میں حرمت کی کیا بات ہے!“  
”تم نے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا؟“  
”خطرہ محسوس کر لینے کے بعد میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ خطرہ کس قسم کا ہو سکتا ہے اور اس کا  
 مقابلہ کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا۔“  
”بہت دلیر معلوم ہوتے ہو۔!“  
”جہاں ہم رہتے ہیں وہاں خطرات زمین سے اگتے ہیں۔ آسمان سے برستے ہیں.... ہو ایں

اگھیلیاں کرتے پھر تے میں.... اور....!

”تو تم یہ جانتا بھی نہیں چاہو گے کہ بندر حقیقتاً کس کی ملکیت ہے؟“

”یقیناً چاہوں گا لیکن شاید کبھی نہ جان سکوں!“

”کیوں....؟“

”تحریر کا انداز بتاتا ہے کہ لکھنے والا مرچکا ہے!“

”لاو.... دیکھوں....!“

”وہ.... وہ تو.... میں نے مسٹر علی عمران عی کے حوالے کر دیا تھا!“

”میری دامت میں تم نے غلطی کی ہے!“

”کیوں؟“

”وہ تحریر تمہارے لئے تھی نہ کہ مسٹر علی عمران کے لئے!“

”تھی تو میرے ہی لئے لیکن میرے کس کام کی!“

”شاید کبھی کام عی آتی....!“

”ویکھنے میں واڑی.... کل تک میں اس واقعے کو بالکل بھول جاؤں گا....!“

”تم عجیب ہو....!“

”کسی ایک واقعہ پر غور کرنے کے لئے کبھی میری رفتار میں کم نہیں آتی!“

”تمہاری جگہ میں ہوتی تو یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتی کہ وہ تحریر کس کی ہے!“

”اگر آپ کو کوشش کرنا چاہتی ہیں تو چلنے میرے ساتھ سردار گذھ! آپ تو سوکیں ہیں۔“

”ہاں کی زندگی میں آپ کو اجنبيت نہ محسوس ہوگی!“

”میں کہاں جاسکوں گی!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔

## O

برابر ہی والے کمرے میں عمران ڈکٹافون پر اُن دونوں کی گفتگو سن رہا تھا....!

دوسرا کمرہ بھی ایکس ٹوکی ہدایت پر صدر نے اگھیج کیا تھا اور دونوں کمروں کو ڈکٹافون کے

ذریعے مربوط کردینے کے بعد عمران کو اطلاع دی تھی۔

عمران ڈکٹافون کی گفتگو سن تھا۔ پھر جب جو لیا گئی تو وہ بھی کمرے سے نکلا اور اپنے فلیٹ کو رو انہ ہو گیا۔

فیاض کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ اب وہ کتنے حالات سے دوچار ہے یا ذی جی صاحب نے اُسے کیوں طلب کیا تھا۔

فلیٹ میں واپس پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے سلیمان سے بندر کی خیریت دریافت کی....!

”میرے ساتھ آئیے... میں دکھاؤں!“ سلیمان جوزف کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ جوزف کے کمرے میں روشنی نظر آرہی تھی۔!

بندر اس کی صہری پر بیٹھا تھا۔ سامنے موسمیات کی کتاب کھلی تھی اور پاپ منہ میں دبائے تھوڑا دھواں نکال رہا تھا۔ اُس نے سر گھما کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”دیکھا سالے کو....!“ سلیمان بولا۔ ”ابا جان بنا بیٹھا ہے... اور ہم سب بال پنچے ہیں۔“ کھلیتے کھلتے اوھر آنکھے تو ہمیں اس طرح دیکھا اور پھر پڑھنے لگا۔ جی چاہتا ہے سالے کو پہنچاں دے دے کر مارڈاں!“

”مجھے خوشی ہے کہ تو اسے باپ سمجھنے لگا ہے۔“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”تیرا درجہ ان سامنہ دونوں سے بہت بلند ہے جو بندر کی عزت نہیں کرتے!“

”میں تواب پا گل ہو جاؤں گا....!“

”چلو.... چلو.... اسے ڈسٹر بند کرو.... جوزف کے چلنے سے یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ وہ اس کے کمرے میں رہے گا!“

”اور اب مجھے بندر کی بھی خدمت کرنی پڑے گی....!“ سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

”چل بے....!“ عمران اُسے دھکا دیا ہوا بولا۔

سلیمان بڑا بڑا ہوا چلا گیا۔ جیسے ہی عمران اپنی خوابگاہ میں آیا ایکس ٹوکوں کی کھنثی بھی۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جو لیا بول رہی تھی۔

وہ اُسے راجیل سے متعلق رپورٹ دیتی رہی.... اُس نے وہی سب کچھ دہرا یا جو عمران پہلے ہی ڈکٹافون پر سن چکا تھا۔

”ایک بات رہ گئی جو لیا۔“ عمران بھیشت ایکس نو غریباً۔

”کون کی بات جناب۔؟“

”اس نے تمہیں سردار گذھ چلنے کی دعوت دی تھی۔!“

”میں... نج... جی... ہاں...!“

”تم نے اس حصے کو اپنی روپورٹ سے کیوں حذف کیا؟“

”وہ... وہ... نج... جی...!“

”جو لیا۔!“

”لیں سر...!“

”تم اس کے ساتھ سردار گذھ جاؤ گی۔!“

”لل... لیکن...!“

”ویں آل...!“

عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے نجی فون پر کیپین کے گھر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف فیاض ہی نے کال زیسوکی۔۔۔ اس کی آواز بھرا تھی۔!

”میں اب سوتا چاہتا ہوں۔۔۔ بہت تھک گیا ہوں!“ اس نے دوسری طرف سے کہا۔

”میں صرف تمہارے قیدی کی خیریت معلوم کرتا چاہتا ہوں۔“ عمران بولا۔

”وہ ہوش میں آئے بغیر مر گیا۔!“

”خس کم جہان پاک۔!“

”کیوں... کیا مطلب....!“

”ایک منٹ کے لئے بھی ہوش میں آیا ہوتا تو تم اس وقت سوتا نہ چاہتے۔“

”میرا بیان ویسی ہے جو تم نے بتایا تھا۔!“

”بالکل نہیں۔!“

”لیکن یہ نہ بھولو دہ قیدی تمہاری ضربات کی بنا پر بے ہوش ہوا تھا۔“

”کیا شوٹ ہے تمہارے پاس....!“

”ایو اگر ہیں۔۔۔ وہ اپنے بیان میں اضافہ کر سکتی ہے اور تمہاری شناختی پر یہ بھی ممکن ہے!“

”کو شش کرو۔۔۔!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ مقطوع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے ایکس نو کے فون پر صدر کے نمبر ڈائیل کیے وہ شاید سو گیا تھا۔ کافی دیر کے بعد اس کی بھرا تھی آواز سنائی دی!

”خاور اور نعمانی کی روپورٹ چاہئے!“ عمران نے ایکس نو کے لجھ میں کہا۔!

”لیں سر۔۔۔!“ تو تمہم لاج سے نہ کوئی باہر آیا اور نہ کسی نے اس کی کپاڈنڈ میں قدم رکھا۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے جیسے اب دہاں کوئی نہ ہو۔ کسی کھڑکی کیارو شد ان میں بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔!

”اچھی بات ہے۔۔۔ اب تم بستر چھوڑو!“

”بہت بہتر جناب۔!“

”تمہیں میں منٹ کے اندر اندر عمران کے پاس پہنچنا ہے!“

”بہتر جناب۔!“

عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا اور ڈرائیکٹ روم میں آبیٹھا۔ وہ بار گھری دیکھ رہا تھا۔

میں منٹ بعد صدر دہاں پہنچ گیا۔ آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔!

عمران اسے سوالیہ نظر دیں سے دیکھ رہا تھا۔

”بھیجا گیا ہوں۔۔۔ خود نہیں آیا۔۔۔“ صدر نے جملائے ہوئے لجھ میں کہا۔

”کس نے بھیجا ہے؟“ عمران جماہی لے کر بولا۔ ”میں اب سوتا چاہتا ہوں۔“

”کون مجھے اس وقت بستر سے اٹھا سکتا ہے!“ صدر آنکھیں نکال کر بولا۔

”معدے کی خرابی بھی اس بدعت کا باعث بن سکتی ہے! او یہ کتفو شش کا قول ہے کہ

اقوال میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ انفون کی ایک چکری دس اقوال کو بیک وقت جنم دے سکتی ہے!“

”میرا ذہن بُری طرح الجھا ہوا ہے جلد بتائیے مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟“

”تمہیں یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آج میرا کہیں جی نہیں لگ رہا۔“ عمران ٹھنڈی سائنس

لے کر بولا۔

”اچھا۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”ہاں۔۔۔!“ عمران نے مغمون انداز میں سر کو جبکش دی اور بآئیں کان کے قریب منٹانے

والے چھر کے ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ پھر چونکہ صدر سے پوچھا۔ ”یہ کیسی آواز تھی۔“

”عمران صاحب....!“

”اسے تو میرے کان کیوں کھار ہے ہو! جس نے بھیجاں سے پوچھو جا کر۔!“

صدر کے چہرے پر بے بی کے آثار نظر آئے اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر بینھ گیا۔

عمران نے پھر گھڑی کی طرف دیکھا اور انھ کو ریڈیو کھول دیا۔

”میاں وقت آپ عالم بالا کے نئے نئیں گے۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ بدستور ریڈیو پر جھکا رہا۔ کسی مخصوص میٹر میڈر پر سوئی ایجھ جست کر کے پھر اپنی گلے آبیٹھا۔ بار بار کلائی کی گھڑی دیکھے جا رہا تھا۔

دقائق... ریڈیو سے آواز آئی.... ”شوگر بینک.... شوگر بینک....“

اور پھر کسی ساز کا ایک تار بولا۔ پھر دوسرا.... پھر تیسرا.... اسی طرح الگ الگ تار بولتے رہے....!

عمران کا قلم تیزی سے نوٹ بک پر چل رہا تھا۔ صدر کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔

کبھی وہ ریڈیو کی آواز کی طرف متوجہ ہو جاتا اور کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا۔

کچھ دیر بعد پھر ریڈیو سے آواز آئی.... ”شوگر بینک.... شوگر بینک!“ اور اس کے بعد سناثا چھا گیا۔

دیوار سے لگے ہوئے کلاک نے ڈھائی بجائے اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”میاں میں ریڈیو کا سونچ آف کر دوں....!“ صدر نے پوچھا۔

لیکن عمران خود ہی بچھت کر سونچ آف کرتا ہوا بولا۔ ”میرے ساتھ آؤ....“

## O

عمران ایسے طوفانی انداز میں صدر کو فلیٹ سے سڑک پر لا یا تھا کہ اسے کچھ سونپنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔!

”آخر چلنکاہاں ہے؟“ صدر نے اس کی ٹوسمیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے۔!“ عمران نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا ظاہر ہے....؟“

”کتفیو شس کا قول ہے....!“

”پلیز عمران صاحب! میں اس وقت کسی قسم کی بوریت برداشت کرنے کے موذ میں نہیں ہوں!“

”تم جیسے ٹھنڈرے آدمیوں کو کتفیو شس پند نہیں آئے گا۔“ عمران نے غناک لمحہ میں

کہا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی!

صدر خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”آپ نے ریڈیو کوں کھولا تھا۔!“

میں سمجھا تھا تو اسی ہو گئی۔ لیکن کچھ پلے ہی نہ پڑا۔ کیا خیال ہے تمہارا شوگر بینک انگریزی کا

کوئی راگ ہے جیسے اپنے یہاں میاں کی ثوری ہوتی ہے!

”پتہ نہیں!“ صدر نے لاپرواٹی سے کہا اور سکریٹ سلاگنے لگا۔

کلاسمن سڑکوں پر تیز رفتادی سے دوڑتی رہی۔

پھر ایک جگہ صدر نے محسوس کیا کہ کار کی رفتار کم ہو رہی ہے!

”بتانا تو یہ کون سی سڑک ہے!“ عمران بولا۔

گاڑی رک گئی تھی!

”اُنکبر روڈ!“

”ٹھیک ہے!“ عمران نے کہا اور کار پھر اسٹارٹ کر دی۔

اب وہ دو عمارتوں کے درمیانی گلی میں داخل ہو رہی تھی۔ انجن پھر بند کر دیا گیا۔

”آترو...!“ عمران نے صدر کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

وہ چپ چاپ دروازہ کھول کر دوسرا طرف آر گیا۔ عمران پلے ہی اتر چکا تھا۔!

”ریو اور ہے....؟“ عمران نے آہتہ سے پوچھا۔

”جی ہاں....!“ بیزاری سے جواب دیا گیا۔

”اچھا تو آؤ...!“

وہ گلی سے سڑک پر آگئے چاروں طرف سانٹ کی حکمرانی تھی!

دقائق قریب ہی کسی عمارت سے کتابوں کے

صفدر محسوس کر رہا تھا جیسے عمران کو کسی خاص عمارت کی تلاش ہو!

آخر کار وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا اور بائیں جانب والی عمارت کو گھوڑنے لگا۔ پھر سر کو پر معنی جنبش دے کر صدر سے بولا۔ ”گھاڑی یہاں لاو۔۔۔ سڑک کے دائیں کنارے پر سنجیک اسی عمارت کے سامنے روک دو!“

صفدر کچھ کہے بغیر اسی گلی کی طرف چل پڑا جہاں گاڑی گھٹری کی تھی۔ اداہی پر عمران دکھائی نہ دیا۔ صدر نے بتائی ہوئی جگہ پر گاڑی روک دی اور اندر ہی بیٹھا ہوا اس کا انتظار کرتا رہا۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے لیکن عمران نظر نہ آیا۔ صدر سوچ رہا تھا۔ کیا نچے اتر کر اسے تلاش کرے۔ پھر وہ ریڈیو کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ عجیب ساز تھا۔ ہر تارالگ الگ نج رہا تھا۔

وقتاً وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسے عمران والا موسمی کا تخت یاد آگیا تھا!

اوہ.... تو کیا.... وہ کسی قسم کی صوتی اشاروں کا تجربہ کر رہا تھا۔

لیکن ریڈیو کی آواز....؟ شوگرینک.... وہ اس وقت کچھ لکھ بھی تو رہا تھا.... اور پھر جب دوبارہ شوگرینک کہا گیا تو ریڈیو بند کر کے اس نے بہت جلدی میں کسی نامعلوم جگہ کے لئے روانگی کا فیصلہ کرتے ہوئے اس کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی!

صدر نے طویل سانس لی اور سیٹ کی پشت گاہ سے لکٹنے ہوئے جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹوٹنے لگا۔ لیکن سگریٹ سلاکنے کی ہست نہیں پڑی۔ پتہ نہیں عمران ایسے کسی موقع پر سگریٹ نوشی پسند کرے یا نہیں!

ومرا ان کے لئے تفریح طبع کا باعث ضرور تھا لیکن وہ سب اس سے ڈرتے بھی تھے!

ٹھوڑی دیر بعد عمران ایک گلی سے برآمد ہوا اور تیزی سے چلتا ہوا گاڑی کے قریب آکر بولا۔ ”اوہ میرے ساتھ۔!

صدر گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ چل پڑا۔

وہ اسی گذرے جس سے عمران برآمد ہوا تھا۔ عمارت کی پشت پر پہنچ۔

”پاپ لائن کے سہارے اوپر چڑھنا ہے!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”جوتے اتارنے پڑیں گے۔“ صدر سر کھجاتا ہوا بولا۔

”اتار کر جیبوں میں ٹھونس لو۔!

پہل عمران نے ہی کی۔ صدر اسے اوپر کی ایک گھٹری میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ وہ بالکل بندروں کی ہی طرح نہایت آسانی سے اوپر پہنچ گیا تھا۔

خود صدر کو بڑی دشواری محسوس ہوئی۔ دن کو بارش ہو چکی تھی۔ دیواریں بھیکی ہوئی تھیں.... ان پر پیر جانا برا مشکل تھا۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح وہ گھٹری تک پہنچنی کیا۔

وہ سوچ رہا تھا.... یہ حضرت بھی قسم کے سکندر ہی ہیں۔ ضروری تو نہیں تھا کہ اسی گھٹری کے قریب سے پاپ لائن بھی گذرتی۔

وہ آہنگی گھٹری سے کمرے میں اتر گیا۔ یہاں اندر ہم اتھا۔ لیکن عمران کی سرگوشی نے اس کی رہنمائی کی۔ وہ اسے ساتھ لے کر آگے بڑھا۔۔۔ ایک کمرے سے دوسرے میں داخل ہوئے اور اس کے بعد ایک طویل راہداری انہیں زینوں تک لے آئی۔

وہ نچے آئے.... کہیں بھی بیداری کے آثار نہیں پائے جاتے تھے!

دبے پاؤں پوری عمارت دیکھی ڈالی لیکن کہیں بھی کسی کی موجودگی نہ محسوس کر سکے!

”مارت خالی معلوم ہوتی ہے!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”یہاں آنے کا مقصد؟“

”ابھی معلوم ہو جائے گا!“ عمران ریڈیم ڈائل ولی گھٹری دیکھتا ہوا بولا۔

”کہیں بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی!“ صدر بولا۔

”ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں پکھ دیر چھپے رہ سکیں!“

”آخر کتنی دیر....؟“

”لب دس پندرہ منٹ کی بات ہے!“

”لیکن یہاں کوئی آنے والا ہے؟“

”دیکھ لینا.... آؤ....!“

ومرا نے چھپنے کے لئے باورپی خانہ منتخب کیا اور اس کا دروازہ بند کر کے جیب سے پبل مارچ نکالی۔

روشنی کی باریک سی کرن گردو پیش کی اشیاء پر ریگتی رہی۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ عمران نے آگے بوڑھ کر آئس بکس کھووا۔ اس میں شراب اور دوسرے مشروبات کی بوتلیں جنی ہوئی تھیں۔

ریفری بیریز بھی جل رہا تھا اس میں کھانے پینے کی متعدد چیزوں سلیقے سے رکھی ہوئی نظر آئیں۔

”آباد ہی معلوم ہوتا ہے!“ صدر آہستہ سے بولا۔

عمران نے پھر گھڑی دیکھی اور آہستہ سے بولا۔ ”میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ نحیک دس منٹ

بعد یہ دیران عمارت آباد ہو گئی۔“

”کون آگیا؟“

”کوئی موقع کا شعر یاد نہیں آ رہا... اور ہپا... یا راگروہ بھوکے ہوتے تو سید ہے اور ہی کارخ کریں گے۔

”تو پھر...!“

”اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ اگر کوئی دروازہ کھولے تو ہم اوث میں ہوں! اور ہاں... نقاب موجود ہے جیب میں...!“

”ہر وقت تو جیب میں پڑی نہیں رہتی...“

”اچھا تو وہاں اس طرح باندھو چھرے پر کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں!“

صدر نے بڑی عجلت میں اس کی تجویز پر عمل کیا تھا۔

وہ قدموں کی آہمیں صاف سن رہے تھے! کئی لوگ معلوم ہوتے تھے!

دفعائی کی نہیک باور پی خانے کے دروازے پر کہا ”میں سوڈا اور وہ سکلی لے کر آتا ہوں!“

یہ جملہ اگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لجھے بھی دیسی نہیں تھا۔

دروازہ کھلا اور یہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے! آنے والے نے روشنی نہیں کی

تھی۔ اندر ہیرے ہی میں آئیں پاکیں سے بو تلیں نکالنے لگا تھا... وہ چلا بھی کیا اور یہ اوگ اسی

طرح دیوار سے چپکے کھڑے رہے انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز بھی سنی تھی۔

تحوڑی دیر بعد عمران نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا سامنے والے کمرے میں

روشنی نظر آئی!

”بہت احتیاط سے باہر نکلتا ہے!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”لیکن سہرا! انہیں اپنے گلاں بھر لینے دو!“

مارارت کے کھین اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے! لیکن اتنے فاصلے سے کوئی بات سمجھی

نہیں جا سکتی تھی۔!

انہوں نے کچھ دیر اور انتظار کیا اور پھر دروازہ کھول کر بہ آہنگی باہر نکل آئے۔!

روشن کمرے کے دروازے پر بھاری پرده لٹک رہا تھا۔!

اب انہوں نے کسی عورت کی بھی آواز سنی!

دونوں کمرے کے دروازے کے ادھر ادھر دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

عورت کہہ رہی تھی۔!

”یہ میرے لئے ایک خوفناک تجربہ تھا۔“

لجھے غیر ملکی تھا اور زبان انگریزی تھی۔ اس کے اس جملے پر کسی نے کچھ نہ کہا۔

اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اندر کتنے آدمی ہوں گے کچھ دیر بعد عورت پھر کہتی سنائی دی۔

”میں بہت تھک گئی ہوں!“

”ہوں....“ بھرائی ہوئی سی مردانہ آواز۔ ”اب تمہیں سو جانا چاہئے!“

دفعائی عمران نے پردہ ہٹایا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سیاہ ناقاب تھی جس

بے صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔!

وہ تیتوں کر سیوں سے اٹھ گئے! دو مردانہ ایک لڑکی۔!

تمیوں ہی سفید فام تھے۔ عمران کا ریو اور۔ ان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

”خُل ہونے کی معافی چاہتا ہوں....!“ عمران نے خالص فرانسیسی لمحے میں کہا۔ ... آواز

میں زی تھی۔!

”تم کون ہو....?“ بھاری بھر کم آدمی نے بڑی لاپرواٹی سے پوچھا۔

”میں ایک آرٹسٹ ہوں۔“ عمران نے شر میں انداز میں کہا۔ ”پاسوں کے اسکول سے تعلق رکھتا ہوں۔ اگر تجربہ کرنا چاہتے ہو تو میری مخالفت کر کے دیکھو!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ لڑکی نے خوفزدہ آواز میں کہا۔ ”تم کیا چاہتے ہو؟“

”میرے ساتھ چلو!...!“ عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“ بھاری بھر کم آدمی کی بھنوں تھیں!

”تمہیں مطلب سے کوئی سر دکارن ہوتا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ میں تمہیں نہیں لے جانا چاہتا۔“

آہستہ آہستہ صدر جنگلہ است کا شکار ہو تا جارہا تھا۔ آخر یہ کھیل ختم ہی کیوں نہیں کر دیتا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی شریر بچہ اپنے کسی بزرگ کو چڑا رہا ہو بھاری بھر کم آدمی ہانپتے لگا۔ اس کا چہرہ لہولہاں تھا اور آنکھیں حلقوں سے الٹی محسوس ہو رہی تھیں۔ سرخ سرخ آنکھیں... جن سے اب دیوانگی جھلکنے لگی تھی!

وہ جھپٹ جھپٹ کر جملے کر تارہ اور لاتیں کھاتا رہا۔ پھر صدر نے اُسے لڑکھا کر اس طرح گرتے دیکھا کہ دوبارہ اٹھنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

سننا چھا گیا...!

”اب کیا رادہ ہے؟“ صدر نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

”تم یہیں تھہر دو...!“ عمران نے کہا اور باہر نکل گیا۔

صدر اُب بھی لڑکی کا بازو پکڑے ہوئے تھا۔

”تم کون ہو؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ لڑکی نے کپکاپتی ہوئی آواز میں صدر سے پوچھا۔

”میں بھی تمہاری ہی طرح لا عالم ہوں...!“

”میرا بازو چھوڑو...!“

”میرے ساتھی کی واپسی سے پہلے یہ ناممکن ہے!“

”تمہارا ساتھی کون ہے؟“

”یہ بھی وہی بتائے گا۔!“

استھن میں عمران واپس آگیا اور صدر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

”یہ پوچھ رہی تھی۔!“

”شٹ اپ... اسے باہر لے چلو۔!“

”لیا مطلب؟“ لڑکی بانپتی ہوئی بولی۔

”تم ہمارے ساتھ جاؤ۔!“

”یہ ناممکن ہے!“

”ناممکن کو ممکن بنانا میری ہوئی ہے...!“ عمران نے کہا اور ہاتھ پر آگے بڑھا کر اس کی پیشانی پکڑلی۔

”کامرید کپولی۔!“ عمران نے صدر کو آواز دی! اور صدر ریو الور ہاتھ میں لیے ہوئے اندر آیا۔ ”ان خاتون کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔!“

”نہیں...!“ بھاری بھر کم آدمی بڑے اعتدال کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔! ”ارے... ارے... پیچھے ہو۔!“ عمران خود پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

”تم فائز نہیں کر سکتے۔!“ وہ غراٹا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

”نہیں جناب میں فائز نہیں کروں گا۔!“ عمران نے کہا اور بدستور پیچھے کھکھتا رہا۔

غیر ملکی بلکہ جنگلی شاخے بغیر اُسے گھورتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اپنی دانست میں شاید عمران کو

پہنچانا یز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!

دفعتہ عمران نے چھلائی کائی اور اس کے دونوں پیر بھاری بھر کم آدمی کے سینے پر تھے۔ وہ

اس کے لئے قطعی تیار نہ تھا لہذا اچھل کر دوسرے آدمی پر جا پڑا اور دونوں عی فرش پر ڈھیر

ہو گئے!

لڑکی کے ملق سے عجیب سی آوازیں نکلی تھیں۔ صدر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے

ہوئے کہا۔ ”تم اوھر آدمی... ایک کنارے ہو جاؤ ورنہ۔“

پھر وہ اُسے ایک گوشے میں کھینچ لے گیا۔

وہ دونوں غیر ملکی شاید نہیں تھے ورنہ دوبارہ اٹھنے اٹھنے ریو الور ضرور نکال لیتے۔....

عمران نے اپنی ریو الور بھی بغلی ہو لشتر میں ڈالا اور باقاعدہ طور پر ان پر ٹوٹ پڑا۔

بھاری بھر کم آدمی غصے سے پاگل ہوا جارہا تھا۔

دوسراتو دہیں تین لاتوں کے بعد لمبا بالیٹ گیا۔ لیکن اس پر جب بھی عمران کی لات پڑتی

پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جملہ آور ہوتا۔!

عمران نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ ہاتھ استعمال نہ کرے گا۔

صدر ہر بار یہی سمجھتا کہ اب آگئی عمران کی شامت، لیکن عمران کسی تربیت یافتہ بندر ہی کی

طرح اپنے حریف کو بھلاوے دے کر صرف لاتیں چلاتا رہا۔

حریف کی دہازیں گالیوں کی شکل اختیار کرتی رہیں۔

O

جو لیانا فنر داڑ بے خبر سوری تھی! گھنٹی کی تیز آواز سے جاگ پڑی کوئی مسلسل گھنٹی بجائے  
جارہا تھا۔

خت غصہ آیا دم ہی نہیں لیتا۔ یہ کیا وہ خست ہے؟ مسلسل بُن دبائے ہیں چاہا بابت۔ یہاں  
کے لوگ کبھی مہذب نہ ہو سکتے گے۔ اسپنگ گاؤں چکتی ہوئی وہ دروازے کی طرف نہیں۔  
”کون ہے؟“ اس نے غصیل آواز میں پوچھا۔  
”ٹیلی گرام....!“ باہر سے آواز آئی۔

اور اس نے طویل سانس لے کر دروازہ کھول دیا لیکن پھر جو پھری ہے ایسا معلوم ہوتا تھا  
جیسے عمران کو قتل ہی کر دے گی۔

”گنوار، جنگلی، وحشی۔“

”ٹیلی گرام....!“

”نکل جاؤ یہاں سے!“ وہ حلق چاڑ کر چکی۔

”کھانی آنے لگے گی....! کھانی!“

”میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے!“

”میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں....!“

”کیا فائدہ کہ میں چیخنا شروع کر دوں اور لوگ اور ادھر سے دوڑ پڑیں وہ آنکھیں نکال کر بولی۔  
”ارے تو میں ہی نہایت لاتا ہوں اور ادھر سے لوگوں کو.... چینتے تو تجھ کھانی  
آنے لگے گی!“

جو لیا غصے میں شاید یہ بھول گئی تھی کہ دروازے سے کافی پیچھے ہٹ آئی ہے ورنہ شاید اب  
تک دروازہ عمران پر بند ہو گیا ہوتا۔ اور اب یہ تامکن تھا کہ عمران کو دھکیلیتی ہوئی دروازے تک  
لے جاتی اور پھر بالکل ہی دھکا دے دیتی۔

”پچھلے سال میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی نہ کسی دن نور کے ترکے آکر تمہاری بہادر دیکھوں گا!“  
”چلے جاؤ یہاں سے....!“ وہ پھر چکنی۔

صفدر سمجھ گیا کہ وہ اس کی کپٹیاں دبارہ ہے۔ اس لئے اس نے اس کے دونوں ہاتھ کپڑا لیے۔  
لوکی نے ان کی گرفت سے نکل جانے کے لئے جدو جدد شروع کی تھی لیکن ناکام رہی۔  
پھر شاید چینتے ہی کے لئے منہ کھولا تھا کہ اعصاب جواب دے گئے! لڑکھڑا تی ہوئی عمران کے  
باہمی بازو پر آپڑی!

عمران نے اسے اپنے کانڈے پر ڈالا اور صدر دروازے کی طرف چل پڑا۔  
کچھ دیر بعد ٹو سیڑر، داش منزل کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان  
بے ہوش لڑکی بیٹھی نظر آرہی تھی!

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی لمبا سفر طے کرنے کے دوران اُسے نیند آگئی ہو۔  
داش منزل پہنچ کر عمران نے ٹو سیڑر صدر کے حوالے کی اور خود بے ہوش لڑکی کو اٹھائے  
ہوئے اندر چلا گیا۔ اُس نے صدر سے اندر چلنے کو نہیں کہا تھا! ٹو سیڑر حوالے کر دینے کا یہی  
مطلوب تھا کہ وہ اس پر اپنے گھر جاسکتا ہے۔

گھری دیکھی پانچ نگ رہے تھے..... اس نے سوچا جتنی دیر بھی سونے کا موقع مل جائے  
غیرت ہے کیونکہ اب تو کسی قسم کا چکر چل ہی چکا ہے!

وہ ٹو سیڑر کو کپڑا نہ سے نکل عورتا تھا کہ عمران پھر پلٹ آیا اور دوسری طرف کا دروازہ کھول  
کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”میں نے سوچا، کہیں تم خیال نہ کرو کہ بعد میں تھا چھوڑ دیا!“  
”جی....!“ صدر نچلا ہونٹ بھینچ کر بولا۔

”کچھ خفا خفا سے لگ رہے ہو۔“  
صفدر کچھ نہ بولا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔  
کپڑا نہ کے چھانک سے گزرتے ہوئے عمران نے کہا۔ ”میراں چاہتا ہے کہ تم مجھے  
جو لیانا فنر داڑ کے گھر اتار دو!“

”کوئی خاص بات؟“  
”آن تک کوئی عام بات میرے حصے میں آئی ہی نہیں!“ عمران خندی سانس لے کر بولا۔  
صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹریگ کر تارہ۔

کرنا۔ میں بھول گیا تھا کہ تم اپنے ہی کسی معاملے کی تصدیق کرنے کیسی تھیں؟“

عمران جیب سے پیچوں گم کا پیکٹ نال کرالتا پلتا ہوا بولا۔  
”یہ تمہیں ہر حال میں بتانا پڑے گا کہ تم وہاں کیوں گئی تھیں؟“  
”مجھے اس پر مجرور نہیں کیا جاسکتا!“

”اچھی بات ہے تو اپنی زندگی تباخ کر لینے کی تیاری شروع کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔!“  
”شہر و....! وہا تھہ اٹھا کر بولی....!“ اگر تم نے میرے خلاف کوئی حرکت کی تو ان دیکھے  
ہاتھوں سے پوچھے گے!“

”ہوں۔! تو غالباً تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے چیف نے تمہیں وہاں بھیجا تھا!“  
”میں ذاتی طور پر ایسے وسائل نہیں رکھتی کہ تمہاری خوبی زندگی سے واقف ہو سکوں۔!“  
”میں تمہارے چیف کو اس نالا نقی پر ضرور سزا دوں گا۔!“

جو لیا مضمکہ اڑانے والے انداز میں فہری پھر بولی۔ ”میں اس بندر کو دیکھنا چاہتی ہوں۔!  
”پرو فیسر منکلی کہو....! بندر کہنا تو ہیں ہے اس کی!“

”تو کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ فاہر موسمیات ہے؟“  
”اس سے بھی کچھ زیادہ۔!“  
”تو پھر کب؟۔“

”جب چاہو دیکھ لو۔ اور ہاں میں کافی پیوں گا۔ کافی کے ساتھ مالٹوں کا رس ضرور لیتا ہوں  
دو سلا کیس کافی ہوں گے۔ اتنے اگر اپنے ہل سکو تو ایک آدھ وہ بھی چلے گا۔!“  
”پہلے شیو بناؤ....!“

”تمہارے سیفٹی ریز سے تو ہر گز شیو نہیں کروں گا۔!“  
”شٹ اپ....! اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا اور اٹھ کر چلی گئی!  
عمران صوفے پر نسم دراز ہو گیا۔  
پندرہ بیس منٹ بعد وہ پھر واپس آئی۔... لباس تبدیل کرچکی تھی اور نکھری نکھری سی نظر  
آری تھی۔

اور عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر معموم لجھ میں بولا۔ ”صرف بہار دیکھوں گا۔... گیت  
نہیں سن سکتا۔... مجھے راس نہیں آتے...!“

جو لیا پیدا بختی ہوئی اندر چل گئی اور عمران نے بڑی احتیاط سے دروازہ بولٹ کر کے ٹھنڈی  
سانپیں لی۔ پھر وہ سنگ روم ہی میں پہنچا تھا۔ جہاں جو لیا بختی سے مٹھیاں بھینپے کھڑی تھی!

”تم کیوں آئے ہو؟۔“

”بوخروف اپنے نام کے بچے معلوم کرنا چاہتا ہے!“ عمران نے سنجیدگی اور شاشائی سے کہا۔  
جو لیا کوئے ساختہ بھنی آگئی لیکن عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔

”بوخروف! وہ بے تحاشہ بھنی ہی چلی گئی!“

”مجھے بھنی ہنسنا آتا ہے جو لیانا فنٹر وائز....!“  
”وہ بھنی ہی رہی۔“

”تم راجیل کے پاس کیوں گئی تھیں؟“

”سن تھا کہ تم صاحب اولاد ہو گئے ہو! میں نے کہا تقدیم بھی کر لی جائے!“

”حد ہو گئی غفتہ کی! میرے صاحب اولاد ہو جانے کی تقدیم دوسروں سے کرتی پھر رہی ہو۔!“

”شٹ اپ۔! وہ جھینپ گئی!“

”جواب لیے بغیر نہیں جاؤں گا کہ میرے مہمان کے پاس کیوں نکر جا پہنچ تھیں؟“

”میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کی پابند نہیں۔!“ وہ پھر گرم ہو گئی۔

”اچھی بات ہے!“

”ذر اٹھر و.... چلے کہاں؟“ دفعٹا خلاف تو ق جو لیا تھہ اٹھا کر بولی، عمران رک کر مڑا۔

”مکن ہے یہ بھی تمہیں گراں گذرے کہ آج میں راجیل کے ساتھ نردار گذھ کیوں  
جاری ہوں....!“

”کیا تم اسے پہلے سے جانتی تھیں؟“

”کچھلی رات سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!“

”لیکن اسے ہی دیکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟“

”میں اپنے بھنی معاملات میں کسی کی بھی دخل اندازی پسند نہیں کرتی!“

”کافی ہے!“ عمران بھرائے ہوئے لبجھ میں بولا۔

”شٹ اپ...!“

”شٹ اپ کا دورہ پڑا ہے تم پر...!“

”میں ایک کپ کافی کے علاوہ اور کچھ نہ دے سکوں گی!“

”کیوں؟“

”کئی دنوں سے باہر ناشتہ کر رہی ہوں!“

”چلو تو باہر ہی چلیں!“

”اٹھو...!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی!

دو دنوں باہر آئے جولیا کی چھوٹی فیاث باہر کھڑی تھی!

”دھکا تو نہیں لگتا پڑے گا!“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”نکارہ بیڑی نہیں رکھتی۔!“ وہ فخریہ لبجھ میں بولی۔

”اکثر نی بیڑی بھی ڈاؤن ہو جاتی ہے!“

”چلو ٹھیٹو...!“ وہ جھنجلا کر بولی۔

عمران اسٹرینگ کے قریب ولی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جولیا نے سلف اشارہ رکا بیٹن دبایا... وہ باتی ہی رہی... لیکن گازی اشارہ نہ ہوئی!

”ہو گئی ڈاؤن...!“ عمران چک کر بولا۔

”بکواس ہے!“ وہ دروازہ کھول کر نیچے اترتی ہوئی بولی۔ پھر ڈگی کھول کر پڑوں نکالا۔

عمران اسے کاربوریٹر میں پڑوں ڈالتے دیکھتا رہا۔ اس کارروائی کے بعد جولیا نے پھر گازی سلف اشارہ رہی سے... اشارہ کرنی چاہی لیکن کامیابی نہ ہوئی!

”لگے گا دھکا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

جولیا بے بسی سے مسکرائی اور عمران نیچے اتر گیا۔

پھر عمران گازی کو دھکلینے لگا تھا۔

”گیرے میں ڈاؤن...!“ وہ دھکا لگاتا ہوا چینا!

گازی نہ صرف اشارہ ہوئی بلکہ عمران تو احتقانہ انداز میں منہ کھولے دیں کھڑا رہ گیا اور وہ

بڑی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر دوڑتی چل گئی!

O

جو لیا فٹر وائز نے گازی عمران کے فلیٹ کے سامنے ہی روکی تھی۔

سلیمان نے بڑی گر جوشی سے اس کا استقبال کیا اور بندر سے اس کا تعارف کر اتا ہوا بولا۔

”باس کا دوسرا بادی گارڈ... پہلے حرام زاوے سے تو فی الحال نجات مل گئی!“ بندر بڑی بے تعقیب سے پانچ پی رہا تھا۔ اُس نے صرف ایک ہی بار جولیا کی طرف دیکھا تھا اور پھر چھٹ پر نظریں گاڑ دی تھیں!

پہنچنے نہیں کیوں جولیا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس بندر نے اس کی توپیں کی ہوں۔

”ایک بوتل بیڑی پڑکا ہے!“ سلیمان بولا۔ ”اور اب پاپ سے شوق فرم رہا ہے۔“

”اور تمہارا بابس کیا بولتا!“ جولیا نے پوچھا۔

”باس کیا بولتا!“ سلیمان نے حیرت سے دھر لیا اور پھر ہنس کر بولا۔

”اُرے آپ نے وہ تو سنائی ہو گا بعض لوگوں کے لئے وہ بچوں میں بچے جوانوں میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے بن جاتے ہیں لیکن میرا بابس اُن سے آگے ہے... وہ بندروں میں بندر بھی بن سکتا ہے.... رات ہی انظام کر لیا تھا۔ بیڑ کی بوتوں کا...“

جو لیا نے پر ٹھکر انداز میں سر کو جنبش دی!

”آپ کافی نہیں گی یا چائے...“ سلیمان نے اُس سے پوچھا۔

”ہم نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔“

”آپ بیٹھئے میں ابھی لا لیا۔“

”اس کو بھی لے جاؤ...!“ جولیا نے بندر کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ ڈریئے نہیں۔ خواہ خواہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا اور پھر اُس کی مرضی کے خلاف اُسے کہیں سے اٹھایا بھی نہیں جا سکتا۔!“

سلیمان چلا گیا اور وہ بندر کو دیکھتی رہی۔ پاپ شاید بھگ گیا تھا اُس نے اُسے میز پر ایک طرف

رکھ دیا اور قریب ہی رکھی ہوئی ایک مجلد کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔

پھر میرز سے اچھل کر کھڑکی پر آیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ مطلع آج بھی ابر آلود تھا، لیکن بادل پھٹے پھٹے سے تھے!

میرز کی طرف واپس آکر پھر کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی!

اتھے میں سلیمان واپس آگئا اس کے ہاتھوں پر ناشتہ کی نڑے تھی! جو لیما سوچ رہی تھی بندر کہیں ناشتہ خراب نہ کر دے۔ اس لئے اس نے سلیمان سے کہا کہ وہ وہیں کھڑا رہے!  
”وہ ناشتہ کر چکا ہے؟“ سلیمان بولا۔ ”اب آنکھ اخاکر بھی نہیں دیکھے گا.....!“  
یہی ہوا بھی جو لیانے بڑے سکون سے ناشتہ کر لیا اور بندر کتاب کی ورق گردانی کر تارہا۔  
یہاں آئے ہوئے جو لیا کو آدھ گھنٹہ گذر چکا تھا لیکن ابھی تک عمران کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔  
دفعات فون کی گھنٹی بھی اور جو لیانے رسیور اخالیا۔

”بیلوو....!“

”جو لیانا فشر واٹر....“ دوسرا طرف سے ایکس ٹوکی آواز سنائی دی!

”لیں سر....!“

”تم وہاں کیا کر رہی ہو؟“

”وہ....وہ....جناب....بندر....!“

”شٹ اپ۔!“

”مم.... میں عمران سے ملتا چاہتی ہوں۔!“

”کیوں ملتا چاہتی تھیں!“

”در اصل بندر دیکھنا چاہتی تھی!“

”واپس جاؤ.... عمران ٹپ ناپ میں تمہارا منتظر ہے!“

”بہت بہتر جناب....!“

جو لیا بوکھلانے ہوئے انداز میں رخصت ہو کر ٹپ ناپ پہنچی۔ ٹپ ناپ کلب کا ایک شبہ دن میں بھی کام کرتا رہتا۔

”میں ناشتہ کر چکا ہوں۔“ عمران نے انٹھ کر جو لیما کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے لئے

کیا ملگواوں۔!“

جو لیا کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اس کی میز کے قریب بیٹھ گئی۔

”مجھے یہاں نہ آتا چاہئے تھا۔“ عمران کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”مجھ سے فضول بکواس نہ کرو۔!“

”اوہ.... تم شاید اپنی اس غلطی کی معافی مانگنے آئی ہو!“

”قطعی نہیں۔!“

”اچاک یہاں کیسے آپنگیں؟“

”چیف کی ہدایت پر!“

”تو گویا وہ غبیث مجھے کہیں بھی چین نہیں لینے دے گا.... کیا اس نے تمہیں بتایا تھا کہ میں یہاں ہوں!“

”اس نے کہا تھا کہ تم ٹپ ناپ میں میرے منتظر ہو!“

”اڑے توہبہ توہبہ....“ عمران منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ”میں انتظار کروں گا۔ ان خاتون کا جو مجھے

بے یار و مددگار اس سڑک پر چھوڑ گئی تھیں او یہ کیا آپ کے لئے ناشتہ ملگواوں۔!“

”میں تمہارے گھر سے آرہی ہوں!“

”ہوں۔!“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”اور وہاں ناشتہ ضرور کیا ہو گا۔! گوئی ماردوں گا،

سلیمان کے بچے کو میرا شوگر بینک بتاہ کر رہا ہے!“

”تم فضول باتیں چھوڑ کر مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟“

”مجھ سے معافی مانگو.... تمہارے خلاف دو شکا نہیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم نے میرے مہمان

کو میرے متعلق غلط نہیں میں بتلا کرنے کی کوشش کی! اور دوسرا یہ کہ مجھ سے ہی گاڑی میں دھکا

لگوایا اور مجھے ہی بے یار و مددگار سڑک پر چھوڑ گئیں....!“

”پہلی حرکت کی میں ذمہ دار نہیں!“

”تمہارے چیف نے تمہیں بھیجا تھا؟“

”ہا۔!“

”تم راحیل سے کیا معلوم کرتا چاہتی تھیں؟“

”یہی کہ وہ کون ہے اور بندر کی کہانی تو اس نے خود ہی سنائی تھی! اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی علی عمران کے لئے وہ بندر لایا ہے! اور اس شہر میں شاید ہی کوئی ایسا علی عمران ہو جو بندروں کو یہ رپلا سکے علاوہ تمہارے...!“

”گھنگال ہو جاؤں گا۔!“

”سلیمان کہہ رہا تھا یہ دوسرا باذی گارڈ ہے!“

”اس وقت کیوں آئی ہوتم...!“ عمران ہاتھ جھٹک کر بولا۔

”میں نہیں جانتی!“

”ہاں تم کہہ رہی تھیں کہ راحیل کے ساتھ سردار گذھ جاؤں گی!“

”حکم ملا ہے ورنہ مجھے اس سے کیا دل چھمی ہو سکتی ہے!“

”نامعقول!“

”کیا مطلب...؟“

”تمہارا چیف سخت نامعقول ہے... میرے نجی معاملات سے اُسے کیا سردار کار...!“

”جی بتاؤ... وہ بندر کس نے بھجوایا ہے؟“

”کیا تم راحیل کو جھوٹا سمجھتی ہو...!“

”نہیں! میں نے اس میں مکاری نہیں پائی!“

”تب پھر اس کی بات پر یقین کرو... اسی کی طرح میں بھی لا علم ہوں!“

”اس پر یقین نہیں کر سکتی!“

”اچھی بات ہے!“

”کیا مطلب؟“

”یہی کہ میں کسی طرح بھی تمہیں یقین نہ دلا سکوں گا۔ ویسے بہت محتاط رہنا سردار گذھ اچھی جگہ نہیں ہے!“

”تم اس کی فکر نہ کرو...!“ جولیا بر اسمانہ بنا کر بولی۔

”لیکن جاؤ گی ضرور...!“

”ارے... میرے چیف کا حکم!“

”وہ بھی گھاس کھائیا ہے!“  
 ”فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے بتاؤ۔ کیوں بلوایا ہے؟“  
 ”میں نے بلوایا ہے!“  
 ”ہاں.... اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ بھی نہ کہتا کہ عمران نبٹ ناپ میں تمہارا منتظر ہے۔!“  
 ”ممکن ہے وہ راحیل سے زیادہ مجھے موزوں سمجھتا ہو!“  
 ”شٹ اپ۔!“  
 ”آج جیچ تم پر شٹ اپ کا درورہ پڑ گیا ہے!“  
 ”جلدی بتاؤ کیا بات ہے۔!“ وہ گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔  
 ”تمہیں میرے ساتھ دانش منزل تک چلتا ہے!“  
 ”تو چلو اٹھو...!“  
 ”لیکن گاڑی میں دھکا نہیں لگاؤں گا۔!“  
 وہ نہ پڑی اور بولی۔ ”کافی رنگ رہی ہے۔ چارچل گیا ہے!“ وہ کلب کی عمارت سے نکل کر گاڑی میں آبیٹھے۔!  
 دانش منزل تک کافاصلہ خاموشی ہی سے بٹے ہوا۔  
 دونوں گاڑی سے اتر کر برآمدے میں آئے۔ عمران نے قفل کھولا۔  
 ”خدا کی پناہ.... اب دانش منزل کی کنجی بھی تمہارے پاس رہنے لگی ہے!“ جو لیا نے کہا۔  
 ”غرض باولی ہوتی ہے۔ تمہارا چیف تم لوگوں کو فارم میں دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن مجھ سے ہر حال میں خوش رہنے پر بھور ہے۔!“  
 جو لیا کچھ نہ بولی، وہ کسی گھری سوچ میں معلوم ہوتی تھی! دفعتاً وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ ہوئی بولی۔ ”کبھی نہ کبھی تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا۔“  
 ”کس بات کا۔!“  
 ”کسی بات کا بھی نہیں۔!“ جو لیا نے طویل سانس لی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ اندر آئے۔!  
 ”سوٹھ پروف کمرے میں ایک لڑکی ہے تمہیں اس کا صحیح نام اور پتہ دریافت کرنا پڑے۔!“

”چھلی رات تم غلط آدمیوں کے ہاتھوں پڑ گئی تھیں۔ اب اپنوں میں ہو۔ جو کچھ تم سے پوچھا جائے بتاؤ۔ یہ ایک ضمنی سی کارروائی ہے.... اب تمہیں بالکل نئے لوگوں کے ساتھ کام کرنا ہے۔ ان لوگوں کے سوالات تمہارے لئے صحیر کن بھی ہو سکتے ہیں لیکن تم ہر سوال کا صحیح جواب دو گی۔

”اوور اینڈ آل....!“

پھل رک گئی۔ جو لیانے محسوس کیا کہ پھل زکنے سے پہلے تاروں والے ساز کی آواز بند ہوئی تھی اور تمین بار پھر شوگر بینک کہا گیا تھا۔ جو لیا بچھے ہٹ آئی۔ پھر لڑکی اس کی طرف مڑی تھی!

اور ٹھیک اسی وقت دروازہ بھی کھلا تھا۔ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ جس کی ناک پکوڑے جیسی تھی اور گھنی موچھیں اس طرح نیچے جھکی ہوئی تھیں.... کہ دہانہ قریب چھپ کر رہا گیا تھا۔

یہ عمران کا ریڈی میڈ میک اپ تھا جس سے جو لیا بخوبی واقف تھی عمران نے بغل میں ایک فائل دبارکھا تھا اور ہاتھ میں پھل اسی طرح پکڑ رکھی تھی جیسے کہیں بیٹھ کر کچھ لکھتے اچاک اٹھ آیا ہو۔

”بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ....!“ اس نے بے حد نرم لمحے میں کہا۔ وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ لڑکی عمران سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ دفعٹا جو لیانے لڑکی سے پوچھا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ایا اگرین....!“ لڑکی نے بھرا کی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ”تمہیں محاط رہنے کی ہدایات ملتی رہی تھیں اس کے باوجود بھی۔“ عمران نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

لڑکی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

”جواب دو...!“ عمران نے سخت لمحے میں پوچھا۔

”جو کچھ مجھ سے کہا گیا تھا.... میں نے کیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔!“

”تم سے کیا کہا گیا تھا۔?“

”کیا بات ہوئی؟ تم خود بھی یہ کام کر سکتے ہو۔!“

”تم جاؤ تو.... وہ بے ہوش حالت میں بیہاں لائی گئی ہے۔!“

جو لیانے نے اعتباری سے اسے دیکھا۔

”کیا تم یہ بھتی ہو کر....؟“

”میں کچھ بھی نہیں بھتی....!“

”خاموشی سے اندر جائیںنا اور دو تین منٹ سے پہلے گفتگونہ شروع کرنا۔“

”اچھا۔!“

”ہینڈل پر جو سرخ بلن ہے اسے دبا کر ہینڈل گھماٹا۔!“

”آج میں پہلی بار اس ممنوعہ کمرے میں داخل ہونے جا رہی ہوں۔!“

”اب کھسکو بھی.... داخل ہونے کی تبدیر بھی معلوم ہو گئی!“ عمران نے کہا۔ اور جو لیا رہا سامنے بنائے ہوئے ساٹھ پروف کمرے کی طرف چل پڑی۔!

سرخ بلن دبا کر ہینڈ گھماٹا۔... دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ سامنے کر سی پر ایک غیر ملکی لڑکی نیم دراز تھی۔ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ جو لیانے اسے ہاتھ ہلاکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ تو گئی لیکن اسے کینہ طور نظریوں سے دیکھے جا رہی تھی۔!

جو لیا بھی اسے گھوڑ رہی تھی.... لیکن یہ بتانا مشکل تھا کہ وہ کس جذبے کا اظہار تھا۔

غیر ملکی لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سامنے والی دیوار سے آواز آئی۔

”شوگر بینک... شوگر بینک... شوگر بینک...!“ اور پھر اسی آواز آئی جیسے کسی ساز کا کوئی تار بولا ہو۔!

لڑکی اچھل کر اس میز کی طرف بچھی جس پر لکھنے پڑنے کا سامان تھا! اس نے تیزی سے ایک کاغذ کھینچا اور اس پر پھل بے کچھ لکھنے لگی۔

تار نکر رہے تھے اور اس کی پھل تیزی سے کاغذ پر چل رہی تھی!

وہ اس میں اتنی محوتی کہ جو لیا اس کے پیچے جا کھڑی ہوئی لیکن اسے اس کا علم نہ ہو سکا۔

جو لیا کی نظر تحریری پر تھی۔ وہ لکھتی رہی اور جو لیا پڑتی رہی۔

”میں نہیں جانتی تمہی کہ پروفیسر کے لئے کسی قسم کا خطرہ موجود ہے!“

”پچھلی رات تمہاری عقل پر پھر کیوں پڑ گئے تھے؟“

”میں ہدایت کے مطابق بتائی ہوئی جگہ پر ان دونوں کو لے گئی تھی!“

”تم نے انہیں پرکھنے کے لئے کون ساطریقہ اختیار کیا؟“

”کوئی بھی نہیں..... وہ مجھے بتائی ہوئی جگہ پر پہلے سے موجود ملے تھے!“

”تم نے کیپٹن فیاض ہی کا انتخاب کیوں کیا تھا دوستی کے لئے!“

”میں نے انتخاب کیا تھا۔“ لڑکی کے لبھ میں حیرت تھی۔

”پھر...؟“

”میں نے انتخاب نہیں کیا تھا۔ مجھ سے اسی خاص آفیسر کے بارے میں کہا گیا تھا۔!“

”پھر تم نے بیان کیوں بدال دیا پنا!“

”اب تم بھی تھوڑی سی عقل استعمال کرو!“ لڑکی نے بے باکانہ کہا۔

”میں عقل استعمال کروں!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”ہاں.... بالکل.... اس کی دوستی پروفیسر کے سر ڈال کر میں محفوظ ہو گئی۔ ہوں.... ورنہ مجھے پولیس کے ساتھ سرمارتا پڑتا!“

”لیکن کیپٹن فیاض ایک پولیس آفیسر ہی ہے!“

”وہ میرے پیان کی تردید کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح خود اسے بھی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا!“

”چلو خیر.... یہاں تم نے ذہانت کا ثبوت دیا ہے!“ عمران بیالیں کان کھجاتا ہوا بولا۔ اس کے بعد پھر وہ تینوں خاموش میٹھے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے۔

”تھوڑی دیر بعد عمران بولا۔

”اب چھان میں کا دوسرا اور شروع ہوتا ہے!“

”کہیں چھان میں؟“ لڑکی چوک کر بولی۔

”ہمیں شہہ ہے کہ تم مخالفوں سے مل گئی ہو!“

”کیا مطلب؟“ لڑکی کرسی سے اٹھ گئی!

”پروفیسر کا قتل!“ عمران سانپ کی طرح بھکھ کارا۔

”یہ زیادتی ہے.... مجھ پر سراسر زیادتی ہے.... مجھ سے جتنا کہا گیا۔ میں نے کیا!“

”پھر بھی تم جواب دی سے نہیں بچ سکتیں!“

”جباب دی.....؟“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میں جانتی ہوں کہ غداری کی سزا موت ہے۔ لیکن پہلے اسے ثابت کرنا پڑے گا کہ مجھ سے غداری سرزد ہوئی ہے!“

”فی الحال میں تمہارے لئے ناشتے کا انتظام کرنے جا رہا ہوں!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

جو لیاں کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی! لیکن عمران توجہ دیئے بغیر باہر چلا گیا۔ خود کار دروازہ بند ہو کر مغلبل ہو چکا تھا!“

”تمہارا نام کیا ہے؟“ لڑکی نے جو لیاں سے پوچھا۔

”جو لیاں....!“

”فرنجی.... ہو.....!“

”نہیں سوکیں....!“

”کیا میں اس کمرے میں قید ہوں!“

”پڑھ نہیں....!“ جو لیاں نے لاپرواٹی سے کہا۔

”اس کا نام کیا ہے؟“

”غیر ضروری باتوں سے پر ہیز کرو.....!“ جو لیاں نے ناخوشگوار لبجے میں جواب دیا۔

لڑکی نے اسی نظروں سے دیکھا چیز وہ اس کو خود سے لکھتے بھیتی ہے۔ جو لیاں بھی اسے محسوس کیا اور دانت پیس کر رہ گئی اور اسے تو وہ خود بھی نہ سمجھ سکی کہ اسے عمران پر غصہ آیا تھا یا ایسا اگرین پر....!“

کچھ دیر بعد عمران خود ہی ناشتے کی ٹرے باتھوں میں اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

جب وہ ٹرے میز پر کھرا تھا لڑکی بولی۔ ”میں خود کو ایک قیدی سمجھوں۔؟“

”فی الحال۔!“

”آخر کیوں؟“

”پروفیسر کا معاملہ صاف ہوئے باقی.....!“

”اے... رے... رے...“ عمران ہکلایا۔  
 ”کتا...!“ جولیا کی زبان سے نکلا اور وہ پھر اس پر جھپٹ پڑی!  
 دونوں کے جسم تکڑائے اور پھر جولیا یک بیک اچھل کر پیچھے ہٹ گئی!  
 اب وہ اس طرح اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھی جیسے بہت سے کیڑے مکوڑے نہم پر رینگ  
 رہے ہوں۔  
 ”اب تم بھریا کے دورے کی نقل کرو گی اور میں تمہاری اوکارانے... صلاحیتوں کی داد  
 دوں گی۔!“ ایواگرین نے نہ کہا۔  
 ”اے باپ رے!“ عمران اپنا سر سہلاتا ہوا بڑا یا۔  
 جولیا پھر معقول پر آگئی۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے اور ایواگرین برابر نہ  
 بی تھی!  
 ”یہ کیا کھڑاگ پھیلایا ہے تم نے!“ دفتار جولیا عمران کی طرف جھٹی اور اس کے سامنے تن کر  
 کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ ”اے کیپن کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے!“  
 ”ہوں...!“ ایواگرین کی یہ ”ہوں“ بہت طویل تھی اور اس کا سر بھی پر معنی انداز میں ہلا تھا۔  
 ”جولیا...!“  
 ”تم حد سے بڑھ جاتے ہو!“  
 ”جولیا۔“  
 ”تم فضول وقت ضائع کرتے ہو!“ جولیا آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی!  
 عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور بڑی آہستگی سے بولا۔  
 ”باہر جاؤ...!“  
 ”تم...!“ وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ غصے کی زیادتی کی وجہ سے اور کچھ زبان سے نہ نکل سکا۔  
 وہ باہر چل گئی۔  
 پھر ایک منٹ تک دروازے کے قریب ہی کھڑی رہی تھی! دروازہ بند ہو چکا تھا۔  
 اس کی سانس پھول رہی تھی۔ چہرہ تمثاٹھا تھا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے بند دروازے  
 کو گھورے جا رہی تھی! پھر ایسا لگا جیسے روپتے گی۔

”میں کچھ نہیں جانتی اس کے بارے میں!“  
 ”ناشہ کرو...!“  
 ”میں جانتی تھی کہ ایک دن یہی ہونا ہے...!“ وہ بڑا ہوئی ناشہ کی طرف متوجہ ہو گئی!  
 جولیا اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لے رہی تھی!... تو یہ ہے... ایواگرین... جس  
 کے بارے میں ایکس ٹونے چھان میں کراٹی تھی!... پروفیسر گرین... کون تھا...؟ یک بیک  
 یہ سوال ذہن میں ابھر۔  
 لڑکی نے دو سلائیں لیے تھے۔ اور اب چائے اٹھیل رہی تھی!  
 ”بہت تھوڑا کھاتی ہو!“ عمران بولا۔  
 جولیا نے اسے گھور کر دیکھا۔  
 لڑکی نے عمران کی بات کا کوئی جواب نہ دی۔ چائے میں شکر حل کر تی رہی...!  
 جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر عمران کرنا کیا چاہتا ہے، دیسے نہ جانے کیوں اس لڑکی  
 کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں کھلکھل سی پیدا ہو گئی تھی۔  
 ناشہ کے بعد وہ کرسی سے اٹھ گئی اور ان کی موجودگی کی پروداہ کے بغیر کمرے میں شہلت  
 رہی۔ تھوڑی دیر بعد ایسا محسوس ہونے لگا کہ اُسے ان دونوں کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہ گیا  
 ہو۔ شہلت شہلت رک کر کچھ سوچنے لگتی اور پھر شہلنا شروع کر دیتی۔!  
 دفتار جولیا عمران سے بولی۔ ”کیا تم اس کی اوکارانے صلاحیتوں کے لئے میرا وقت بر باد کر رہے ہو؟“  
 لڑکی رک کر اس کی طرف مڑی۔  
 ”تم میرے متعلق بڑے گھیا لجھے میں گنتیگو کر رہی ہو!“ اس نے درشتی کے ساتھ کہا۔  
 ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں!“ عمران بول پڑا۔  
 ”تم مت دخل دو!“ جولیا اس پر الٹ پڑی!  
 ”یعنی... کہ... لیج...“  
 ”تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔!“ ایواگرین جھپٹ کر جولیا کے قریب آگئی!  
 ”پیچھے ہو...!“ جولیا نے اسے دھکیلے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا لیا۔ لیکن خود ہی کسی فٹ تک  
 پیچھے ہٹی چل گئی! ایکو نکہ ایواگرین نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر روک کر جوابی دھکا دیا تھا۔

نیچے اتارنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔  
لیکن اس نے دونوں بازوؤں میں اس کا سر جکڑ لیا تھا۔  
”اتر چکا....“ سلیمان جو دروازے میں کھڑا ہوا مفعکانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔  
”تو یہ کوئی تدبیر کروں.... کہیں میرے ہی اوپر سورا ہو گیا تو میں کیا کروں گا!“  
”میں کیا تدبیر کروں.... کہیں میرے ہی کسی طرح برداشت کر لے گا!“  
”ابے تو شریف آدمی ہے کسی نہ کسی طرح برداشت کر لے گا!“  
”نہیں صاحب بس.... آپ کے پروفیسر صاحب آپ ہی کو مبارک رہیں۔!“  
”سلیمان!“  
”جی صاحب!“  
”خداء ڈر.... ایسا نہ ہو کہ باور پی غانے میں بھی اسی کا عمل دخل ہو جائے!“  
”اللہ کی رحمت سمجھوں گا اسے.... موگ کی وال کی تلی ہوئی چپاتیوں سے نجات مل جائے گی۔“

”اچھا بے.... ہمارا مذاق اڑا رہا ہے!“  
دفعتا بندر نے سلیمان پر چھلانگ لگائی اور عمران دروازے کی طرف لپکا۔  
لیکن ابھی برآمدے ہی میں تھا کہ بندر نے اُسے دوبارہ آ لیا۔  
شاید زندگی میں پہلی بار عمران نے محسوس کیا تھا کہ وہ مفعکہ خیز لگ رہا ہے۔  
بندر نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور کمرے چھٹ گیا تھا۔  
دو تین بڑوی دلکھ رہے تھے اور عمران اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اسے کاندھے پر نہ چڑھ بیٹھنے دے.... یک بیک بڑو سیوں کے قہقہے بلند ہوئے اور عمران بے حد سمجھیدہ نظر آنے لگا۔  
اس نے بڑے پیار سے بندر کی بیٹھ تھچھپائی اور خود ہی اُسے مدد دیئے لگا کہ وہ آسانی سے اس کے کاندھے پر بیٹھ سکے!  
اور پھر وہ اپنے بڑو سیوں کی طرف توجہ دیئے بغیر زینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔  
نیچے نو سیز موجود تھی۔ اس کے قریب بیٹھ کر اس نے بندر کو کاندھے سے اتارنا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہوئی!

دروزہ کھلا عمران باہر آیا اور اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک طرف چلتے گا۔  
”چھوڑ دو مجھے.... چھوڑو.... بے ہودہ....“ وہ روہانی آواز میں کہتی رہی۔  
عمران اسے دوسرے کمرے میں لا لیا۔  
جو لیا کے مند سے دبی دبی سکیوں کے ساتھ صرف گالیاں نکل رہی تھیں!  
”تم نے میری ساری محنت بر باد کر دی!“ عمران نے مغموم لمحے میں کہا۔ اب وہ سمجھ رہی ہے کہ ہم یہاں کی پولیس سے متعلق ہیں!  
”میں کہتی ہوں.... ہٹ جاؤ میرے سامنے سے!“  
”تم مجھ سے بھی زیادہ احتیح ہو!“  
”میں جارہی ہوں۔!“  
”اب جاؤ گی ہی.... خیر....!“  
جو لیا پھر پختی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی!

## O

اسی شام کو صدر نے عمران سے فون پر کہا۔  
”یہ آپ کا مہمان.... راجیل.... ٹیلی فسک لینس کا کیمرہ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔!  
”ہمارے یہاں یہ کیمرے امپورٹ نہیں ہوتے!“ عمران بولا۔  
”اُسے شاید اس کا علم نہیں ہے۔!  
”اس وقت کہاں ہے؟“  
”تمکھ بار کر ہو ٹھل واپس آ گیا ہے!“  
”اچھی بات ہے!“ عمران نے کہہ کر ریسیور کھو دیا۔  
بندر میز پر بیٹھا اپنا بیالاں پہلو کھجرا ہاتھ عیسیے ہی عمران ٹیلی فون کے پاس سے ہٹا اس نے اس پر چھلانگ لگائی اور با قاعدہ طور پر اس کے داخنے شانے پر سورا ہی گاتھ دی!  
”پروفیسر صاحب.... پروفیسر صاحب! میں عزت افزائی کا اہل نہیں ہوں۔“ عمران اسے

”برخوردار اس پوزیشن میں تو ہم گاڑی میں نہ سامنے کیں گے۔“

لیکن برخوردار شاید اردو سمجھتے ہی نہیں تھے اس لئے اگر ان کے کان پر جوں ریگتی بھی تو کیا کسی کی طرح اسے کانہ سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا اور راحیل کے ہوٹل کی طرف پل پر ادا۔ وہاں پہنچ کر دوسرا دشواری سامنے آئی۔ ہوٹل کا عملہ بندر کے داخلے پر مترض تھا۔

بات بڑھی.... آخر یہ طے پایا کہ راحیل کو لان ہی پر بلوایا جائے!

تو ہوڑی دیر بعد راحیل وہاں پہنچا اور پہنچوشن معلوم ہونے پر بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دیا۔

عمران سبجدہ نظر آرہا تھا، کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”میں تمہاری خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آج پورے شہر کی سیر کرتا ہا۔ میں سمجھا تھا آپ کسی کو بھیجیں گے لیکن جب کوئی نہ آیا تو میں اکیلے ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اکیلے تو اور زیادہ لطف آنا چاہئے۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن اتنا بڑا شہر ہونے کے باوجود بھی کسی ضرورت مند کی کوئی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔“

”بھلاکی کیسے ممکن ہے۔ مجھے تو ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے!“

”لیکن مجھے میلی فوکس لینس والا کیسرہ نہیں مل سکا۔“

”اوہ.....! وہ کہاں سے ملی گا۔ وہ تو اپورٹھی نہیں ہوتا۔“

”اچھا۔“ راحیل کے لجھے میں مایوسی تھی۔

”آخر اس قسم کے کیسرے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟“

”بس ہے ضرورت....!“

”صاحبزادے بہت مہنگا آتا ہے۔ میں نے کئی سال پہلے ہنالولو میں ساڑھے سات ہزار روپے دیے تھے اس کے او را چھی طرح جانتا تھا کہ چوری کا مال ہے۔“

”ہے آپ کے پاس۔“ راحیل طفلانہ خوشی کے ساتھ بولا۔

”ہاں ہے تو!“

”گک.... کیا.... آپ مجھے عاریتادے سکتے ہیں!“

عمران نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ آخر میلی فوکس لینس کیسرے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی اور اس نے محسوس کیا کہ راحیل اس سلسلے میں مزید گفتگو کرتے ہوئے پہنچا رہا ہے۔

آخر بہت دیر بعد اس نے اسے پہاڑ کی چوٹی پر نظر آنے والی دھوئیں کی تصویر کی کہانی سنائی! اور بڑے جذباتی لمحے میں بولا۔ ”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ اس دھوئیں میں کوئی ستار بجا تی عورت پوشیدہ ہو....!“

”عزیزم! اگر وہ پوشیدہ بھی ہے تو تم اس کا کیا بگاڑو گے۔“

”مم.... میں اس کی تصویر کھینچا چاہتا ہوں۔“

”ہاں.... آں.... تصویر تو کچھ جا سکتی ہے.... اور اس طرح تم اپنے شے کی تصدیق بھی کر سکتے ہو!“

”تو پھر.... تو پھر....!“ اس نے پر جوش لمحے میں کہا اور دفعتاً پھر اس کی آواز سے مایوسی جملکے گئی۔ اس نے کہا۔ ”لیکن آپ مجھ پر اعتماد ہی کیوں کرنے لگے تبھی چیز ہے!“

”اچھا... اچھا... آؤ ادھر پہنچ پر بیٹھ کر باتیں کریں!“ عمران نے لان کے سرے پر پڑے ہوئے پہنچ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

عمران نے محسوس کیا کہ راحیل شدت جذبات سے کانپ رہا ہے وہ دونوں پہنچ پر جا بیٹھے۔

عمران نے راحیل کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”ہاں یہ بتاؤ کیا بندر جسمیں اسی چوٹی کے آس پاس ہی کہیں ملا تھا!“

”جی ہاں... پہاڑ کے دامن کے ایک غار میں۔!“

عمران نے بیٹھی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے اچنڈ لمحے اسی حالت میں رہا پھر بولا۔ ”شاید وہ اسی سلسلے کی کسی چوٹی کا قائد تھا.... جس کا جیلو جیکل سروے ہوا تھا۔“

”جی ہاں.... جی ہاں.... لوگوں کا خیال تھا کہ شاید کوئی آتش فشاں پھنسنے والا ہے۔ لیکن

بروے کرنے والوں کو ایسی کوئی ملامت نظر نہیں آئی۔ اور یہ بھی بیج بات ہے کہ جب تک

بروے کرنے والی پارٹی وہاں مقیم رہی ایک بار بھی دھوئیں کی وہ تصویر نہیں دکھائی دی تھی!“

”خوب....! یہ تو بڑی دل بھپ بات ہے.... اب تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی چل کر

دیکھوں؟!

عمران صاحب۔!

خوش تھتی سمجھوں گا اگر آپ کو مہمان بناسکوں۔!

”اچھا... اچھا... میں سوچوں گا۔!

”سوچئے مت.... بس چلے چلئے.... میں کہتا ہوں اگر آپ اس کی تصویر اتارنے میں کامیاب ہو گئے تو ساری دنیا میں آپ کا نام ہو جائے گا....!

”اچھا... اچھا... ”

”لیکن ٹھہریے.... چھپلی رات وہ عورت!

”اے بھول جاؤ.... سخت نالائق ہے.... میری شناساہے! بندر کے متعلق مجھ سے پوچھا تھا میں نے تمہاری ہی سنائی ہوئی کہاں اسے سنا دی اُسے یقین نہیں آیا تھا تصدیق کرنے تمہارے پاس دوڑی آئی تھی! اتنے میں میں بھی پہنچ گیا تو اس نے بو خروف والی ہواںی چھوڑ دی۔!

”یہی تو میں کہہ رہا تھا۔ آپ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں!

”تو پھر.... ہاں تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ دو ایک دن اور میرے مہمان رہو....!

”یہ ممکن ہے.... لیکن پھر کوئی بہانہ نہ بناد جائے گا آپ کو چلانا ہی پڑے گا۔

”تم مطمئن رہوں۔!

”لیکن کب۔؟

”یہ میں تمہیں کل بتاؤں گا۔!

”اچھا... اچھا... بندر کی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی،“

”بڑا سکھ مل رہا ہے.... دیکھو چڑھا بیٹھا ہے کاندھے پر۔!

”اور میرے لئے اب ایسا ان گیا ہے جیسے پہلے کبھی دیکھا تک نہ ہوا۔“

”کہیں اس کی بینائی تو کمزور نہیں ہے!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”بینائی!“ راجیل نہ کر بولا۔ ”نہیں بے مرودت ہی معلوم ہوتا ہے۔“

”راجیل سے پھر اس نے اور کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی!.... اور بندر سمیت، انش منزل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔!

ٹو سیڑ کپاونڈ میں داخل ہوئی اور بندر کھڑکی سے نکل کر لان پر کوڈ گیا، اور اب وہ عمارت کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔ عمران نے اس کی حرکت کو حیرت سے دیکھا... کیونکہ ہوٹل میں تو وہ اس کی گردی سے چھٹا رہا تھا۔

گاڑی سے اتر کر وہ بھی عمارت کی طرف چل پڑا۔ بندر نظرودی سے او جھل ہو چکا تھا اور پھر جب صدر دروازے کے قریب پہنچا تو ایسا لگا جیسے خود ہوا میں تیرنے لگا ہو.... اور دوازہ غائب تھا... اور دروازے کی جگہ دیوار پر چاروں طرف ایسے نشانات تھے جیسے دروازہ جلا دیا گیا ہو! لیکن آس پاس نہ کہیں را کہ نظر آئی اور نہ کوئے.... برما یک کا دروازہ چوکٹ سمیت گویا نضا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک پر تشویش نظرودی سے صورت حال کا جائزہ لیتا رہا پھر آگے بڑھا اندر کہیں بھی کسی قسم کی ابتری نظر نہ آئی پھر اس نے ساٹھ پروف کرے کارخ کیا.... یہاں بھی دروازہ غائب تھا... دیوار پر جمل جانے کے نشانات یہاں بھی ملے.... لیکن آس پاس را کہ کا ایک ذرہ بھی نہ مل سکا۔ کمرے کے اندر ہر چیز جوں کی توں نظر آئی۔

عمران پر تفکر انداز میں اپنا سر سہلانے لگا۔ دفعتاً عمارت کے کسی گوشے سے بندر کی چیخ ابھری اور پھر وہ چیختا ہی چلا گیا۔

عمران کو اس کا دھیان ہی نہیں رہا تھا۔ آواز کی طرف جھٹا۔ آواز آپ پریشن روم سے آری تھی! اس نے دیکھا کہ بندرا پسے ہاتھوں میں ایک رومال لیے اسے سونگھ سو گھ کر چیخ رہا تھا۔

عمران اسے تحرانہ انداز میں دیکھتا ہے۔ پھر اس سے رومال چھین لینے کی کوشش کی۔ بندر اچھل کر دور ہٹ گیا لیکن اب اس کے چیختنے کا انداز بدلتا گیا تھا.... ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔

”رحم کرو دوست.... میرے حال پر....!“ عمران بے بی سے بولا۔ ”لاؤ رومال مجھے دے“ وو... ہر چند کہ یہ کسی خاتون ہی کا ہو سکتا ہے پھر بھی تمہارے کس کام کا!“

پھر وہ ثانس میٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ ثانس میٹر محفوظ تھا۔ اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا تھا۔

”ہیئے کوارٹر بالآخر جاہ ہو گی۔“ وہ کچھ دیر بعد بڑھ لیا اور واپسی کے لیے دروازے کی طرف

بندرا چھلتا کوڈتا اس کے آگے چل رہا تھا اور اب اس نے چختا بھی بند کر دیا تھا۔!

وہ ٹو سیٹر میں بیٹھ گیا۔۔۔ بندرا کی طرف توجہ دیئے بغیر انجمن بھی اسٹارٹ کر دیا تھا۔۔۔ گازی ابھی حرکت میں نہیں آئی تھی کہ بندرا بھی چھلاگ لگا کر کھڑکی سے گزرتا ہوا اس کے پاس آبیٹھا۔۔۔ “میں اس وقت تفریق کے موڈ میں نہیں ہوں میرے دوست!” اس نے بندرا سے کہا اور گازی کو کپاڈنڈ سے باہر نکال لایا۔!

پھر وہ آندھی اور طوفان ہی کی طرح جولیا ناٹھر واٹر کے بنکلے سکن پہنچا تھا۔۔۔ جولیا موجود تھی۔۔۔ اور عمران پر نظر پڑتے ہی آگ گولہ ہو گئی!

”کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔!

”میں بغیر ضرورت کہیں بھی نہیں جاتا۔۔۔!“ عمران سجاد گی سے بولا اور وہ اس کی آواز سن کر چونک گئی!

عمران۔۔۔ اس وقت تو وہ عمران نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ کھلنٹر اور احتمانہ حرکتیں کرنے والا عمران ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ اس وقت وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاسکی۔۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔ شکر ال وال عمران تھا۔۔۔ درندہ۔۔۔! شکر الی درندوں سے بھی زیادہ بھیاںک۔۔۔

”میں تم سے یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم ایواگرین سے لپٹ پڑنے کے بعد اچاک الگ کیوں ہو گئی تھیں اور اپنے کپڑے کیوں جھلانے لگی تھیں؟“

”م۔۔۔ میں نے محسوس کیا تھا جیسے میرے بلاوز اور اسکرٹ میں بہت سے کیڑے کوڑے گھس گئے ہوں۔!

”یاد کرنے کی کوشش کرو اس نے تمہارے جسم کے کس حصے پر دباؤ ڈالا تھا؟“ ”کمر پر۔۔۔ ریڑھ کی ہڈی اب تک ڈکھ رہی ہے! اس جگہ مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی انگلیاں کھال پھاڑ کر ہڈیوں تک جا پہنچی ہوں!“

عمران بیٹھ گیا!

جو لیا نے کچھ دیر بعد ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“ ”والش منزل جاہ ہو گئی!“

”کیا مطلب؟“ جولیا بوكھلا کر کرسی سے اٹھ گئی!

”کسی کے ساؤٹر پروف کرے سے فرار ہو جانے کے معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا۔ اب اس کا کوئی صرف نہیں رہا۔!“

”نکل گئی وہ۔۔۔!“ جولیا کے لبھے میں حیرت سے زیادہ خوشی کا عنصر غالب تھا۔ عمران نے پھر انداز میں سر کو جبش دی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا رہا۔۔۔!

”لیکن کیسے نکل گئی؟۔“

”صدر دروازہ غائب ہے۔۔۔ اور ساؤٹر پروف کرے کا دروازہ بھی۔۔۔!“

”دروازہ غائب ہے؟۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔ اب وہ صرف درہی کھلائے جا سکتے ہیں اور دروازے نہیں!“

”یہ کیسے ممکن ہے؟“

”یقیناً وہ کوئی غبیث روح ہے!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

”غبیث ارواح پر ایمان ہے۔۔۔!“

”جوزف کی صحبت میں سب کچھ ممکن ہے!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔۔۔

”چچ جائے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ جائے نہ پیو گے۔!“

”نہیں۔۔۔!“ عمران نے کہا اور بندرا کو ہوٹکارتا ہوا باہر نکل گیا وہ اتنی دیر اس کے قرب ہی فرش پر سکون سے بیٹھا رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد عمران نے دیکھا کہ رومال اب اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

”ابے وہ رومال کہاں گیا؟“ اس نے بندرا کو گھوڑ کر پوچھا۔ لیکن بندرا منہ اٹھائے صرف اس کی شکل دیکھا رہا۔!

عمران اب اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔۔۔ اور چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

فلیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے گازی روکی اور بندرا کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے میں ہاتھ ڈال کر اسے اوپر اٹھایا اور اسی طرح لٹکائے ہوئے گازی سے اٹر کر اوپر جانے کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ بندرا بڑی طرح چیخ رہا تھا۔۔۔ ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کو نوج

حکومت کر رکھے گا....  
سنتگ روم میں پہنچ کر اس نے اسے صوفے پر پٹخت دیا... اور وہ جیتنا ہوا جوزف کے کمرے کی طرف بھاگ لھلا!

سلیمان دروازے میں کھڑا پیٹ پکڑے نہ رہا تھا.... بدقت بُشی پر قابو پانے کے بعد بولا۔ ”پروی پوچھ رہے تھے کیا تمہارے صاحب نے اب یہ دھندا شروع کر دیا ہے؟“

”سلیمان! کافی۔ خوب گرم اور گاڑھی...!“ عمران نے سخیگی سے کہا۔ اور سلیمان اسے اتنی حیرت سے دیکھنے لگا جیسے اس نے اسے دجال کے ظہور کی اطلاع دی ہو۔!

”جلدی...!“ عمران ہاتھ جھنک کر بولا اور سلیمان بوکھلا کر دروازے میں مڑ گیا۔ اس وقت شام کے سلیمان کو بھی کچھ نیایا لگا تھا۔

عمران سینگ روم سے اس کمرے میں آیا جہاں ایکس ٹوکا فون رہتا تھا اس نے اس پر جو لیانا فتنہ والر کے نمبر ڈائل کے دوسرا سی طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

عمران نے ایکس ٹوکی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”عمران وہاں موجود ہے؟“

”نہیں جناب...!“ جو لیا کی کاپنی ہوئی سی آواز آئی۔ ”کچھ دیر پہلے ضرور تھا...!“

”کیوں آیا تھا...؟“

”یہ اطلاع دینے کہ داش منزل کی قیدی فرار ہو گئی!“

”اور یہ تمہارے غیر محتاط رویے کی بناء پر ہوا ہے!“

”میں.... معافی چاہتی ہوں جناب.... لیکن وہ مجھے وہاں لے ہی کیوں گیا تھا....؟“

”اس کو اس غلط فہمی میں بتلا کر ناچاہتا تھا کہ وہ اپنے ہی آدمیوں میں ہے اور حقیقت پچھل رات غلط آدمیوں کے ہاتھ پڑ گئی تھی! یہاں میرے ماتخوں میں تمہارے علاوہ اور کوئی غیر ملکی نہیں ہے۔ لہذا عمران تمہیں وہاں لے گیا تھا!“

”میں سمجھی۔ نادم ہوں اپنی اس حرکت پر!“ جو لیا گھکھیا۔

”اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ تمہارا کوئی رومال تو وہاں نہیں رہ گیا تھا!“

”جی نہیں...!“

”تمہیں یقین ہے۔!“

”جی ہاں.... صبح سے بھی رومال اب تک میرے ہاتھ میں رہا ہے!“  
”اب ہیڈ کوارٹر تبدیل کر دیا جائے گا۔“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد پھر سینگ روم میں واپس آگیا۔ بندر صوفے پر لیٹا ہوا ملا۔

وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر اسے پر تشویش نظرلوں سے دیکھنے لگا۔ بیان ہاتھ چیو گم کی ٹلاش میں کوٹ کی جیب میں گیا تھا لیکن جب دباڑہ باہر آیا تو اس میں چیو گم کے پیکٹ کی بجائے وہی رومال تھا جو بندر کو داش منزل میں ملا تھا۔ رومال پر نظر پڑتے ہی بندر پھر چیجانے لگا، جھپٹا بھی تھا اسے چھین لینے کے لئے، لیکن عمران نے لات مار کر الگ کر دیا۔

انتہے میں سلیمان کافی لایا۔... بندر الگ توجہ گیا تھا لیکن اسی گھنات میں تھا کہ وہ کسی طرح رومال عمران کے ہاتھ سے اچک لے عمران اسے کوٹ کی اندر رونی جیب میں رکھتا ہوا کافی پاٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بندر پھر صوفے پر چلا گیا۔

”ابے.... یہ کافی ہے یا جو شاندہ...!“ عمران کپ میں کافی انٹیتا ہوا بولا۔

”تحوڑی سی قصور کی میتھی بھی ڈال لاؤ۔“ سلیمان نے خوش ہو کر پوچھا۔

”لہسن کے دو چار جوئے بھی!“ عمران بو بودا تاہوا کریم اور شکر طانے لگا اور پھر ایک گھونٹ لے کر اس طرح سلیمان کو گھورا جیسے وہ کافی کی بجائے الیساں کا آبجوش تیار کر لایا ہوا!

”ابے یہ کیا ہے؟“

”کافی سے زیادہ اچھی چیز ہے آپ پورا کپ پی کر تو دیکھئے!“

”ہے کیا؟“ عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

”چائے میں پوتے کی ڈھونڈی!“

عمران بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”یہ کیا حرکت؟“

”دیکھئے! آنکھیں نہ کھائیے.... بندر تک سالا بیسر پے اور آپ پوتے کی ڈھونڈی بھی نہ پی ٹکیں!“

”تیر ادماغ تو نہیں چل گیا۔“

”میں نے پے در پے تین کپ پے ہیں؟“ سلیمان شرم کر بولا۔ ”اور اب جھوم جانے کو جی

چاہ رہا ہے۔!

”مارتے مارتے کھال گراؤں گا۔!

”اس کی کھال نہیں گرتے جو دن بھر میں چچ بو تلکیں پیتا ہے۔ آپ خاکیوں ہوتے ہیں ایک کپ پی لینے سے افسی تھواہی ہو جائیں گے۔!

”میں کہتا ہوں کافی۔“ عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔

”نہیں تھی کافی تو کیا کرتا۔ آپ کا توانار شاہی حکم چلتا ہے۔!

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی اور سلیمان کافی کا جھگڑا چھوڑ کر دروازہ کی طرف دوڑا۔ آنے والا صدر تھا۔ عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر سلیمان سے بولا۔ ”میرے سوٹ کیس میں جتنے بھی رومال ہوں سب نکال لاؤ۔!

سلیمان بڑی بھرتی سے اندر چلا گیا تھا۔

”جو لیا سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ساؤٹ پروف کمرے سے فرار ہو گئی!“ صدر نے کہا۔ ”ہاں..... ہاں.....!“ عمران اس طرح بولا جیسے منہ کے ساتھ اڑنے والی مکھی ہو اور پھر بندر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اتنے میں سلیمان نے سات آٹھ رومال لا کر میز پر ڈال دیئے! عمران نے یکے بعد دیگرے سارے رومال بندر کے چہرے کے قریب لہرائے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رسگی۔ سلیمان حیرت سے یہ کاروائی دیکھتا ہا پھر دھٹا بولا۔ ”صاحب کیا وہ گھونٹ ملک کے نیچے اتر گیا تھا۔!

”اگل دینا میر اشیوہ کبھی نہیں رہا۔!

”اڑے تو پھر ایک ہی گھونٹ میں یہ حال ہو گیا۔“

”میں کہتا ہوں ..... ابھی اور اسی وقت کافی کاڑا ہے خرید کر لा۔ نہیں تو سیر ڈیڑھ سیر شکل ڈھونڈیاں تیرے ملک سے اتر جائیں گی۔“

”کیا قصہ ہے؟“ صدر نے پوچھا۔

”کچھ نہیں ..... سلیمان!“

”جارہا ہوں ...!“ وہ مردہ کی آواز میں بولا اور پھر وہ لگڑا تا ہوا اپنی جیسیں ٹولتا باہر چلا گیا۔

عمران نے کوٹ کی اندر والی جیب سے وہ رومال نکالا جو داش منزل میں ملا تھا۔ بندر نے پھر سونے سے جست لگائی اور رومال عمران سے چھین لیتا چاہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ داش منزل سے کوئی قیدی فرار ہو جائے اور ہم اس طرح وقت ضائع رتے پھریں۔“ صدر نے عمران کو مخاطب کر کے کہا جو بندر کو پرے دھکلئے کی کوشش کر رہا تھا۔

”سارا قصور اس گھونٹ کا ہے جو ملک کے نیچے اتر گیا!“

”کیا مطلب؟۔“

”ہم معقول نے پوتے کی ڈھونڈیوں کا آبجوش پلا دیا۔“

”عمران صاحب! آپ نے اسے داش منزل میں کیوں رکھا تھا۔؟

”یار سنو....“ عمران اس کی بات اڑا کر بولا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ اس بندر کے جسم کے ایک یک حصے کا ایکسرے کرایا جائے!“

”ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔!“ بندر بول پڑا اور صدر بوكھلا کر کئی قدم ہٹا چلا گیا۔ پھر اس نے آنکھیں چھاڑا کر عمران کی طرف دیکھا جس کے ہوتوں پر شریروںی مسکراہٹ تھی!

”یہ..... یہ..... کون بولا تھا؟“ صدر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر بندر کی طرف اشارہ کیا۔

”نہیں۔!“

”عزیز القدر.... یہ ایکسرے سے ڈرتا ہے ورنہ کبھی نہ بولتا۔ اگر ایک چچے صافی پلا دو تو غرلوں پر غرلیں ستاتا چلا جائے گا۔“

”عمران صاحب!“

”بھی بندر صاحب! تم ہی سمجھاؤ ان حضرت کو!“

بندر اب اوٹگھ رہا تھا۔

”تھی بتائیے وہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ کوئی عورت تھی!“

”بندر..... بندر..... بندر..... تم بحثتے کیوں نہیں۔ اس کا ایکسرے ضروری ہے۔!“

”اس کا مطلب جاتی ہو گا۔“ بندر بولا۔ ”جیسے ہی المزاہ ایکٹ ریز میرے جسم سے نکرائیں گے، میں ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ جاؤں گا۔ پھر نہ ایکسرے کی مشین رہے گی اور

نہ آس پاس کی کوئی اور شے۔!  
”لیکن.... لیکن.... اس کامنہ تو بالکل بند ہے!“ صدر کا نپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اور یہ  
بے خبر سورہا ہے۔!  
”قرب قیامت کی دلیل ہے۔“ عمران مسمی صورت بنانکر بولا۔ ”لیکن ایکس رے تو ضرور  
ہو گا!“

”نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔“ بندر پھر بولا۔  
”عمران صاحب.... عمران صاحب!“ صدر اسے جھنجور کر آہستہ سے بولا۔ ”یہ تو کسی  
عورت کی آواز ہے!“  
”تو پھر یہ بندر نہیں بندر یا ہوگی۔ بندر پن کی علامتوں کو نقلي سمجھو!“  
انتہے میں جوزف آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا لیکن جیسے ہی بندر پر نظر پڑی  
دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

”کیوں؟.... جناب نے کیسے تکلیف فرمائی؟“ عمران نے اسے مخاطب کیا۔  
”باس....؟“ جوزف روئی آواز میں بولا۔ ”آج دوپہر تھوڑی دیر کے لئے سو گیا تھا کہ  
طوفانی کھلہڑی والا خواب نظر آیا۔....“

”یہ کون بزرگوار ہیں؟“  
”میرا دادا تھا.... اس کی کھلہڑی دور دور تک مشہور تھی! اور باس وہ جب بھی خواب میں نظر  
آتا ہے جلد ہی کسی تباہی کامنہ دیکھنا پڑتا ہے۔“

”تو پھر تم کب تک جاہ ہو جاؤ گے۔!  
”خدا کے لئے باس سمجھی اگی اختیار کرو۔“ جوزف نے بندر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”کسی  
طرح اس بلا سے اپنا چھپا چھڑاو۔!  
”ابے یہ بلا تو اب آدمیوں کی طرح بات چیت بھی کرنے لگی ہے!“

”نہیں باس....!  
”یقین کر....!  
جوزف نے صدر کی طرف دیکھا اور صدر نے سر ہلا کر عمران کی تائید کی۔

”او خدار حم۔!“  
”اچھا ذرا تو دوڑ کر اس کا ایکس رے تو کر اتا ل۔“ عمران بولا۔  
”خبردار...!“ بندر کی آواز آئی۔ ”اُسکی جرأت کرو گے تو موت بھی تم پر آنسو بھائے گی۔!  
”بب.... باس....!“ جوزف خوفزدہ انداز میں عمران سے چٹ گیا اور پھر جو بے ہوش  
ہو کر گرا تو عمران کو بھی اپنے ساتھ ہی فرش پر لیتا آیا۔  
عمران بشکل اس کی گرفت سے آزاد ہو سکا۔ جوزف پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔ اتنے  
میں سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کاڈبہ تھا۔  
”ارے.... اس کو کیا ہوا۔؟“ وہ دروازے کے قریب ہی ٹھنک گیا۔  
”اس مرض کو ڈیبو نو فوپیا کہتے ہیں....!“ عمران نے عالمانہ شان سے جواب دیا اور پہلے سے  
بھی زیادہ مطمئن نظر آنے لگا۔  
”تم عنقریب ڈیبو نو میدیا کا شکار ہونے والے ہو!“ بندر سے آواز آئی۔  
”ارے باپ رے۔!“ سلیمان حلق پھاڑ کر چینا۔ ... کافی کاڈبہ ہاتھ سے چھوٹ پڑا تھا اور پھر  
وہ اٹھے پاؤں باہر کی طرف بھاگا۔....  
جوزف بے ہوش پڑا تھا.... اور صدر تو پھر کابت ہو کر رہ گیا تھا لیکن عمران کے ہوننوں پر  
اب بھی شریری مسکراہٹ تھی۔ آخر صدر نے کہا۔ ”میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!  
”تم بھی بے ہوش ہو جاؤ.... پھر میں بیٹھ کر ستار بجاوں گا....!  
”ستار۔!“ بندر سے قیقبے کی آواز آئی۔ ”میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ہمارے پیغام  
رسانی کے راستے اس حد تک آگاہ ہو جاؤ گے۔ کیپٹن فیاض کو اس طرح شٹھے میں اتنا اگیا تھا کہ  
وہ تمہیں ہر گزا پنے ساتھ نہیں لاسکتا تھا.... لہذا دوسرا سری رات پھر ایک تجربہ باتی پیغام نشر کیا گیا۔  
محض یہ دیکھنے کے لئے کہ کہیں تم تجھے تو اس راستے واقف نہیں ہو گئے! ہمارا خداش درست  
ٹکلا۔... تم ٹھیک اسی جگہ عمارت میں جا پہنچ جہاں ایواگرین کی موجودگی پیغام کے مطابق ضروری  
تھی.... کچھ بتاؤ تم راستے کیسے آگاہ ہوئے؟“  
”مجھے بھی گانا بجانا آتا ہے!“ عمران نے جواب دیا۔  
”میں یقین نہیں کر سکتی.... میرے اور ایک آدمی کے علاوہ کوئی تیرا اس طریقے سے

واقف نہیں۔ میں اس کی موجود ہوں اور وہ میرا شاگرد ہے۔ اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ تم اس سے کچھ معلوم کر سکتے ہو؟“

”تم اس چکر میں نہ پڑو ڈار لگ۔...“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”ڈار لگ۔... پھر ایک بار کہو ڈار لگ۔!“

”یہ بھول گیا۔!“

”عمران میں تمہیں بھی نہ بھلا سکوں گی۔!“

”یہاں بھی بھی حال ہے۔ چھ سال سے روزانہ تمہیں خواب میں دیکھنا ہابی بن گیا ہے۔!“

”میرا مصلحہ نہ اڑا۔...!“ دردناک لمحہ میں کہا گیا۔

”یہ تماواہ میں اس بندر کو کیا کروں؟“

”لیجے سے لگائے رکھو!“

”ایکسرے ڈار لگ۔!“

”فضول باتیں نہ کرو۔... یہ ضائع نہ ہو جائے گا۔“

”تم اس طرح بھاگ کیوں گئیں۔!“

”مجھے شہبہ ہو گیا تھا کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہے!“

”تمہارا خیال غلط نہیں ہے!“ عمران مٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے جو لیا کو لکھا رکھا۔ میں ایک بار اور بھی تمہیں ایک عورت کو لکھاتے دیکھ بڑھا ہوں۔ غالباً لیدی مونیکا تمہیں یاد ہو گی۔“

”یاد ہے۔... اور اب اس جو لیا کی باری ہے۔... یہ بھی تمہیں چاہتی ہے!“

”کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔!“

”لیکن تم کسی کے بھی نہیں ہو سکتے۔ صرف دھوکہ دے سکتے ہو!“

”تمہارا ہو سکتا ہوں بشرطیکہ۔....!“

”ہاں۔... ہاں۔... کہو کہو۔...!“

”بشرطیکہ تم اس وقت مجھے کافی کا ایک گرامگرام کپ پلو اسکو!“

”عمران۔...!“

”لیں مائی کو۔...!“

”اس بار میں تمہیں جکڑ لے جاؤں گی۔... تمہی کر کے آئی ہوں۔!“

”فی الحال اس بندر کی ترکیب استعمال تاادو۔!“

”میرے پاس تمہارا ایک کوت تھا۔ پچپن سے ہی یہ اسے سو گھٹا آیا ہے۔ اسے میں تمہارے ہی لئے تیار کر رہی تھی۔ تم نے دیکھا ہو گا کس نبڑی طرح چھٹا تھام سے۔!“

”اور آج تمہارے اس رومال سے خوش فعلیاں کر تارہا تھا جو تم داش منزل میں چھوڑ گئی تھیں!“

”اس بندر کی وجہ سے میں ہر وقت تمہاری آواز سنتی رہتی ہوں۔“

”اچھی بات ہے اب میں اسے ہر وقت گلے میں نکالے رہا کروں گا۔“

”عمران! اس کی حفاظت کرو۔ اب اس کے بھی راز سے تم واقف ہو گئے ہو! تمہارا یہ شبہ بھی درست نکلا کہ اس کے جسم کے کسی حصے میں ٹرانس میٹر پوشیدہ ہے! اس لئے تم ایکسرے کرانا چاہتے تھے!“

”سمجھدار ہو۔!“

”لیکن سنو! جس قسم کی بیٹری اسے چلا رہی ہے الٹرا او اینٹریٹ ریز کے پڑتے ہی دھاکے کے ساتھ پھٹ جائے گی اور یہ دھاکے انہتائی طاقتور ڈاٹا میٹ کے دھاکے سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہو گا۔!“

”اچھی بات ہے!“

”اب مجھے اجازت دو۔... جارہی ہوں تمہارے شہر سے!“

”آخر بے چارے پر دفیر گرین کا کیا قصور تھا!“

”کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اس لئے ہمارے لئے قطعی بیکار تھا۔ بیکار چیزیں ہم ضائع کر دیتے ہیں۔!“

”تم اب کہاں جارہی ہو!“

”اکی پہاڑ کی چوٹی پر جہاں دھو میں کی تصویر ستار بجائی ہے۔“

”کیا یہ میرے لئے چیلنج نہیں ہے!“

”یہست ہو تو آؤ۔!“

انتہے میں ایکس ٹووالے فون پر کسی کی کال آئی..... اس کا اندازہ سوچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بلب کے جلنے اور بھینے سے ہوا۔  
وہ پھر فون والے کمرے میں آیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔ ”میں خطرے میں ہوں، جتاب.... میراوم گھٹ رہا ہے!“

”تم کہاں سے بول رہی ہو؟“ عمران نے ایکس ٹوکی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
”اپنے بیڈ روم سے.... آہستہ آہستہ درجہ حرارت بڑھتا جا رہا ہے عکھے سے بے حد گرم ہوا منتشر ہو رہی ہے۔ کھڑکیاں اور دروازے جام ہو گئے ہیں۔ میں انہائی کوشش کے باوجود انہیں نہیں کھوں سکتی!“

”عکھے سے گرم ہوا منتشر ہو رہی ہے؟“  
”جی ہاں.... میں تپی جا رہی ہوں۔“  
”اچھا.... میں دیکھتا ہوں....!“

عمران نے رسیور کریڈل پر سچ کر میز کی دراز کھنچنی اس میں روپور نکال کر اس کی نال پر سائیلنسر چڑھایا اور کچھ اکسرا اور اندز جیب میں ڈال کر جھپٹتا ہوا فلیٹ سے نکل گیا۔

زینوں پر صدر سے ملاقات ہوئی۔ وہ سلیمان کو سہارا دیتے ہوئے اوپر لارہا تھا۔

”تم ان دونوں کو دیکھو میں ابھی آیا!“ عمران کہتا ہوا تیزی سے ان کے قریب سے گذر گیا۔  
پھر اس کی ٹوسیٹر تیز روٹو فون کی طرح جولیا کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئی تھی!

بنگلے سے ایک فرلانگ اوہر ہی اس نے ٹوسیٹر چھوڑ دی اور پیدل ہی چل پڑا۔ بہت زیادہ محظا ہو کر قدم اٹھا رہا تھا۔ یہاں زیادہ تر اپری طبقے کے لوگ آباد تھے اس لئے بستی پر قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی!

جولیا کے بنگلے سے متصل ایک تحریڑ بنسد اور لاہبی و کیل کا بنگلہ تھا جس کی کمپاؤنڈ کا چھائک کمپی بند نہیں دیکھا جاتا تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ وہ اس وقت بھی کھلا ہو گا۔ دونوں بنگلوں کی چہار دیواریاں یکساں طور پر بلند تھیں اور ایک جانب کی دیواریں مٹی ہوئی تھیں۔

عمران بڑی لاپرواہی سے وکیل کے بنگلے میں داخل ہوا اور اس جانب چلتا رہا جد ہر جولیا کے بنگلے کی چھوٹی سی دیوار تھی!

”اچھی بات ہے ڈار لنگ.... اس بوڑھے آدمی کا قتل مجھے وہاں ضرور لائے گا!“

”دشمن کی حیثیت سے آؤ گے!“

”ایک فرض شناس آدمی کی حیثیت سے!“

”ضرور آؤ.... ہم ذہنوں کو دھونا بھی جانتے ہیں!“

”ایسے دھوپی ہمارے ہاں سائیکلو جسٹ کھلاتے ہیں!“ عمران چپک کر بولا۔

”اور زیادہ تر خواتین کے ذہن دھویا کرتے ہیں!“

”اچھا شش بخیر!“

”بخیر کہاں، اگر آج رات خواب میں نہ دکھائی دیں تو کل سے سوتا ہی چھوڑ دوں گا!“

”یقین کرو اب تمہیں سونا نصیب نہیں ہو گا!“

اس کے بعد آواز آنی بند ہو گئی.... بند رہے خبر سورہا تھا!

عمران صدر کی طرف مڑ کو بولا۔ ”زراد یکھو تو سلیمان کدھر بھاگ نکلا۔“

صدر بالکل مشینی انداز میں فلیٹ سے باہر نکلا تھا۔

عمران جوزف کی خبر لینے کے لئے فرش پر دو زانو ہو گیا۔ اس کی بعض دیکھی..... اور پر معنی انداز میں سر ہلا کر انھے گیا!

اس کرے میں آیا جہاں ایکس ٹووالا فون رہتا تھا۔ میز کے قریب والی الماری کھول کر ہائپ ڈر مک سرخ نکالی اور کسی سیال کا ایک نیوب! اس سرخ نیوب سے لوڈ کر کے پھر سٹنگ روم میں واپس آیا۔

صدر واپس آپکا تھا۔

”وہ نیچے فٹ پاٹھ پر بیٹھا تے کر رہا ہے!“ اس نے عمران کو اطلاع دی۔

”شاید تمہارے اعصاب بھی قابو میں نہیں ہیں!“ عمران جوزف کے بازو پر سرخ کی سوئی چھوٹا ہوا بولا۔ صدر نے اس کا یہ ریمارک خاموشی سے سن۔

جوزف کو انگلشن دے کر فرش سے اٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”اُسے ساتھ لانا چاہئے تھا“

بہت زیادہ ڈر گیا ہے!“

صدر پھر واپس چلا گیا!

وکیل کے بنگلہ کی کھڑکی میں روشنی کے آثار نہیں تھے!

دیوار کے قریب پہنچ کر عمران رکا۔ اس کی بلندی چھ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ بیجوں کے بل اوپر اٹھ کر عمران دوسری طرف بے آسانی دیکھ سکتا تھا۔ وہ اندازے سے کھلستا ہوا اس جگہ تک جا پہنچا جہاں سے جولیا کے بیڈر دم کی کھڑکیاں نظر آئتیں تھیں۔ کھڑکیوں کے قریب دو تحریر سائے دکھائی دیئے۔ عمران دیوار سے چپکا ہوا کسی چھپکلی کی طرح اوپر پہنچا اور اونڈھالیٹ گیارہ دونوں سائے اب کوئی وزنی چیز اٹھائے ہوئے.... اسی دیوار کی طرف آرہے تھے۔ جس پر عمران اونڈھالیٹا ہوا تھا۔ جو چیز ان دونوں نے اخخار کی تھی۔ بناوت کے اعتبار سے گیس سلنڈر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی...! دیوار کے قریب پہنچ کر انہوں نے گیس سلنڈر زمین پر رکھ دیا اور خود پیٹ کے بل لیٹ گئے!

عمران نے ان کی تیز قسم کی سرگوشیاں صاف سنیں۔

”ابھی تک تو کوئی بھی نہیں آیا۔“

”تم فکر نہ کرو.... اپنا کام دیکھو۔“

”میری دانت میں تو اب یہ سلمہ ختم ہی کر دینا چاہئے ورنہ کمرہ جہنم بن جائے گا....“

”میرد دیکھو....!“

پسل ٹارچ کی باریکی شعاع سلنڈر سے گھٹ ہوئے میٹر پر پڑی۔

”ہاں یقیناً اب سلمہ منقطع کر دو....!“ ان میں سے ایک نے آہتہ سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت ایک نسوی چیخ فضایں ابھری لیکن یہ کسی بند کرے کی گھٹی گھٹی ہی چیخ نہیں تھی بلکہ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کھلی فضایں آواز دور تک سنائے میں لمبراتی چلی گئی ہو....! عمران منہ چلانے لگا لیکن اپنی جگہ سے جبنت بھی نہ کی۔ وہ سوچ رہا تھا اگر ان لوگوں نے گیس سلنڈر استعمال کیا ہے تو کمرے کا درجہ حرارت یقیناً بڑھ گیا اور وہاں گھٹن بھی ہو گی۔ کیا جولیا کھڑکیوں کے شیشے بھی نہیں توڑ سکتی۔ اس نے فون پر اطلاع دی تھی کہ دروازے اور کھڑکیاں جام ہو گئے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے! البتہ ہو سکتا ہے کہ دروازے کھولنے کی سکتی اس میں نہ رہ گئی ہو! گیس کے زیر اثر اعصاب قابو ہی میں نہ ہوں۔

اس نے سائلنسر لگا ہوا ریو اور نکلا اور کھڑکیوں کے شیشوں پر تین فائر کئے۔ شیشوں کے

ٹوٹنے کی آوازوں نے ان دونوں کو چڑھا دیا۔

”وہ شیشے توڑ رہی ہے۔“ ان میں سے ایک بولا۔

نسوانی چیخ ایک بار پھر فضایں ابھری۔ یہ آواز کمرے ہی سے آئی تھی!

دفعتم عمران نے اوپر ہی سے ان دونوں پر چھلانگ لگائی۔!

”آگیا....!“ ان میں سے ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

وہ دونوں عمران کے نیچے تھے اور گیس سلنڈر ایک طرف لڑک گیا تھا۔ یک بیک ان

دونوں میں سے کسی نے پولیس و سل سے ملتی جلتی سیٹی بھائی اور عمران اچھل کر چھپے ہٹ گیا۔

سینی کا مطلب تھا کہ کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود ہیں جنہیں کسی قسم کے خطرے سے آگاہ

کیا گیا تھا۔

انہیں چھوڑتے ہوئے عمران نے جتا دیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ریوالوں ہے اگر کسی نے بھی

آگے بڑھنے کی کوشش کی تو وہ بے دریغ فائز کر دے گا۔

پھر ان کے سنبھلنے سے قبل ہدہ مہندی کی بے ترتیب جہازیوں کو چھلانگ چکا تھا۔!

## O.

جو لیا بے دست و پائی کے عالم میں فرش پر چت پڑی تھی، کہ کھڑکیوں کے شیشے نوٹ گئے!

اور سامنے والی دیوار کا پلاسٹر بھی کئی جگہ سے ادھڑ گیا۔ پھر اس نے محسوس کیا جیسے کمرے کی گھٹن

کی حد تک کم ہو گئی ہو، لیکن خود اس میں اب بھی اتنی سکت نہیں تھی کہ اٹھ کر دیکھتی۔ یہ بات تو

اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ شیشے فائز ہی کر کے توڑے گئے ہیں!

اسے اس قدر راطمنیاں تو تھا ہی کہ وہ ایکس ٹو کو حالات سے آگاہ کر چکی ہے۔!

کمرے کی گھٹن کم ہو تی رہی لیکن وہ خود اس قابل نہ ہو سکی کہ کہنیوں پر زور دے کر اٹھتی سکتی!

باہر سے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کبھی کبھی دوڑتے ہوئے

قدموں کی دھک کبھی سنائی دیتی۔

دفعتم اور واژہ خود بخود کھل گیا اور ایک عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ جولیا نے اسے صاف

”تم اُسے کیسے جانتی ہو؟“

”تمہیں اس سے سروکار نہ ہوتا چاہئے؟“

”میں نہیں جانتی کہ کھنی مونچھوں والا کون تھا۔“ جولیا خٹک ہونتوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”خوب!“ ایواگرین کی آنکھوں میں طریقہ ہی چک لہرائی۔

”یقین کرو، ہم لوگ ایک دوسرے سے ذاتی طور پر واقع نہیں ہیں!“ جولیا تھوک نگل کر بولی۔

”اُوہ...!“ ایواگرین ہنس پڑی۔ ”تو تم اُب بھی مجھے ہی بادر کرانے کی کوشش کرو گی کہ تم

ہم میں ہی سے ہو!“

”میں کچھ نہیں جانتی...!“ جولیا دونوں ہاتھوں سے اپنی کپٹیاں دباتی ہوئی بولی۔

”اُبھی تم نے کس کو فون کیا تھا!“

”کسی کو بھی نہیں!“

ایواگرین نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور تمیں بھجوں پر دیوار کے ادھرے ہوئے پلاسٹر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ”کھڑکیوں کے شیشوں پر کس نے فائز کئے تھے!“

”اس کرے میں بندہ کر میں کیسے تاکتی ہوں!“

”اب تم ہوش میں آجائو رہنا پچھتا ناپڑے گا!“ ایواگرین اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”میں ہوش میں ہوں!“ جولیا کی پیشانی پر بھی مل پڑ گئے۔ کیونکہ اب وہ اپنے جسم میں کسی قدر تو انہی محسوس کرنے لگی تھی۔

”تم نے اپنی کیفیت کس کو بتائی تھی فون پر!“

”پہلے تم مجھے بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیا تھا؟“

”ایک خاص قسم کی گیس کے ذریعہ کرے کا درجہ حرارت بڑھادیا گیا تھا۔“ ایواگرین نے لاپرواں سے کہا اور کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشوں کی طرف دیکھتی رہی۔

”آخر کیوں؟“

”تاکہ تم عمران کو اپنی کیفیت سے مطلع کرو اور وہ تمہیں بچانے کے لئے دوڑا آئے!“

”میں نے عمران کو فون نہیں کیا!“

”تم جھوٹی ہو! اگر وہ نہیں آیا تو تمہیں کرے کی گھن سے نجات دلانے کے لئے کھڑکیوں

پہچاتا۔ وہ ایواگرین کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔

”کیوں۔! تمہارا حماقی ابھی نہیں پہچا۔“ اس نے بڑے تنی لمحے میں جولیا کو مخاطب کیا۔

جولیا نے کچھ کہنا چاہا لیکن زبان تالوں سے لگ کر رہ گئی! منہ خٹک ہو گیا تھا۔!

”پانی لاوں تمہارے لئے!“ ایواگرین نے تنی سی نہی کے ساتھ پوچھا اور جواب کا انتظار کیے

بغیر کمرے سے چلی گئی!

جولیا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے! کر بھی کیا سکتی تھی۔ خود سے اٹھ بیٹھنا

بھی تو اس کے بس میں نہیں تھا۔

ایواگرین پانی کا گلاس ہاتھ میں لئے ہوئے واپس آئی اور اسے میز پر رکھ دیا۔

جولیا نے سوچا کہ شاید اب وہ اسے پانی کے لئے ترسائے گی۔ اس کی بے بسی کا مفعکہ اڑائے

گی۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی!

ایواگرین اب اسے گھورتی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر جھلک اور

جولیا کو دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا اور اسی طرح اٹھائے ہوئے آرام کریں تک لائی اور اس پر بڑی

احتیاط سے بٹھادیا۔

”اب.... پیو۔!“ اس نے گلاس انھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے نرم لمحے میں کہا۔

جولیا کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

”اچھا ٹھہر دو... میں خود پلاوں گی۔ شاید تم گلاس نہ پکڑ سکو۔“ ایواگرین نے کہا اور گلاس اس

کے ہونتوں سے لگاتی ہوئی بولی۔ ”پہلے گھونٹ سے حلق اور منہ ترکنا پھر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیندے

وہ پورا گلاس پی گئی۔ پھر سر برے زور سے پکڑ دیا اور آنکھوں کے سامنے کالے کالے گنجان

دائرے سے رقص کرنے لگے۔ آنکھیں بند کر کے اس نے پشت گاہ سے سر نکادیا۔

ایواگرین کہتی رہی۔ .... تمہارا حماقی تو ابھی تک نہیں پہچا۔“

”گک.... کس حماقی کی.... بات کر رہی ہو؟“

”کیا وہ گھنی مونچھوں والا عمران نہیں تھا؟“

”عمران۔؟“ جولیا کی آنکھیں حیرت سے سمجھیں گئیں!

”ہا۔ تمہیں اس کا نام سن کر حیرت کیوں ہوئی۔“

کے شئے کس نے توڑے۔؟  
”میں کچھ نہیں جانتی!“  
”بڑی سخت سزادوں کی۔ سارے جسم پر آبلے پڑ جائیں گے۔ تمہارا چہہ بگڑ جائے گا۔!  
دفعتہ کمرہ تاریک ہو گیا۔

جو لیا بولکھا گئی! اس نے ایواگرین کو آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ جو لیا کری سے فرش پر  
پھسل آئی اور آہستہ آہستہ ریغتی ہوئی مسہری کی جانب چلی اور مسہری کے نیچے پہنچ کر فرش پر  
اوونڈی لیٹ گئی اپھر اس نے ایواگرین کی آواز سنی۔

”محجے چھوڑ دو رندہ را کہ کاڑھیر ہو جاؤ گے۔!  
اس کی آواز میں گھبرائی کے بجائے گھر اسکون تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے  
کسی کو ہمدردانہ مشورہ دیا ہو۔

”میں چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑتا۔!“ جو لیا نے عمران کی آواز صاف پہچانی۔  
”اچھا تو پھر مجھے الزام نہ دینا۔“

”اے تم میرے ساتھ چلو۔ بڑے آرام سے رکھوں گا۔“ جو لیا عمران کے پیار بھرے بچے  
پر کباب ہو گئی! لیکن نہ جانے کیوں خود اس نے زبان نہیں کھوئی تھی۔!  
اور پھر دفعتہ عمران کی کراہ سے کرہ گونخ اٹھا اور ساتھ ہی کسی کے گرنے کی آواز آئی اور پھر  
سنان اچھا گیا۔

جو لیا مسہری کے نیچے سے نکلے کی ہمت نہ کر سکی۔ البتہ اس کے کان اب بھی کسی متوقع آواز  
ہی کی طرف متوجہ تھے! پتہ نہیں کیوں نہ سے ایسا محسوس ہوا جیسے اندر ہر اپبلے سے بھی زیادہ گہرا  
ہو گیا ہو۔

## O

جو لیا نافٹر واڑ مسہری کے نیچے ہی بیدار ہوئی تھی۔ بڑی دیر تک سمجھ ہی میں نہ آیا کہ کس  
حال میں ہے۔ آنکھیں ملتی ہی۔ کنپیاں سہلانی تر ہی پھر گھنٹی ہوئی مسہری کے نیچے سے نکلی۔  
اس کے بعد جلد ہی اس کی یادداشت میں پچھلی رات کے یہجان انگیز تجربات کلبلانے لگے

تھے۔ کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشوں پر نظر پڑی۔ سامنے والی دیوار پر گولیوں کے نشانات نظر  
آئے اور کانوں میں عمران کی کراہ گونخ سر ایک بار پھر چکر لایا۔... دونوں کنپیاں دباتے ہوئے ہو  
آرام کریں پر گرگئی کچھ دیر بعد سے یاد آیا کہ عمران کی کراہ سننے کے بعد ہی اس کا سر دوبارہ گھونٹنے  
لگا تھا اور اس کے بعد یادداشت کا صفحہ بالکل سادہ نظر آیا۔

”وہ کئی منٹ تک اسی حالت میں رہی پھر گھنٹی کی آواز ہی سن کر انھی تھی! انھوں کر صدر  
دروازے تک آئی!  
آنے والا صدر تھا.... اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

”عمران صاحب ہیں یہاں؟“

”نہیں.... اندر آ جاؤ!“

”میں بہت جلدی میں ہوں!“

”عمران کے بارے میں میں ہی کچھ بتا سکوں گی اور کسی سے کچھ نہ معلوم کر سکو گے!“

”تو چلو.... جلدی کرو....!“

”وہ اس کے ساتھ نشست کے کمرے میں آیا۔

”بیٹھ جاؤ....!“

”تم بہت پریشان معلوم ہوتی ہو۔“ صدر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں پریشان ہوں۔ کیا تمہیں علم نہیں!“

”میں نے ایکس ٹو کو حالات سے مطلع کیا تھا اور اس نے شاید عمران ہی کو صورت حال کا  
جاائزہ لینے کے لئے بھیج دیا تھا۔“

پھر جو لیا نے اپنی کہانی دہرائی۔ صدر کے چہرے پر حریت کے آثار تھے جو لیا کے خاموش  
ہو جانے پر اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”آخر یہ ایواگرین ہے کیا بلا۔؟“

”میرا خیال ہے کہ ....“ جو لیا کچھ کہتے کہتے رک گئی!

”لیا خیال ہے؟“

”کچھ نہیں!“ اس نے پر تھکر لجھ میں کہا اور خالی آنکھوں سے صدر کی طرف دیکھنے لگی۔

”میں اسے دیکھے چکا ہوں۔ کچھ دیر تک اس کا بازو پکڑے کھڑا رہا تھا وہ مجھے اتنے دل گردے کی تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔“

”عورت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے!“ جولیانے پیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”صدر نے لاپرواں سے شانوں کو جبنت دی اور سگریٹ سلاگانے لگا۔ اس کے بعد بولا۔

”کیا تم عمران کے ساتھ داش منزلي گئی تھیں؟“

”ہاں... میں نے ایواگرین کو وہاں بھی دیکھا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ عمران وہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے۔ اور وہ لڑکی کون ہے!“

”وہ تمہیں وہاں کیوں لے گیا تھا؟“

”جہاں تک میں سمجھ سکی ہوں وہ اس لڑکی کو دھوکے میں رکھ کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا!“

”مجھے پوری بات بتاؤ!“ صدر ہمہ تن توجہ پہنچا ہوا بولا۔

”دیوار سے سرداں کی آواز آئی تھی اور وہ کچھ لکھنے لگی تھی!“ صدر نے تحریر نہ لے جائیں پوچھا۔

”ہاں... کچھ عجیب بے ربط سی آواز تھی۔ ایک ایک تار الگ الگ بول رہا تھا!“

”جو کچھ اس نے لکھا تھام نے دیکھا تھا!“

”ہاں... لفظ بلفظ تو یاد نہیں البتہ مفہوم یہ تھا کہ وہ چھپلی رات غلط ہاتھوں میں پڑ گئی تھی اب اپنے لوگوں میں ہے لہذا اب اس سے جو کچھ پوچھا جائے اس کے جوابات ڈرست ہونے چاہئیں!“

”صدر نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور خلا میں گھورتا رہا۔

”کیا بات ہے؟“ جولیانے پوچھا۔

”چھپلی رات وہ بندر کے پیٹ سے اس سے گفتگو کرتی رہی تھی!“

”بندر کے پیٹ سے!“

”ہاں...! عمران نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بندر کا ایکسرے کراؤں۔ دھعنڈا بندر کے پیٹ سے کسی عورت کی آواز آئی کہ اسی حماقت نہ کی جائے، تو بہتر ہے ورنہ جیسے ہی المژا اوایل ریز اس

کے جنم میں داخل ہوں گی۔ یہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا!“

”تم نئے میں تو نہیں ہو!“ جولیانے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”عمران جیسے لوگوں کا ساتھ ہو تو ان حضرت کے علاوہ اور سب ہی افسوس لگنے لگتے ہیں!“

”پھر کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو گئے اس کے بعد جولیانے دوبارہ بندر کی بات چھیڑ دی۔

”تمہیں اس طرح یقین نہیں آئے گا۔ سلیمان سے پوچھو جو خوف کے مددے قے کرنے لگا تھا!“

”یا خیال ہے تمہارے بندر کے پیٹ میں ٹرانس میر!“ جولیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟“

”لیکن یہ قطعی ناممکن ہے!“

”عمران کو پہلے ہی سے شبہ نہ ہوتا تو ایکسرے کی بات کیوں نہ لکھی!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بندر عمران کے پاس اسی لئے بھجوایا گیا تھا۔ کہ کوئی اس کی مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے۔“

”شاید تم تھیک کہہ رہی ہو اور اب میں عمران کی تلاش میں اس لئے ہوں کہ ان حضرت نے

چھپلی رات وہ بندر میری تحویل میں دیا تھا اور خود کہیں بہت جلدی میں تشریف لے گئے تھے!“

”تو پھر...؟“

”بندر صبح دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔ اس نے بالکنی سے نیچے چھلانگ لگائی تھی اور فضائی میں پھٹ گیا تھا۔ اتناز بزرگ دھماکے کے ساتھ بندر کے پیٹ میں درازیں پڑ گئی تھیں!“

”تب تو.... تب تو....!“ وہ بوكلا کر کھڑی ہوئی ہوئی بولی۔ ”عمران خطرے میں ہے....“

”یقیناً وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہو گا!“

”ان حالات کے بعد تو میں بھی بھی سوچ رہا ہوں!“

”راجیں کہاں ہے؟“

”ویسیں جہاں تھا!“

”اُسے نظر میں رکھو.... کم از کم وہ تو نکل کر نہ جانے پائے!“

”میں نے انظام کر لیا ہے!“

”ایکس نو کو اس کے بارے میں بتایا؟“ جولیانے پوچھا۔

”جواب ہی نہیں ملتا!“

”جب بھی فون کیا۔“ پلیز ڈلٹیٹ کی آواز آئی اور میں اپنا پیغام ٹیپ کر اتا رہا۔!

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ بھی موجود نہیں!“

”ایسے ہی حالات میں سوچنا پڑتا ہے کہیں عمران خود ہی تو ایکس ٹو نہیں!“

”جولیا کچھ نہ بولی! اس کی پیشانی پر سلوٹس ابھر آئی تھیں!“

## O

عمران کو جب یہ محسوس ہوا کہ وہ عمران ہی ہے تو اس نے دیکھا کہ وہ ناشتے کی میز پر ہے اور کافی کی پیالی اس کے ہاتھ میں کانپ رہی ہے!

سامنے ایک عمر خاتون بیٹھی ہوئی ہیں اور ادھر ادھر دونوں جو جوان بیٹھے تو سٹ پر کھن گا رہے ہیں!

دفعتاً عمر عورت نے عمران سے کہا۔ ”پیالی مضبوطی سے پکڑو۔ تمہارا ہاتھ کانپ رہا ہے!“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ عمران نے پیالی پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

”ڈیڑی آج کچھ بدلتے بدلتے سے نظر آرہے ہیں!“ ایک نوجوان بولا اور عمران نے ڈیڑی کی تلاش میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن کہیں کوئی ڈیڑی نظر نہ آیا۔

تحکم بار کر پھر کافی پینے لگا۔

”ڈیڑی کیا آپ کچھ خفا ہیں!“ دوسرے نے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ اور کافی کی پیالی عمران کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔

”یہ کیا ہے۔ آخر؟“ عمر عورت اچھل کر چھینی۔ ”تم روز بروز محبوب الجواں ہوتے جا رہے ہو۔!“

”جی۔ کیا مجھ سے کچھ فرمایا!“

”واہ ڈیڑی....“ دونوں جوان منہ دبا کر بہنے لگے!

”تم اب ہر وقت اوت پنگ باقیں کرتے رہتے ہو!“ عمر عورت چھینتی رہی۔ ”بچوں کا تو لحاظ کیا کرو!“

”بچے!“ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں نوجوانوں کو دیکھنا شروع کیا اور وہ منہ دبائے ہنتے رہے اور پھر ہستے ہی ہوئے اٹھ کر وہاں سے ٹپے بھی گئے!

”تم اس کے ساتھ ہی ہے تمہیں ساتھ بٹھانا۔ یہی اچھا ہے کہ الگ ناشتہ اور کھانا دے دیا!“ عورت عمران کو قبھر آلوں نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔ ”بچے بھوکے اٹھ گئے!“

”آپ لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

”تم واقعی ہوش میں ہو یا نہیں!“ عورت گرجی۔

”مم.... میں بالکل ہوش میں ہوں۔ محترمہ!“

”محترمہ....! ہونہہ... پھر طنزیہ لجھے اختیار کیا۔ میری تو تقدیر پھوٹ گئی تمہارے ساتھ!“

”میرے ساتھ!“ عمران بول کھلانے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”معلوم ہوتا ہے۔ پھر بالکل خانے بھجوانا پڑے گا!“

”آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں.... محترمہ.... یعنی کہ بغیر تعارف....!“

”تعارف؟ اے تو کیا بالکل ہی دماغ چوپٹ ہو گیا پھر سے!“

”صحیح کب تھا کہ چوپٹ ہو گیا پھر سے!“ عمران بولا۔

”بچے بھوکے اٹھ گئے۔ وہ یہ بھی کوئی بات ہے اور خود بھی بزرگی ہوئی انھی اور کمرے سے چل گئی۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا رہا۔ پھر کرسی کی پشت گاہ سے نکل کر آہستہ آہستہ اپنی کنپیاں دبائے گا۔

رات کے واقعات اسے یاد آنے لگے تھے۔ کس طرح جو لیا کے بیٹلے کی کپڑا ڈیڈ میں ان دیکھے لوگوں میں گھر گیا تھا۔

وہ دشواری یاد آئی جو عمارت میں داخل ہونے میں پیش آئی تھی۔ کسی نہ کسی طرح گھیرنے والوں کو ڈراج دے کر اندر پہنچ گیا تھا اور وہاں کسی اور کسی موجودگی کا علم ہونے پر چپ چاپ اس طرف لوٹ آیا تھا جہاں بجلی کا مین سوچ تھا۔ پھر اس نے سارے سرکٹوں کے فیوز پلگ نکال کر پوری عمارت میں انڈھیرا کر دیا تھا۔

اور پھر اس عورت سے وہ نکل اؤید آیا۔ وہ نکل جاتا چاہتی تھی۔ عمران نے اسے کپڑا لیا تھا۔

اور.... اور.... ایک بار پھر اس کا پورا جسم جھجھنا اٹھا۔ اس عورت نے اس کی گرفت سے

کل جانے کی کوشش کی تھی اور اسی دوران میں فتح عمران کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ایکٹر ک  
شاک لگا ہو اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔  
وہ اپنے ذہن پر زور دیتے لگا کہ کسی طرح اس کے بعد کے واقعات بھی سور کی سطح پر ابھر  
آئیں لیکن مایوسی ہی ہوئی!

جولیا کے بنگلے میں بے ہوش ہونے کے بعد سے ناشتے کی میز تک ایک خلا تھا۔ جسے اس کی  
یادداشت پر نہ کر سکی۔ وہ اٹھ کر کرے میں ٹھیٹے لگا کچھ دری بعد اس کی نظر ایک نیبل کلینر پر  
پڑی اور اس کے پیر ٹھنک گئے!

کلینر میں اکتمیں اگست کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ اگر آج اکتمیں اگست تھی تو وہ پورے دس دن بعد  
ہوش میں آیا تھا۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔ وہ کافی کی پیالی ہاتھ میں لئے ہوئے تو ہوش میں آیا نہ ہو گا۔ تو  
پھر یہ دس روز کس طرح گذرے؟ کیا ان لوگوں نے اس پر برین واشنگٹن کا طریقہ آزمایا تھا؟  
عمران پھر ٹھیٹے لگا۔ کرے کے جس دروازے سے وہ لوگ گزر کر گئے تھے کھلا ہی ہوا تھا۔  
عمران ٹھیٹے ٹھیٹے یک لفٹ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

دوسرے اکرہ رقبے میں چھوٹا ہی تھا لیکن سلیقے سے سجا گیا تھا۔ معمر عورت ایک آرام کری  
میں نیم دراز اخبار دیکھ رہی تھی!

عمران کی آہٹ پر چوچک کراس نے سراہلیا اور پھر اخبار کی طرف متوجہ ہو گئی!  
”ان لڑکوں کا تو میں ڈیڈی ہوں.... لیکن آپ سے کیا رشتہ ہے میرا۔“

عمران نے عورت کو مخاطب کر کے کہا۔  
”کچھ بھی نہیں! میں تو شمن ہوں تمہاری۔!“ عورت نے جلے کئے لبھ میں کہا۔  
عمران نے سوچا اگر وہ اس کی بیوی ہوتی تو بالکل ایسے ہی لبھ میں گفتگو کرتی پھر بھی اختیاطاً  
بھی مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بھی چھان میں کریں ڈالے۔ کرسی گھیٹ کر وہ اس کے  
قریب ہی بیٹھ گیا۔

”میرے خدا...!“ یک بیک وہ سرت بھرے لبھ میں بولی۔ ”پورے ایک سال بعد تم اس  
طرح میرے قریب بیٹھے ہو۔“

”ایک سال بعد؟“ عمران نے حیرت ظاہر کی!

”ہاں.... پورے ایک سال بعد!“

”اچھا آج کون سی تاریخ ہے۔؟“

”اکتمیں....!“

”مہینہ“

”اگست“

”سنہ!“

”انیں سو بیانی (۱۹۸۲)۔!“

”یقیناً میں آسیب زدہ ہوں۔!“ عمران آہستہ سے بربولیا۔

”اب یہ وہم نکالو دل سے۔ آج جمعہ ہے ہمیں شوگر بینک چلتا ہے۔!“

”شوگر بینک؟ یہ کیا ملا ہے؟“

”ارے تو بہ کرو.... عبادت گاہ کی توہین نہ کرو۔!“

”عبادت گاہ؟“

”ارے تم ایسی باتیں کیوں کرو رہے ہو؟“

”عبادت گاہ کو ہم عبادت گاہ ہی کہیں گے!“

”پرانی بات ہوئی 1967ء میں عبادت گاہ کھلاتی تھی۔“

”کیا مطلب؟“

”عبادت گاہیں دیران رہنے لگی تھیں۔ اس نے قوم نے فیصلہ کیا کہ انہیں شوگر بینک کے نام  
سے پکارا جائے۔ ان دونوں شکر کی قلت تھی۔ دانشوروں نے یہی مناسب سمجھا کہ عبادت کرنے  
والوں میں سے بذریعہ قرعد اندازی پانچ افراد منتخب کئے جائیں اور انہیں پاؤ بھر شکر فی کس کے  
حساب سے ہر عبادت کے بعد دی جائے۔ بس پھر کیا تھا عبادت گاہوں میں داخلے کے لئے کوئی لگنے  
لگے اسے مجھے حیرت ہے کہ تم یہ سب کچھ بھول گئے ایک بار تم بھی پاؤ بھر شکر لائے تھے!“

”ضرور لایا ہوں گا۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”لب شکر کی قلت نہیں لیکن شوگر بینک نام بدستور چلا آرہا ہے!“

”اور عبادت گزاروں کی تعداد کا کیا حال ہے؟“

”بس اب اسی کی کسر رہ گئی ہے کہ تم یہ پوچھو کہ میں تمہاری بیوی کیسے ہو گئی ہوں اور یہ دو لڑکے کس نے بھجوائے ہیں!“

”نہ پوچھوں؟“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

”دیکھو مجھے پریشان نہ کرو... کئی دن سے محوس ہو رہا ہے جیسے ہادث انکیک ہو گا۔ یہ بات نہیں ہے تم خضاب نہیں لگانا چاہتے۔ اس معاملے میں ہمیشہ سے پریشان کرتے آئے ہو۔ کیسے سمجھاؤں کہ سفید بال تمہارے چہرے کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ بچوں کی ہی آنکھوں پر سفید بال بھلے نہیں لگتے۔ یہ بھی خدا کی دین ہے کہ بیاسی سال کی عمر میں اگر خضاب لگا لو تو تین سال سے زیادہ کے نہیں لگتے!“

”آخر آپ بھی نہیں شوق فرمائیں خضاب سے!“

”ارے اب کیا مجھے کسی کو دکھاتا ہے!“

”اگر بیاسی سال کا ہوں تو اب مجھے بھی قبر میں تو جاتا ہے!“

”چلو بیٹھ جاؤ...!“ وہ اُسے پکڑ کر سنگار میر کے سامنے پڑے ہوئے اسنوں پر بھاتی ہوئی بولی۔ ”سر میں تیل لگا دوں!“ قل اس کے کہ عمران سنبھل ہی سکتا اس نے شیشی سے اُس کے سر پر تیل کی دھار ڈالی اور ماش شروع کر دی۔

سفید بال حیرت انگیز طور پر سیاہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ذرا ہی ہی دیر میں وہ پہلی ہی حالت میں آگئے۔

”اب دیکھو!“ وہ بڑے پیار سے بولی۔ ”کوئی کہہ سکتا ہے کہ بیاسی سال کے ہو۔!“

”الحمد للہ!“

”کاجل بھی لگا دوں۔؟“

”نہیں مگر ڈار انگ!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”کیا؟“ ”حیرت سے منہ کھول کر دہاڑی۔“ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔“

”یہ بھی مادرانہ ہی حرکت ہو گی!“

”چلے جاؤ یہاں سے.... نکلو.... نکل جاؤ....!“

”پھر پہلے ہی کا ساحاں ہے۔! دو چار ہی نظر آتے ہیں!“

”پھر نام بھی دوبارہ بدل دینا چاہئے!“

”مہبی پیشوں کہتے ہیں تھیں چلنے دو اور اب جدید انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ تھیں نام زیادہ مناسب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا لہذا ہمیں اندازِ فکر بھی بدلتا چاہئے۔ ساہو کاروں کی بھر بینکوں نے لی، اور ہماری زندگی پر اس طرح چھاگئے جیسے آسمان پر مٹی دل۔ لہذا زندگی کے ہر شعبے میں بینکنگ ہی کا سا انداز ہونا چاہئے! جس طرح ہم بینک میں روپیہ ڈپاٹ کرتے ہیں اور وہ مستقبل میں ہمارے کام آتا ہے اسی طرح عبادت گاہوں میں نیکیاں ڈیپاٹ کرتے ہیں جو عبادت گاہ کا نام شوگر بینک ہی ہونا چاہئے! اتری پسندی کا تقاضہ یہی ہے!“

”پلک جھکتے ہی زمانہ بدل گیا۔“ عمران بولا۔

”لیکن تم نہیں بدلتے۔ اس وقت سے لیکر اب تک تمہارے ذہن کی حالت یکساں رہی ہے!“

”ہم جیسے لوگ مشکل ہی سے بدلتے ہیں!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”چلو فضول باتیں نہ کرو!“ وہ ترکھرا کر بولی۔ ”کب سے بالوں میں خضاب نہیں لگایا!“

”خضاب؟“ عمران نے بوکھلا کر سر پر ہاتھ پھیر ل۔

”ہاں.... ذرا آئینے میں مشکل دیکھو!“

”کہاں ہے آئینہ؟“

”آب یہ بھی یاد نہیں!“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ”چلو میرے ساتھ۔“

وہ اُسے تیرے کر رہے تھے میں لا لی۔ بذریوم تھا۔ دو مسہریوں کے درمیان دیوار سے لگی ہوئی چھوٹی ہی سنگار میر کھلی تھی جیسے ہی عمران کی نظر آئینے پر پڑی بے اختیار منہ سے ”ارے باپ رے“ کل کیا

سر کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ ان سفید بالوں کے نیچے جوان ساچھرہ بڑا عجیب لگ رہا تھا۔

”یہ.... یہ.... کیا ہوا؟“

”کہاں.... کیا ہوا؟“ عورت آنکھیں نکال کر بولی۔

”مم.... میرے بال سفید ہو گئے!“

وہ خس پڑی۔  
 ”تم نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے بڑے آرام سے رکھو گے!“  
 ”اب بھی یہی کہتا ہوں!“ عمران مسکرا یا۔  
 ”کیسی گذری؟“  
 ”بہت اچھی.... والدہ محترمہ قسم کی بیوی اور پلے ہوئے بیٹوں جیسی نعمت ہر ایک کے حصے میں نہیں آیا کرتی!“  
 ”وہ پھر ہنسی اور ہنستی ہی چل گئی!  
 ”بہت محظوظ ہو رہی ہو۔!“  
 ”محظوظ ہونے کی بات ہی ہے! جو لوگ گھر یا زندگی سے بھاگتے ہیں ان پر ایسے ہی عذاب نازل ہوتے ہیں!“  
 ”اوہ.... یہ تو بتاؤ آج کون سی تاریخ ہے!“  
 ”اگست کی اکتوسی تاریخ!“  
 ”اور میں تمہارے ہاتھ کب لگا تھا۔“  
 ”صرف دس دن پہلے کی بات ہے!“  
 ”اور میرے بال؟“  
 ”گھبراو نہیں۔ وہ اس شاک کی وجہ سے سفید ہو گئے تھے جو تمہیں جولیا کے بنگلے میں لگا تھا!“  
 ”جولیا کے بنگلے میں۔؟“ عمران نے احتقانہ انداز میں دھرا یا۔  
 ”ہاں.... جب تم مجھ سے ٹکرائے تھے!“  
 ”اوہ.... اوہ آخر تھی کیا بلہ!“  
 ”تم اس کی فکر میں نہ پڑو۔ بہر حال بالوں کی یہ رنگت عارضی تھی۔ اس سیال سے جو کچھ دیر پہلے تمہارے سر میں لگایا گیا تھا مستقل طور پر بال اپنی اصلی رنگت میں آ جائیں گے۔!“  
 ”میں تم سے ہر گز یہ نہ پوچھوں گا کہ مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟“  
 ”وکیجھ ہی لو گے!“  
 ”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

”جی، بہت اچھا۔!“ عمران نے سعادتمندانہ انداز میں کہا اور اشتوں سے اٹھ کر کمرے سے نکل کر بھاگا پھر تو جو بھی دروازہ کھلا ہوا ملا اس سے گزرتا چلا گیا! اور آخر کار کھلی فضا میں نکل آیا۔ یہ اس عمارت کا چھوٹا سا پائیں باغ تھا۔ اس نے مذکور دیکھا۔ لکڑی اور پھردوں سے بنائی یہ عمارت زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ چھوٹی سی روشن طے کرتا ڈوینیا کی باڑھ کی چوہدہ سی سے بھی نکل آیا۔!  
 باہر ایک بورڈ پر نظر پڑی۔ جس پر تحریر تھا۔

”پروفیسر علی عمران  
 ایم۔ ایس۔ سی۔ ذی۔ ایس۔ سی (آکسن)

ماہر علم نجوم اور پامسری“

”اللہ رحم کرے۔!“ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کاملوں کے سے انداز میں منہ چلانے لگا۔ چیو ٹکم یاد آئی تھی اور غیر ارادی طور پر ہاتھ کوٹ کی جیب میں چلا گیا تھا۔ اسے ماہی نہیں ہوئی۔ کئی پیکٹ انگلیوں سے ٹکرائے تھے۔ ایک پیکٹ نکال کر اسے چھاڑتے ہوئے چاروں طرف نظریں دوزائیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچھ مکانات اور بھی نظر آئے اور ان کے علاوہ چاروں طرف گھنے جنگل کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائی دیں۔ اس نے سوچا کہوں نہ اسے بھی آزمایا جائے کہ وہ آزاد ہے یا قیدیوں کی سی زندگی بر کرنی پڑے گی۔ وہ آگے بڑھا اور ایک عمارت کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس کے پائیں باغ سے آواز آئی۔ ”ہیلو پروفیسر.... ارے خدا کی پناہ.... تم خساب لگانے لگے ہو۔!“ آواز ایسی ہی تھی کہ وہ کتاب ہو کر رہ گیا۔ بار بار سنی ہوئی آواز۔ لیکن یہ جملہ بڑی شدت رفتہ اردو میں ادا کیا گیا تھا۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔

”چلے بھی آؤ۔ ایسا بھی کیا مکلف!“ آواز پھر آئی اور وہ اس عمارت کے پائیں باغ میں مڑ گیا۔ قد آدم پاڑھ کے پیچھے وہی چہرہ نظر آیا جو اس غریب الوفی کا باعث بنا تھا... یعنی ایو اگرینا... وہ اس وقت گھنٹوں سے اُپنے منی اسکرٹ میں تھی۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لیں اور ہکلا کر بولا۔ ”کچھ پاجامہ واجامہ چہن آؤ دوڑ کر۔!“

”یہ بھی دیکھو گے۔!“

”فی الحال میرا کیا مصرف ہے؟“

”ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کہ میرے دلی معاملات کا کیا ہو گا۔“ وہ اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتی ہوئی بولی۔

”ہاں.... آں.... ماہر علم نجوم و علم الیاد ہی شہرا۔ لاود دیکھوں۔“

”اسے ذہن میں ہر وقت رکھنا کہ میری رہنمائی کے بغیر تم لاکھ برس بھی اپنی دنیا کی شکل زدیکے سکو گے۔!“

”میں اتنا حق نہیں ہوں۔!“

”تم بالکل احمق نہیں ہو!“ وہ طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”میا تم نے میری برین واٹنگ کرائی تھی؟“

”یقیناً.... اسی لئے تم دن تک غائب رہے۔ وہ بالکل عورت تمہیں اپنا کھویا ہوا شوہر سمجھ بیٹھی ہے۔!“

”پاگلن عورت۔!“

”ہاں جوانی ہی میں وہ اپنے شوہر سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ وہ ایک جنگ میں مارا گیا تھا لیکن اس سے یہ بات چھپائی گئی تھی۔!“

”اور اب .... مطلب یہ کہ وہ بچ بچ ...!“

”ہاں.... اب دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس سے جدا نہیں کر سکتی।“

”اوروہ دونوں جوان۔!“

”وہ اس کے بیٹے میں .... بہت چھوٹے تھے جب ان کا باپ مارا گیا تھا۔ انہیں اس کی شکل بھی یاد نہیں۔!“

”یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا تم نے۔!“

”میں تو اسی طرح انتقام لیتی ہوں۔ مزاح کی جس مجھ میں بھی موجود ہے۔“

”انتقام کسی بات کا لیا ہے تم نے۔?“

”وہ کچھ نہ ہوی.... اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔!“

”اب اس میک اپ کی کیا ضرورت باقی رہی ہے؟“ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”اپنی اصل

شکل میں آ جاؤ۔!“

”اب میری کوئی اصلی شکل نہیں ہے.... یہاں مجھے کوئی بھی ”قحریسا بجلبی آف بو صیبا کے نام سے نہیں جانتا۔“

”اس شکل میں کس نام سے پکاری جاتی ہو؟“

”ایوا....!“

”میں پروفیسر گرین والے قبے سے مطمئن نہیں ہوں۔!“

”تمہیں مطمئن ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس کا تمہارے سے کوئی تعلق ہے اور نہ تمہاری ذات سے؟“

”پھر میں یہاں کیوں پایا جا رہا ہوں؟“

”یہ دوسرا کہانی ہے۔ پھر بتاؤں گی۔“

”اڑے کچھ تو بتاؤ۔“ عمران اپنی ناک ٹوٹتا ہوا بولا۔ ”ورنہ میری الجھن خطرناک صورت اختیار کر جائے گی۔!“

”ہوں۔!“ وہ خیالات میں کھوئی ہوئی اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

”انتے رومانی انداز میں نہ دیکھو.... ورنہ.... ورنہ....!“

”ورنہ کیا ہو گا۔!“

”دل کا دورہ پڑ جائے گا مجھ پر.... پھر ہوئے ہاتھی سے مکرا سکتا ہوں لیکن .... اڑے باپ رے....!“ وہ بوكھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے؟“

”ہم دونوں تمہاری ہیں.... اڑے.... باپ رے....!“

”آؤ میں تمہیں اپنے پالتو کتوں سے ملاوں۔!“

”بندر سے تو مل چکا ہوں۔!“

”ہاں.... بندر.... بے چارہ.... اب وہ اس دنیا میں نہیں۔!“

”کیا مطلب۔?“

”تمہارے بعد وہاں اس کی موجودگی غیر ضروری تھی! ابذا اسے تباہ کر دیا گیا۔ اُو ہو۔ پریشان

”تم نے اس رات مجھ سے کافی کی فرماش کی تھی!“  
 ”شاید... کچھ پکھہ یاد پڑتا ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔  
 ”اسی کافی پلواؤں گی کہ اب تک خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی گی!“  
 ”میاپیٹ میں پہنچ کر ستار بھاتی ہے۔!“  
 ”نہیں شوگر بینک قائم کرتی ہے۔“ تھریسا مسکرائی۔ پھر سخیدہ ہو کر بولی۔ ”میں اب بھی متبر ہوں کہ تم میرے پیغامات کس طرح ڈلکٹ کر سکے!“  
 ”کوئی ایسی مشکل چیز نہیں تھی۔ بل ایک مو سیقی کا تخت تیار کرنا پڑا تھا۔ اور دو ماہ کی محنت کے بعد اس قابل ہو گیا تھا کہ ڈسٹنچم لائن تک جا پہنچا!“  
 ”آخر کس طرح؟“  
 ”کہہ تو دیا کہ مو سیقی کا تخت تیار کیا تھا اور اس پر چھیس تار لگائے تھے اور عرصہ تک انہیں تمہارے پیغامات والے تاروں سے ملاتا رہا تھا آخر ایک دن وہ آیا کہ میرے چھیسوں تار تمہارے تاروں سے ہم آہنگ ہو گئے اور میں ڈسٹنچم لائن تک جا پہنچا۔ اب تم بتاؤ کہ اس بوڑھے پروفیسر کا کیا تھہ تھا؟“  
 ”قصہ وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”اچھا خیر سنو۔۔۔ زیرولینڈ کے کچھ آدمیوں نے بغاوت کی ہے۔ انہوں نے اپنی الگ تنظیم قائم کر لی ہے۔ تمہارا ملک ان کا مخصوص ادا ہے لیکن فی الحال زیادہ ہاتھ پر نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ وہ پروفیسر گرین کو اذالے جانا چاہتے تھے۔ اس لئے میں نے کیپشن فیاض سے دوستی گا نہیں اور اس طرح پروفیسر کو ختم کر دیا۔ کیپشن فیاض کی موجودگی کا علم ان لوگوں کو ہو چکا تھا۔ اس لئے دخل اندازی نہ کر سکے اور میرے ہی آدمیوں نے پروفیسر کو ختم کر دیا۔ فیاض اگر عقائدی سے کام لے تو ان لوگوں تک پہنچ سکتا ہے جو زیرولینڈ کے باغی ہیں کیونکہ جس سفارت خانے کے فرست سید رزی کے ہم مہمان تھے وہ بظاہر تو زیرولینڈ کا وفادار ہے لیکن حقیقتاً اسی باغی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ فیاض کو ملوث کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ تمہارے ملک کی پولیس اس باغی گروہ کے پیچھے لگ جائے۔!  
 ”قل تم نے کیا ہے پھر وہ باغی گروہ کے پیچھے کیوں لگے گی۔!“  
 ”میں ایسے حالات پیدا کرتی کہ فیاض کو یہی کرنا پڑتا۔ اپنے بیان میں فیاض سے ناداقیت

ہونے کی ضرورت نہیں۔ بے چینی اُسے کھلی جگہ میں لے آئی ہو گی اور وہیں وہ پھٹ گیا ہو گا۔  
 ”کچھ ایسا ہی سُم تھا۔ کسی چھت کے نیچے وہ حکا نہیں ہوا ہو گا۔!“  
 ”لیکن ٹرانس میٹر اس کے اندر کس طرح رکھا گیا ہو گا۔!“  
 ”یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ ایسے ہزاروں بندر مختلف مقامات پر کام کر رہے ہیں۔!“  
 ”تب تو دنیا کا کوئی بھی راز تم لوگوں سے پوشیدہ نہ ہو گا۔!“  
 ”تمہارا خیال اس حد تک درست ہو سکتا ہے کہ دنیا کے بہت سے راز ہم سے پوشیدہ نہیں!“  
 ”تم لوگوں نے سامنے میں خیرت انگیز طور پر ترقی کی ہے!“  
 ”تھریسا پکھنہ بولی۔  
 ”ہاں... وہ کتے...؟“  
 ”دیکھ ہی لو گے... ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ اب تم اپنے گھر واپس جاؤ وہ تمہارے لئے پریشان ہو گی۔!“  
 ”اب یہ مذاق ختم کرو۔!“  
 ”تم اس کی خوشیاں بر باور کر دینا چاہتے ہو!“  
 ”ارے تو اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔!“  
 ”غارضی برین واشنگ میں ہمارے طریق کار کے مطابق اس کی ضرورت پیش آئی ہی ہے۔ ورنہ اپنی اصلی حالت میں واپس آنے کے بعد آدمی پاگل ہی ہو جائے.... اس کے گرد حیرت انگیز حالات پیدا کرنے پڑتے ہیں تاکہ وہ اچنپھے میں رہ جائے۔!  
 ”میں تواب وہاں نہیں جاؤ گا۔!“  
 ”اچھا تو آؤ میرے ساتھ۔! وہ عمارت کی طرف مر گئی!“  
 ”عمران اس کے پیچھے چلا رہا۔  
 یہ عمارت بھی قریب قریب وسی کی تھی۔ جیسی عمارت سے عمران کچھ دیر پہلے برآمد ہوا تھا۔ تھریسا اسے سٹنگ روم میں لائی۔  
 ”تمہاری اجازت کے بغیر۔“ عمران ایک کرسی میں نہم دراز ہوتا ہوا بولا۔

ظاہر کی تھی اور پروفیسر ہی سے اس کی شناسائی کا تذکرہ کیا تھا اس کے بعد میں حیرت انگیز طور پر غائب ہو جاتی اور فیاض میرے میزان... اسی فرشت سیکرٹری کو کریدنا شروع کر دیتا۔

”خیر.... خیر“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں سمجھ گیا۔ لیکن فیاض میں اتنے لش نہیں ہیں۔“

”میں جانتی ہوں کہ اسی دشواریوں میں وہ تم سے ضرور مدد لیتا ہے۔ تم اس فرشت سیکرٹری کو کریدتے ہوئے ان لوگوں تک ضرور جا چکتے۔ لیکن تمہاری ہی دھن اندازی کی بناء پر پوری اسکیم تباہ ہو گئی!“

”کافی پڑانے کا وعدہ کیا تھام نے...!“

”اس سے پہلے میں تمہیں ایک کتاب کھاؤں گی!“ وہ گھری دیکھتی ہوئی بولی۔

”دکھاؤ...!“ عمران نے بے بی سے کہا۔

”تھریسا نے آواز دی۔ اسنوس کس...!“

اور ایک ڈیکشنڈ دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور تھریسا کے قریب زک کردم ہلانے لگا۔

تھریسا نے پھر گھری پر نظر بھادی تھی۔

دوسرے ہاتھ سے وہ کتے کا پہنچ دیکھے ہوئے تھی۔ دفعاتاً تباہ ہونے لگا۔ لیکن منہ کھولے بغیر

یہ انداز عمران کے لئے نیا نہیں تھا۔ اس سے پہلے ایک بندروں کو بھی منہ کھولے بغیر آدمیوں کی

طرح باتمیں کرتے دیکھا تھا۔

پھر بندروں کی طرح اس کے پیٹ سے بھی آوازیں آئی شروع ہوئیں۔

”ہو پکنر... ہو پکنر... ہو پکنر...!“

عمران نے بڑی تیری سے جیب سے قلم نکالا اور میز پر پڑے ہوئے ایک رسالے کے

سرورق کے سادہ حاشیے پر لکھنے لگا۔

آوازیں آتی رہیں.... ”بیالا چار... دیالا دو... بیالا چودہ... دیالا ایک بیالا

ستره... دیالا ایک بیالا ایک...!“

اس طرح دیالا اور بیالا کے ساتھ ہند سے چلتا ہے اور ساتھ ہی عمران کا قلم بھی چلتا رہا۔

تھریسا اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ آخر تین بار ہو پکنر کہنے کے بعد سننا چاہا گیا۔

عمران نے قلم روک کر طویل سانس لی اور تھریسا کی طرف دیکھ کر مسکرا لیا۔

”اس میں ذماغ لڑاؤ تو جانوں!“ تھریسا بولی۔

”پتہ نہیں اس کوڈ کا موجہ اب زندہ ہے یا نہیں لیکن اس کا نام اب بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔“

”یعنی...؟“

”ولیم ہا پکنر... کرتا ویلم ہا پکنر...!“

”اوہ...!“ تھریسا سنبھل کر بیٹھ گئی!

”کیوں...؟“

”ولیم ہا پکنر زندہ ہے۔“ تھریسا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ”اور وہی باغی گروہ کی قیادت کر رہا ہے۔!“

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے اور خلا میں گھور تارہا۔!

تھریسا مضطرب سی نظر آنے لگی تھی۔

”ہوں...!“ عمران پچھے دیر بعد بولا۔ ”اور تم لوگ اس کوڈ سے نابلد ہو...!“

”یہی بات ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ ہا پکنر بھی کسی کوڈ کا موجہ ہو سکتا ہے...! بہر حال اسی باغی

گروہ کی وجہ سے مجھے پیغام رسائی کے لئے تاروں کی آوازوں میں حروف تحریکی کھپانے پڑے تھے۔!

”پھر ہا پکنر کی کیا حیثیت تھی تمہارے یہاں۔!“

میرے نائین میں سے ایک وہ بھی تھا۔ الفانے سے بھی زیادہ طاقتور اور دلیر آدمی ہے۔

الفانے اس کا پاسنگ بھی نہ تھا۔

”اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو۔!“

”دوسرا جگہ عظیم میں وہ اتحادیوں کے ساتھ تھا۔ جیلان کے خاتمے کے بعد ریا تارڑا

لائف گزار رہا تھا کہ ہم لوگوں نے اُسے آنکھیں کر لیا۔“

”اس نے صرف ایک ہی بار پیغام رسائی کے لئے یہ کوڈ استعمال کیا تھا کہ مشرق بعید کی جگہ

بندی ہو گئی تھی۔ روانج نہیں پاس کا تھا یہ کوڈ۔!“

”تم واقف ہو اس سے۔!“ تھریسا نے پر مسرت لہجہ میں پوچھا۔

عمران نے پر تھریسا کی سر کو اشتبائی جنمیں دی۔

”اوہ...!“

”کہو تو وہ پیغام بھی بتاؤ جو بھی ابھی کسی کو بھیجا گیا ہے۔“  
”بتاؤ...!“

”تھریسا اتل باڑی میں ہے۔ جنوب مشرق سے پانچواں مکان شب خون... تین بجے ہیں۔“  
”خدا کی پناہ... عمران... اب شائد میری عمر بڑھ جائے۔“  
”اور میں جتنا ہوں اتنا ہی رہ جاؤں!“ عمران نے مسکی صورت بنائے۔ چند لمحے خاموش رہا  
پھر پوچھا۔ ”کیا یہ جگہ اتل باڑی کہلاتی ہے۔“

”ہاں... اور تم مطمئن رہوں وقت تم اپنے ملک میں نہیں ہو۔!“  
”میں تو خود کو اس وقت تخت سلیمان پر محسوس کر رہا ہوں۔ کافی کہاں رہ گئی۔!“  
”اگھی لو!“ تھریسا نے فون کار سیور انھا کرماٹھ پیس میں کہا۔

”بلیک کافی... فارنو...!“

ریسیور رکھ کر عمران سے بولی۔ ”تین بجے وہ شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جنوب  
مشرق کی طرف سے یہ پانچواں ہی مکان ہے۔!“  
”کیا تم خائف ہو۔?“  
”ہر گز نہیں...“ تھریسا ہنس پڑی۔ پھر سخیدہ ہو کر بولی۔ ”ولیم ہاپنائز کو اب ختم ہی ہونا  
چاہئے!“

”تو ختم کر دو... تمہارے لئے کوئی بڑی بات ہے!“  
”تھریسا کسی سوچ میں پڑ گئی!“

## O

بلیک زیر و کو حالات کا علم ہو گیا تھا اور اس نے تر وقت ایکس ٹو کی جگہ سنجھال لی تھی۔ صدر  
کی زبانی راحیل کے بارے میں فون پر تفصیلات معلوم کیں اور اس کی قیادت میں سفر کرنے کے  
لئے ایک ٹائم بنا دی جس میں خاور نعمانی صدیقی تویر اور جوزف شامل تھے۔ جو لیانے بہت سرما را  
ک اسے بھی نیم میں شامل کر لیا جائے لیکن بلیک زیر نے اجازت نہ دی۔  
اور اب یہ قافلہ راحیل کی راہنمائی میں سفر کر رہا تھا۔

راحیل کے گاؤں میں پہنچ کر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اصل مہم شروع کرنے سے  
قبل کم از کم ایک دن آرام کر لیں کیونکہ اس سفر نے انہیں کافی تھکا دیا تھا۔  
شام کے جھنپٹے میں وہ گاؤں میں پہنچتے! اور جوزف کو اپنی شراب کی فلکر پہنچی تھی۔ راحیل  
نے اس کے لئے دلی کی شراب کی کمی بو تلیں مہیا کیں اور ایک نئی اطلاع بھی لایا۔  
”بڑی عجیب بات ہوئی ہے۔ میری عدم موجودگی میں۔“ اس نے صدر سے کہا۔  
”کیا بات ہے۔!“

”وہ تصویری... ہر روز دکھائی دینے لگی تھی۔ کچھ لوگوں نے پہلا کے دامن تک پہنچنے کی  
کوشش کی اور انہیں وہاں سونے کے کچھ سکے پڑے ملے۔ دوسرا دن لوگ جو حق در جو حق سونے  
کے سکون کی تلاش میں ادھر جانے لگے۔ آج کی اطلاع ہے کہ ان میں سے پہنچنے آدمی ابھی تک  
نہیں لوئے۔ دو دن ہوئے ہیں اور وہ تصویر آج بھی چوٹی پر دکھائی دی تھی۔ آج بھی کچھ لوگ  
گئے اور انہوں نے بھی سونے کے سکے راستے میں پڑے پائے۔

”صدر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ”لوگوں کو ادھر جانے سے روکو!“  
”اب تک ڈھیروں سہرے سکے لوگوں نے بُورے ہیں!“ راحیل بولا۔

”تاو تکھہ وہ لوگ واپس نہ آ جائیں جو غائب ہوئے ہیں۔ دوسروں کو اس طرف نہ جانا چاہئے!“  
”مسٹر صدر!“ جوزف جماہی لیکر بولا۔ ”تم یقین کرو یا کرو یہ خبیث روحوں کا پلکر ہے!“  
کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ بڑا تارہ۔ ”سمجھانا میر اکام ہے لیکن اس سامنے  
دور میں یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں نہ آئے گی حالانکہ خود بھی تم اس خبیث کو آدمی کی طرح  
باتیں کرتے سن چکے ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ دھماکے کے ساتھ ہوا میں تحلیل ہو گیا  
تھا۔ آسمانی باپ میرے باپ کی حفاظت کرے!“ اس نے ہاتھوں سے سینے پر کراس بنا دیا اور پھر سر  
جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

راحیل نے ان لوگوں کے لئے مکان کا ایک حصہ خالی کر دیا تھا۔ دوسری صبح انہوں نے اس  
ہم کا آغاز کیا۔ فی الحال وہ اس غار کا جائزہ لینا چاہتے تھے جہاں راحیل کو بند رہا تھا۔!  
آج بھی صبح سے مطلع ابر آلود رہا تھا اور ان کی روائی کے وقت تک خاصی گھنگھر آئی تھی۔!  
”اب تو وہ ماہر سوسیات بھی ساتھ نہیں ہے!“ راحیل ہنس کر بولا۔

اور وہ اسی چوٹی کی طرف چلتے رہے، جس پر دھوئیں کی تصور نظر آیا کرتی تھی!  
”بڑی عجیب بات ہے!“ راحیل پکھ دیر بعد بولا۔ ”آن بھی موسم کچھ اسی قسم کا ہے۔!  
وہ بڑھتے رہے... لیکن پہلا کے دامن تک پہنچنے سے قبل، اسی انہیں تیز ہوا کے جھکڑوں  
نے آیا۔ پھر تو ایک قدم بھی اٹھانا محال ہو گیا۔  
راحیل کا خیال تھا کہ انہیں جلد از جلد اس حصے تک پہنچ جانا چاہئے جہاں پناہ لینے کے لئے  
متعدد غار موجود تھے!

اسی کی تجویز کے مطابق سب نے ایک دوسرے کی کمیں تھائیں اور قطار بنائے چلے گے۔  
اس طرح ہر ایک یہ محسوس کر سکا کہ اب اتنی تیز ہوا میں چلتے رہنا ممکن نہیں... اگر کہیں ہوا  
کے ساتھ غبار بھی ہوتا تو اس طرح بھی آگے بڑھ سکتا محال ہوتا۔  
کسی نہ کسی صورت سے وہ ایک غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہوابدستور اسی رفتار سے  
چل رہی تھی اور گھرے سیاہ بادلوں کے پرے کے پرے فضا پر محظی ہوتے جا رہے تھے!  
”اب یہیں رکنا ہے۔“ راحیل بولا۔ ”بارش ہونے والی ہے۔“  
غار میں تاریکی تھی۔ بیک وقت کمی نار چیں روشن ہوئیں!

”اوہ... وہ اُدھر کیا چیز چکی...!“ صدر بولا اور ثاریق سمیت اس چیز کی طرف بڑھتا رہا۔  
جباب بھی ثاریق کی روشنی میں چمک رہی تھی!

نعمانی اور صدیقی کے قدم بھی اسی طرف اٹھ گئے تھے!  
”خدا رحم کرے!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”سو فیصد شیطانی کارخانہ معلوم ہوتا  
ہے۔“ اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کوئی دعا پڑھنے لگا۔

”راحیل...!“ دفعتاً صدر کی آواز آئی۔ ”یہاں بھی سنہرے سکے ہیں!“  
”اوہ... دیکھوں...!“ میں نے ضرف ذکر سنا تھا کسی نے سکے مجھے دکھائے نہیں۔  
اس نے صدر کی ہتھیلی پر کئی چمکدار اور سنہرے سکے دیکھے!

”یہ تو قدیم سکے معلوم ہوتے ہیں!“ اس نے کہا۔  
”زبان کون سی ہو سکتی ہے؟“ نعمانی بڑا یا۔  
وہ کافی دریک سرمداتے رہے لیکن سمجھ میں نہ آسکا کہ کس زبان کے حروف ان سکوں پر

کندہ ہیں۔  
”ایک وہ رہا۔“ خاور بولا اور ثاریق کی روشنی میں ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔  
غار بہت کشادہ تھا۔  
”ارے کیوں عقلیں خط ہوئی ہیں۔ ہوش میں رہو۔!“ جوزف نے تنی کی۔!  
”تم اپنی بکواس بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔“ تویر بھنا کر بولا۔  
”اے مسٹر...! میں پاگل ہا تھیوں سے لڑا ہوں۔ تم اپنی زبان بند رکھو۔ باس بھی موجود  
نہیں ہیں کہ مجھے روکیں۔!  
”ش اپ۔!  
جوزف نے جھپٹ کر تویر کی گردن پکڑ لی۔  
”یہ کیا ہو رہا ہے۔!“ صدر نے آگے بڑھ کر جوزف کی کلامی پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا لیکن  
تویر کی گردن نہ چھڑا سکا۔  
پھر سب ہی جوزف سے پٹ گئے اور کسی نہ کسی طرح کھنچ کھانچ کر اسے تویر سے الگ کیا۔  
تویر آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ راحیل اور صدیقی اسے دوسری طرف کھنچ کر لے گئے۔ وہ  
مسلسل چیز رہا تھا۔  
البتہ جوزف خاموش تھا اور کسی منارے کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔  
”اگر یہی حالت رہی تو سب کچھ جہاں رہ جائے گا۔“ صدر نے بلند آواز میں کہا۔  
”میں اپنی توہین کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔“ تویر ہانپتا ہوا بولا۔  
”اور تم بڑی انسانیت بر تھے ہو!“ جوزف کا یہ بچہ پر سکون تھا۔ سب کی طرح مجھے بھی اطمینان  
رائے کا حق حاصل ہے!۔  
”اب براہ کرم تم دونوں ہی خاموش رہو۔!“ صدر نے کہا۔  
پھر کوئی کچھ نہ بولا۔ اس واقعہ کے بعد سے فضامکدر ہو گئی تھی۔  
”راحیل آہستہ سے صدر کے قریب کھک آیا اور بولا۔“ کیا خیال ہے ان سکوں کے متعلق؟  
”یہ سکے بہت پرانے نہیں ہو سکتے!“ صدر نے کہا۔  
”لیکن یہ زبان۔ آخر کون ہی زبان ہو سکتی ہے۔!“

”پکھ بھی ہو..... یا بھی حال ہی میں ڈھالے گئے ہیں؟“

”تو پھر.... کون ہے جو اس طرح سوتا لارہا ہے؟“

صفدر پکھہ نہ بولا۔ غار کے باہر سے بارش کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔ نعمانی نے نارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالی اور بولا۔ ”خاور.... خاور کہاں گیا۔؟“

کئی نار چینیں اور بھی روشن ہوئیں لیکن خاور کا کہیں پتہ نہ چلا۔

”کہاں گیا؟“ صدر بولا۔

”باہر تو نہیں جاسکتے کیونکہ میں غار کے دہانے کی طرف رہا ہوں!“ راحیل نے کہا۔

”میں نے غلط نہیں کہا تھا۔!“ جوزف صدر کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔

”وہ دراز گیا ہے۔!“ دفعاتاً صدیقی کی نارچ کی روشنی ایک دوڑھائی فٹ چوڑی دراز پر پڑی۔ اور بقیہ نار چینیں بھی اسی طرف اٹھ گئیں۔

”یاد آیا....!“ جوزف جلدی سے بولا۔ ”میں نے مسٹر خاور کو اسی طرف جاتے دیکھا تھا۔!“

صدر ہی سب سے پہلے دراز کی طرف بڑھا۔... اس میں نارچ کی روشنی ڈالی۔!

”اوہ....!“

دوسرے اس کی تحریر زدہ سی آواز سن کر چونکہ پڑے اور صدر ان کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اسے تہرانہ جانا چاہئے تھا۔“

دوسرے اس کے قریب پہنچ گئے تھے اور نارچ کی روشنیاں دور تک اس سرگٹ نماراستے پر پھیل رہی تھیں۔!

جگہ جگہ سہرے کے بھی پڑے ہوئے نارچ کی روشنی میں چمک رہے تھے!

”یہ تو کھلا ہوا جال معلوم ہوتا ہے۔!“ نعمانی آہستہ سے بولا۔

”آخر وہ تھا کیوں چلا گیا۔“ صدر نے پر تشویش لجھے میں کہا۔

”لیکن.... لیکن.... مجھے حیرت ہے۔!“ راحیل آہستہ سے بولا۔

کس بات پر حیرت ہے تمہیں۔!“ صدر کے لجھے پر جھنجلاہٹ کا غصہ غالب تھا!

”یہ دراز میرے لئے بالکل نئی چیز ہے۔!“ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

”کیا پہلے بھی یہاں آچکے ہو۔!“

”کیوں نہیں۔! انہیں غاروں میں آنکھ چولیاں کھیل کر جوان ہوا ہوں۔ ان حصوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ یہاں اور کوئی نہیں جانتا۔“

”مجھے شبہ ہے۔!“ تسویر بول پڑا۔

”کس بات پر۔؟“

”تم دیدہ و اذانتہ ہمیں کسی مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہو۔!“

”تسویر پلیز۔!“ صدر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”بھلا مجھے آپ لوگوں سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ آپ چند روز پہلے میرے لئے قطعی اطمینانی تھے۔“

”تم کچھ خیال نہ کرو۔“ صدر نے اسے دلasse دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”ایسے حالات میں تم بھی بیکی سوچتے۔ قدرتی بات ہے۔“

”تو گویا آپ کو بھی مجھ پر شبہ ہے، صدر صاحب!“

”نہیں مجھے تم پر شبہ نہیں ہے۔!“

”لیکن اس قسم کی کوئی سرگٹ چاروں میں تیار نہیں کی جاسکتی!“ صدیقی بولا۔!

”میں کہتا ہوں.... مجھے بھی توجہت ہے اسی پر۔!“ راحیل نے کہا۔

”ان باتوں کو ختم کرو۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!“ صدر بولا۔

”میں دیکھتا ہوں۔....!“ جوزف آگے بڑھ کر بولا۔ ”میری واپسی تک تم سب یہیں رکو۔... تھیں یہ کسی آدمی ہی کی حرکت ہو سکتی ہے اور ہر قسم کے آدمیوں سے پہنچ مجھے خوب آتا ہے۔!

”نہیں تم تہرانہ جاؤ۔!“ صدر بولا۔

”تو پھر سب چلو۔!“ جوزف نے پر اعتماد لجھے میں کہا۔ ”مسٹر راحیل آگے چلیں گے۔!“

”میں تیار ہوں۔!“ اس بار راحیل کے لجھے میں جھلاہٹ تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دراز میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے جوزف تھا۔

جوزف کے باہمیں ہاتھ میں نارچ تھی اور داہنے ہاتھ میں اس نے روپ اور ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ جوزف کے پیچھے صدر وغیرہ تھے۔

اب زمین پر پڑے ہوئے سکون پر کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔!

## O

عمران کو کافی پلا کر تھریسا نے بھروسایا جہاں وہ دوبارہ نہیں جانا چاہتا تھا۔  
عورت شاید بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھی اور کیجئے ہی اس کی طرف پکی۔

”تم کہاں چلے گئے تھے؟“  
”ابوال گئی تھی۔!“

”ارے تم اتنی بد تہذیبی سے اُس مقدس ہستی کا نام لیتے ہو کیا بھول گئے کہ وہ ماں کہلاتی ہے۔!  
”تمہاری ہی ہو گئی...!“ عمران سر ہلاکر بولا۔  
”تو بہ کرو... توبہ... ورنہ بلا میں نازل ہوں گی۔!  
”ہو تو گئی ہیں۔!“

”نہیں... میرے لئے سب سے بڑی مصیبت تمہاری جداں تھی۔ ماں کی مہربانی سے تم مجھے مل گئے... ماں کا احترام کرو۔!  
”احترام ہی کر کے آ رہا ہوں... اب میں کچھ دیزی سونا چاہتا ہوں۔!  
”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تم بچوں سے مہربانی سے نہیں پیش آئے، انہیں تم سے شکایت ہے!  
”مجھے طریقہ بتاؤ مہربانی سے پیش آنے کا۔“ عمران بے بگی سے بولا۔

”میا تم نہیں جانتے کہ ایک باپ کو بچوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے؟“  
”اوہ! میں بالکل بھول گیا ہوں... پر یکیش نہیں رہی تا۔!  
”پتہ نہیں کیسی باتیں کرنے لگے ہو!“ وہ نہ کر اخلاقی اور عمران نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔!

”لیا سوچنے لگے۔ تم مجھ سے دور دور کیوں رہتے ہو!“  
”بچوں کے ذیال سے...!“

”پتے کہاں ہیں مجھے جلدی سے بتاؤ۔ میں جلد از جلد مہربانی سے پیش آنا چاہتا ہوں۔!  
”نشست کے کمرے میں کیرم کھلی رہے ہیں۔!  
لیکن سنگ روم میں جانے کی بجائے اُس نے بذریعہ اور دروازہ اندر سے بند

تھوڑی دور چلتے کے بعد سرگم کچھ کشادہ ہو گئی اور خاموشی سے چلتے رہے۔!  
”دفتا... جوزف چلتے چلتے رک گیا اور اُس نے راہیل سے زکے کے لئے کہا۔ بیہاں سرگم  
اتئی کشادہ تھی کہ وہ قریب قریب بھی کھڑے ہو سکتے تھے۔!

جوزف اس طرح نتھے سکوڑ کر سانسیں لے رہا تھا جیسے کچھ سو گھنٹے کی کوشش کر رہا ہو۔  
”کیا بات ہے؟“ صدر نے پوچھا۔

”مُسْرِ صدر یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی عبادت گاہ میں پہنچ گیا ہوں!“ کیا تم کسی قسم کی خوشبو محسوس نہیں کر رہے ہو۔?  
”نن... نہیں تو...!  
”اچھا آگے چلو۔ شاید محسوس کرو۔ صرف عبادت گاہوں ہی میں میں نے ایسی خوشبو

محسوس کی ہے۔ جہاں بخور دانوں میں خوشبو میں جلائی جاتی ہیں۔!  
”اچھا... اچھا... چلو...!“ صدر بیزاری سے بولا۔

وہ آگے بڑھتے رہے پھر تو وہ خوشبو سکھوں نے محسوس کی! عجیب سی خوشبو تھی! کبھی انجلانی کی لگتی اور کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے پہلے بھی کبھی اس سے سابقہ پڑا ہو۔!

بالآخر وہ اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں سے خوشبو کی لپیٹیں آرہی تھیں۔!  
بیہاں سرگم کا خاتمه ایک بہت کشادہ غار میں ہوا تھا۔ بیہاں اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنی نار چیل روشن رکھتے کیونکہ کئی بڑی بڑی مشعلیں روشن تھیں اور بخور دانوں سے خوشبووار دھوان انٹھ رہا تھا۔

انہوں نے خاور کو دیکھا، جو فرش پر چت پڑا تھا۔ وہ سب اس کی طرف جھپٹے لیکن اس سے قریب قریب بے خبر تھے کہ خود ان کے ذہنوں پر بھی یہ دھوان آہستہ آہستہ اثر انداز ہو رہا ہے.... اور ان کے ہاتھ پیروں کی سکت رفتہ رفتہ زائل ہوتی جا رہی ہے!

”اوہ!“ سب سے پہلے جوزف کو ہوش آیا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”مم۔ میرا۔ خیال ہے کہ میں... کیا تم سب کے سرچکار ہے ہیں؟“

وہ احقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے ہوئے ذہیر ہو گئے کسی کو سدھنہ رہی کہ کہاں ہے!

”غیب کی باتیں بھی مجھے معلوم ہو جاتی ہیں۔“ وہ مسکرا کر بولی۔ ”اگر نہ لاتی تو کل شب خون کاشکار ہونا پڑتا۔“

”یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ میں اس کوڈ سے واقف تھا اگر نہ ہوتا؟“

”تب تھریسیا کو مرنا پڑتا۔!“ وہ نہ سکون لجھے میں بولی۔

”کیا وہ لوگ اتنے ہی خطرناک ہیں۔!“

”وہ سن کو حیرت نہ سمجھنا چاہئے۔!“

”اب تم کیا کرو گی۔؟“

”دو عمارتوں کے علاوہ اور ساری عمارتیں خالی کرائی جائیں۔!“

”دو کون سی۔؟“

”ایک یہ جس میں تم بیٹھے ہو اور دوسرا وہ جس میں تمہارے بال پنج مقیم ہیں۔!“ ایوا مسکرا کر بولی۔

”بال بچوں کو بھی بھجواد خدا کے لئے۔!“ عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

دفعتا تھریسیا کی گود میں پڑے ہوئے فاکس نیریز کے جسم ہے آواز آئی۔

”ہاپنزر....ہاپنزر....ہاپنزر۔!“

اور عمران نے جھپٹ کر میز سے کاغذ پہل انھائی اور لکھنا شروع کر دیا پھر آوازوں کے اقتام کے ساتھ ہی پھل بھی رکی تھی۔!

”کیا بات ہے۔؟“

”کچھ عجیب اوث پنگ سا پیغام ہے۔!“

”کیا ہے؟“ تھریسیا ماضی طرف بانہ انداز میں بولی۔

”کے سکھیں....پوائنٹ تھرٹی تھری۔....ایک بجے شب....بلک کراسنگ!“

تھریسیا نے لئے کو ایک طرف اچھال دیا اور خود فون کی طرف جھپٹی۔ انسڑہ منٹ سے لگے

”وے ایک بن کو تین بار دیا۔....اور ماڈھ پیس میں نوی۔“ بیلو بی ون۔....بی ون۔....بی ون

....ہاں دیکھو۔....کیا آج ایک بجے شب کچھ روانہ کر رہے ہو۔....کہاں سے۔....ہوں۔....اچھا

تو دیکھو! بلک کراسنگ کی بجائے براؤن سلوپ سے رووانہ کرو۔....عین وقت پر اس تبدیلی کا اعلان

کر کے پڑ گیا۔....تحوڑی ہی دیر بعد وہ خراٹے لینے لگا تھا۔!

پھر آکھ کھلی تھی دروازہ پیٹنے کی آواز پر۔....اور وہ اس عورت کی آوازیں سن کر اپنی کپٹیاں دبارہ تھا۔ بہر حال اٹھ کر دروازہ کھولنا پڑا۔

”یہ کیا ہے۔....اس طرح سو سو کر تم اپنی صحت بجا کرلو گے! کچھ دیر پہلے ماں تمہیں پوچھئے آئی تھی۔ وہ ہم پر بہت مہربان ہے۔!“

”ہاں۔....ہاں۔....!“ عمران احتمان انداز میں سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

”شام کی چائے کا بھی ہوش نہیں تمہیں!“

”ارے ہاں۔....اچھا۔....اچھا۔!“

”پہلے جاؤ۔....دانتوں کو برش کرو۔!“

”سب چلتا ہے۔....!“ عمران شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

”ارے وہ۔....نہیں یہ نہیں چلے گی۔....تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ سے با اصول رہی ہوں۔!“

”اوہ میں۔....؟“

”تم ہمیشہ سے ان باتوں پر لڑتے جھگڑتے آئے ہو۔“ وہ ہنس کر بولی۔

چائے کے بعد اس نے عمران سے کہا کہ ایو اسے اپنے گھر بلا گئی ہے!

عمران نے گھری دیکھی سات نک رہے تھے۔

باہر اندر ہمراہ اچھل گیا تھا۔ وہ تھریسیا کے مکان کے گیٹ پر رکا اور گیٹ ہی کے کسی حصے سے

آواز آئی۔ ”اندر چلے آؤ۔ میں سٹنگ روم میں ہوں!“

عمران نے طویل سانس لی اور چل پڑا۔ وہ سٹنگ روم میں ایک آرام کرسی میں نیم دراز تھی

اور ایک چھوٹا سا بڑے بالوں والا کتساں کی گود میں تھا۔

”کہو کیسی نیند آئی۔؟“ وہ کستہ کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

”بہت شامدار!“

”بیٹھ جاؤ۔!“

”بیٹھ بھی گیا۔....اب تم بتاؤ کہ مجھے اس دیرانے میں کیوں گھیٹ لائی ہو؟“

کرنا اور دیکھا کہ اس تبدیلی سے تمہارے آس پاس کے کتنے لوگ مفترب ہوتے ہیں، انہیں فر حراست میں لے لینا۔ پھر میں دیکھوں گی۔ ”وہ ریسور رکھ کر پھر کری کی طرف پلٹ آئی اور عمران کے استفسار پر بتایا کہ وہ حقیقتاً میں فون نہیں بلکہ ٹرانس میٹر ہے اور صرف پیپس میل کے دائے میں کار آمد ہو سکتا ہے۔ ویسے دنیا کا اور کوئی ٹرانس مشن سشم اس کی آواز نہیں کچھ کر سکتا۔“

”چکر کیا ہے؟“ عمران اُسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”عمران مجھے یہ کوڈ سمجھا دو!“

”سیر پھر قلاں ملگاؤ... باقاعدہ شاگرد ہو!“

”ذاقت ختم کرو... ویم ہاپکنز کو اب فنا ہونا پڑے گا۔“ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں!“

”دوستی! تم سے...!“ عمران طنزیہ انداز میں منکر لیا۔

”عمران جب بھی ماروں گی لکار کر ماروں گی... اسے یاد رکھنا... کیا تم بھول گئے جس عمارت میں تم نے مجھے قید کیا تھا اس کے دروازوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ کیا وہ سوخت ہو کر فضا میں نہیں تحلیل ہو گئے تھے کیا وہ حرہ اس وقت نہ رہا ہو گا جب تم اور جولیانا فنٹر واٹر میر ایمان لے رہے تھے۔ صرف ایک گز کے فاصلے سے میں تم دونوں کو فنا کر سکتی تھی!“

”اس کی تینی اور میری بیوی گی پر رحم آگیا ہو گا۔“

”اس احسان کا بدلہ اس طرح چکاؤ کر مجھے ہاپکنز والے کوڈ سے آگاہ کر دو۔“

”کیا تم نے خود اس پر غور نہیں کیا؟“

”بہت کرچکی ہوں... لیکن...?“

”کونسا طریقہ آزمایا تھا...؟“

”حروف تجھی والا۔ انہیں دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے دائیں اور بائیں 7 نمبر ڈال کر دیکھے.... لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا!“

”انگریزی کے حروف تجھی!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں... کیونکہ پیغام انگریزی ہی میں ہوتا ہے!“

”بہت چالاک ہے ہاپکنز۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو گی کہ تمہاری ہی طرح وہ بھی کئی زبانوں کا ماہر ہے۔ اس نے اس کوڈ میں اردو کے حروف تجھی استعمال کئے تھے اردو کی تقطیع سے ”ڈ۔“ اور ”ے۔“ کو خارج کر کے سترہ حروف کی دو لائنیں بنائی تھیں اور اوپری لائن کی نمبر گک دائیں جانب شروع کی تھی اور نیچے والی لائن کی نمبر گک بائیں جانب سے کی تھی۔ یہ دیکھو“ عمران نے کاغذ پر لکھا شروع کیا۔

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷

ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ه ی

پھر اس نے کاغذ تھری یا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”چونکہ پیغام نشر کرنے والا انگریزی زبان میں نہ شر کر رہا ہے اس لئے ڈنکٹ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔“

”تھری یا چند لمحے کا گذرا پر نظر جمائے رہی پھر خوش ہو کر یوں۔“ میں سمجھ گئی بالکل سمجھ گئی اگر تمہارا نام لینا ہو تو کہیں گے بیان بارہ بیان پانچ، دیالیں چودہ دیالیں ایک، بیالیں چار...“

”ٹھیک... بالکل ٹھیک...!“ عمران بولا۔

اور پھر ایک بلند آہنگ چکار کرے کی مدد و فضائیں گوئیں۔

عمران منہ بُور کر اپنا بیالیں گال سہلا تارہ۔

”تھری یا پہلے تو ٹھی اور پھر جھنگلا گئی۔“

”تم اتے گدھے کیوں ہو؟“ اس نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

”لڑکیوں نے بنا دیا ہے۔!“

”تجھے تما نام نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟“

”دکھ بھری دستان ہے!“ عمران مخفی سانس لے کر بولا۔ ”تمہاری طرف کی لڑکیاں قلمی بیروں کی فنالی کر کے اپنے اوپر قلعی کرتی ہیں اور بے حد شاشتہ اور رومیک نظر آتی ہیں لیکن جہاں غصہ آیا قلعی اتر گئی پھر ایسے کفن چھاڑ نئے الاتی ہیں کہ شیطان کے کان بھی بہرے ہو جائیں!“

”غصہ بہت بُری چیز ہے کون کتنے پانی میں ہے یہ دیکھنا ہو تو اسے غصہ دلا دو!“

”دلاں غصہ!“ عمران شرارت آمیز مسکراہت کے ساتھ بولا۔

”نہیں۔ فی الحال اسے دلیم ہاپنگز کے لئے محفوظ رہنے دو۔“ تھریسا نے کہا۔ چند لمحے پر  
سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میں نے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔“

”اس دوستی کی مدت کتنی ہو گی۔؟“

”مدت.... تم کہو تو....“

”کہو.... رک کیوں گئیں۔؟“

”کچھ نہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اپنے ملک میں قدم رکھتے ہی تم میرے دوست نہیں  
رہو گے۔!“

”بالکل۔!“

تھریسا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”فی الحال اپنے آدمیوں میں سے کسی پر اعتماد  
نہیں کر سکتی۔!“

”مجھ پر کیوں کر سکتی ہو۔!“

”بُن کر سکتی ہوں.... بحث نہ کرو.... اٹھو۔!“

عمران کری سے اٹھ گیا۔ دونوں کمرے سے نکل کر بیرونی برآمدے میں آئے۔ باہر گرا  
اندھیرا تھا۔ وہ ایک جانب چل پڑی عمران اس کے پیچھے تھا۔

تھریسا کے ہاتھ میں نارچ تھی۔ تھریسا ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد وہ گھنے جنگل میں داخل  
ہوئے۔ صرف ایک فٹ چوڑی شفاف پگڈنڈی ان کا راست تھی۔

اس پگڈنڈی کا اختمام دائرے کی شکل میں صاف کی ہوئی تھوڑی سی جگہ پر ہوا۔

یہاں ایک بہت بڑی گیند نظر آئی جوز میں پر گئی ہوئی تھی۔ اس کا قطر کم از کم میں فٹ ضرر  
رہا ہو گا۔

”فی گراز۔!“ عمران نہیں پڑا۔

”کیوں.... بھولی بسری یادیں آرہی ہیں۔!“ تھریسا نے پوچھا۔

”بے چاری شی..... جس نے زہرہ سے آئی ہوئی ایک لڑکی سے بہنا پا کیا تھا غالباً کپل بیکار  
بھی اس میں موجود ہی ہوں گے.... ورنہ تمہاری زبان کیسے سمجھی جائے گی۔!“

”ڈاکٹر اور پر اب بھی ہماری نظر ہے۔!“ تھریسا بولی۔

”ویکھا جائے گا.... ہاں تم مجھے بیہاں کیوں لائی ہو۔!“

”کچھ دیر فضا ہی کی سیر سکی۔!“ تھریسا نے گراز کا دروازہ کھولتی ہوئی بولی۔ ”اندر چلو۔!“

”تم مجھے کہیں بھی لے جاؤ.... اپنا پاندنہ رکھ سکو گی۔!“ عمران نے لاپرواں سے کہا اور اس  
گولے میں داخل ہو گیا۔

اندر خاصی گنجائش تھی۔ چاروں طرف گولائی میں آرام دہ نشیں تھیں اور درمیان میں  
تھوڑی سی جگہ پر کنٹرول کے آلات تھے۔ دروازہ بند ہوتے ہی اندر روشنی ہوئی تھی۔ ہلکی نیلی  
روشنی جس سے ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔

”بیٹھ جاؤ.... ہمیں تمن بجے صبح تک فی گراز ہی میں رہنا ہے۔!“ تھریسا بولی۔

”تو پھر میں سو جاؤ۔!“

”جیسا دال چاہے۔!“

”اور میرے خاندان والوں کا کیا ہوا ہو گا۔!“

”اب تک وہ بھی مکان خالی کر چکے ہوں گے۔ تم ان کی فکرنا کرو۔ اگر وہ بوڑھی عورت اتنی  
بی پند آئی ہے تو دوبارہ بھی ملویا جا سکتا ہے۔!“

”اس زندگی میں تو ممکن نہیں۔!“

”یا تم واقعی سونا چاہتے ہو۔!“

”بہت کم سونا نصیب ہوتا ہے.... اب تو فرصت ہی فرصت ہے کیوں نہ موقع سے فائدہ  
الحملیا جائے۔!“

تھریسا اسے عجیب نظر دیں سے دیکھ رہی تھی! عمران بوكھلائے ہوئے انداز میں منہ چلانے لگا  
اور تھریسا کے ہونٹوں پر غصیلی سی مسکراہت نظر آئی پھر اس نے اپنا منہ دوسرا طرف پھیر لیا۔

عمران طویل انگرائی لے کر وہیں لیٹ گیا جہاں بیٹھا ہوا تھا۔

تھریسا کنٹرول کی طرف متوجہ ہو گئی! عمران نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔!

”تم خود کو اس قدر لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔!“ تھریسا نے اوپری آواز  
میں کہا۔

بچہ دو دھے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر حرکت کرتے رہے!  
تھریسا بولی۔ ”اب ان کا بھی حال دیکھو!“  
اور پھر وہ دونوں تحرک دھے بھی یکے بعد دیگرے روشنی کے جھماکوں میں تبدیل ہو کر  
اسکرین پر سے غائب ہو گئے!  
اب اسکرین بالکل سادہ پڑا تھا۔  
”اب!“ عمران تھریسا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔  
”اب.... اب کچھ بھی نہیں.... ہم دوسری جگہ چلیں گے!“  
”وہ جگہ میرے مکان سے قریب ہی ہونی چاہئے.... ورنہ مجھ پر اختلاج قلب کا دورہ پڑے گا!“  
”فے گراز حرکت میں آگیا!“  
”ہو سکتا ہے اب وہ کوڈ میں تبدیلی کر دے!“ تھریسا بڑا بڑا۔  
”آخر کب سے یہ سلسلہ چل رہا ہے!“  
”پورے ایک سال سے!“  
”اب تک وہ تمہیں ہی نقصان پہنچاتا رہا ہے!“  
”ہاں.... کم از کم اس کے بچھر فیصد حملے کامیاب ہوئے ہیں!“  
”اور بچھیں فیصد خصض اتفاقاً کامیاب نہیں ہو سکے!“  
”ہاں! اتفاق ہی کہہ لو!“  
”تب تو اسے سوچنا پڑے گا!“  
”ایک بجے جب تم سو رہے تھے اسے اور بھی نقصان پہنچا چکی ہوں!“  
”کیا مطلب؟“  
”وہ دوسرا پیغام.... بلیک کراسنگ والا یاد ہے!“  
”اوہ... ہاں....!“  
”بس بلیک کراسنگ پر میں نے اس کا جہاز تباہ کر دیا جو ہمارے مال پر ڈاکہ ڈالنے والا تھا!“  
”مال کیا ہے؟“ ”عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”سویا ہوا آدمی جواب نہیں دے سکتا اس لئے مجبوری ہے!“ عمران آنکھیں کھولے بغیر بولا۔  
اور پھر وہ جج سو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے فے گراز کے اوپر اٹھنے کی وجہ سے اس کے ذہن پر  
غندوگی طاری ہو گئی ہو۔  
اور پھر اسے تھریسا ہی نے چھینجھوڑ کر اٹھایا۔  
”اٹھو.... اٹھو.... پونے تین بجے ہیں۔ کھیل شروع ہونے والا ہے!“  
”ٹکٹ مل گیا!“ عمران نے بوکھلا کر پوچھا۔ پھر آنکھیں مل کر بولا۔ ”لا حول ولا قوة...  
میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ایک روپے والی کھڑکی پر لائن میں لگا ہوا ہوں!“  
”ادھر آؤ!“ تھریسا وسط میں کنٹرول کے پاس پہنچ کر بولی۔  
عمران آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔۔۔ تھریسا نے ایک روشن اسکرین  
کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہ دیکھو!“  
اسکرین پر کچھ دھبے دکھائی دیئے اور عمران نے کہا۔ ”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔“  
”ہم دس ہزار فٹ کی بلندی پر ہیں.... فے گراز فضائیں متعلق ہے!“  
”مطلوب یہ کہ ہم فضا میں رُک گئے ہیں!“  
”بالکل۔ فے گراز گھنٹوں اسی طرح ایک جگہ متعلق رہ سکتا ہے۔ اسکرین پر جو دھبے تم دیکھ  
رہے ہو یہ اسی بستی کے مکاتب ہیں جہاں تم شام کو تھے!“  
عمران خاموشی سے نظریں اسکرین پر جعلے رہا۔ کبھی کبھی گھڑی بھی دیکھ لیتا تھا۔  
ٹھیک تین بجے اسکرین پر تین مزید دھبے نظر آئے۔ یہ تحرک تھے! پھر غیر تحرک دھبے  
روشنی کے جھماکوں میں تبدیل ہونے لگے۔  
”وہ تین جہاز بستی پر سبکاری کر رہے ہیں!“ تھریسا نے کہا اور پس پڑی۔  
”تو تم اس طرح بستی کی جاہی کا منظر دیکھتی رہو گی!“  
”اب وہ ہمارے لئے بیکار ہو چکی ہے۔ انہیں کچھ دیر خوش ہو لینے دو!“  
تحرک دھبے چند منٹ بعد قطار میں ایک طرف حرکت کرنے لگے!  
”یہ دیکھو.... یہ گیا۔ تھریسا نے کنٹرول کے ایک بٹن پر انگلی رکھتے ہوئے کہا اور دیکھتے ہی  
دیکھتے ایک تحرک دھبے روشنی کے جھماکے میں تبدیل ہو کر غائب ہو گیا!

”نی الحال یہ سوچو کر کھائیں گے کیا کیونکہ ہمارا سامان کہیں بھی نظر نہیں آتا!“  
 ”سامان!“ خاور اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر آس پاس سامان کی تلاش شروع ہو گئی جو زف  
 ب سے الگ تھلگ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صرف اس پر ہی نہیں اس کے  
 پرے خندان پر مصیبتوں کے پہاڑوں پڑے ہوں.... صد لیقی جو اس کے قریب سے گذر رہا  
 تھا۔ اس کا شاند جھوک بولا۔ ”اے تمہیں کیا ہوا ہے!“  
 ”پچھے نہیں.....!“ جو زف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”وو لوگ رہا ہے!“

”نہیں.....!“ جو زف چیخ کر کھڑا ہو گیا۔

”تو پھر دماغ خراب ہو گیا ہو گا!“ صد لیقی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔  
 ”ہاں... ہاں... میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ایک بوقت تھی میری جیب میں وہ بھی غائب ہو گئی!“  
 ”اچھی بات ہے.... ہو جاؤ پاگل....!“ صد لیقی نے مڑے بغیر کہا اور ادھر پھر وہ کی  
 اوث میں سامان کی تلاش جاری رکھی۔

دور تک ڈھونڈھ آئے لیکن کہیں بھی کوئی چیز نہ مل سکی۔ راحیل کا کہیں پتہ نہ تھا!  
 صدر ان سے کہہ رہا تھا ”غصے میں خواہ نخواہ از جی بر باد نہ کرو۔ اگر کسی دشواری میں پڑ گئے  
 ہیں تو ہمیں اپنے اوس ان بجا کھٹھے چاہئے!“

”جو زف ہاتھ سے جانے ہی والا ہے!“ خاور نے کہا۔ ”اُسکی بوقت بھی غائب ہے!  
 کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کی اچھتی سی نظریں جو زف پر پڑی تھیں اور وہ سب پھر اسی اوہی بن  
 میں پڑ گئے تھے کہ وہ کہاں پھنس گئے ہیں! اور اب کیا ہو گا!“

”مجھ سے پوچھو!“ صدر بولا۔ ”میں ایک بار اور بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکا ہوں!  
 وہ کچھ دیر کہا اور پھر کہنے لگا۔

”وہ عورت ایواگرین یقینی طور پر تھریسا تھی۔ عمران نے بندر کے توسط سے اس سے جو گفتگو  
 کی تھی اور جس انداز میں کی تھی اُسی سے میں تھریسا ہی کے خدشے میں بتلا ہو گیا تھا!“

”تواب کیا کیا جائے!“ توری پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

”ٹھہر و....!“ دھنما صدر رہا تھا اٹھا کر بولا اور پھر اسی ہاتھ کو پیشانی کے قریب لے جا کر اس

تھریسا کچھ نہ بولی۔ عمران نے بھی اس موضوع کو نظر انداز کر کے کہا۔ ”یہ تمہارا فن گزار  
 اور پڑھ رہا ہے.... یا کسی سمٹ جا رہا ہے!“  
 ” شمال مشرق میں پرواز کر رہا ہے اور فقار پاچ ہزار میل فی گھنٹے ہے!“  
 ”مگر ہم جا کہاں رہے ہیں!“  
 ”شوگر پینک!“ تھریسا کا جواب تھا اور پھر اس نے بخت سے ہونٹ بھیجن لیے!“

## O

سب سے پہلے صدر کو ہوش آیا۔ اس کے دوسرے ساتھی اب بھی لمبے لمبے لیٹھے ہوئے تھے।  
 لیکن.... وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا.... نہ مشتعلوں کی روشنی تھی.... نہ سر پھر ادینے والی  
 خوبصوری میں.... اور نہ وہ غاری تھا!

چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی.... اور سر پر کھلا ہوا آسمان!  
 وہ ایک سر سبز وادی تھی۔ چہار جانب حد نظر تک اوپنے اونچے سر سبز پہاڑ نظر آتے تھے۔  
 صدر کچھ دری تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر اپنے ساتھیوں کو جگانے کی کوشش کی۔  
 وہ بالکل اسی طرح جا گئے تھے جیسے سوتے ہی رہے ہوں.... خود صدر بھی ایسی ہی تازگی  
 محسوس کر رہا تھا جیسے مناسب عرصے تک گھری نیند لینے کے بعد بیدار ہوا ہو۔  
 ”بھاں....!“ جو زف بہ آواز بلند جماں لے کر بولا۔ ”ہم کہاں ہیں؟“  
 ”کوئی کچھ نہ بولا.... سب ہی تھیران نظریوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے!  
 ”لیکن.... راحیل.... راحیل کہاں ہے؟“ کسی نے کہا۔  
 اور وہ سب ہی بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔ اس کا پہلے ہی مشتبہ ہونا زیر بحث آیا۔  
 سب ایک دوسرے پر ازالہ رکھنے لگے!

”اور یہ سب غیر ضروری ہے!“ صدر بولا۔  
 ”می!“ توری نے نہنے مکھلائے۔ ”یہ سب کچھ آپ کے جگری دوست کے لئے ہوا ہے!“  
 ”توری پیز....! اب اس سے کوئی فائدہ نہیں۔“ صدر نے کہا۔

طرح آنکھیں سکوڑیں جیسے بہت دور کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو!  
”کیوں کیا ہے؟“ نعمانی نے پوچھا۔

”وہ دیکھو... وہ چک!“

”کہاں؟“ وہ اس کے قریب ہوتا ہوا بولا۔

بہت دور ایسی چک تھی جیسے سورج کی شعاعیں کسی چمکدار دھات پر پڑ رہی ہوں۔!

”وہ کیا ہو سکتا ہے؟“ نعمانی بڑی بڑیاں

دوسروں نے بھی اُسے دیکھا۔ اور یہ طے کیا کہ انہیں اُدھر ہی چلتا چاہئے۔ لیکن جوزف اڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ وہ شیطانی پکڑ میں پڑ کر وقت نہیں بر باد کرنا چاہتا اسی جگہ بیٹھ کر عبادت کرے گا۔

”چھوڑو اُسے!“ تنویر جھنجلا کر بولا۔

اور وہ جوزف کو دیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اراستہ بنانے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئی کیونکہ زمین قریب صلط تھی۔ کہیں کہیں چٹاؤں کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی نظر آتے۔

”یہ سوچے بغیر کہ فاصلہ کتنا ہے ہم چل پڑے ہیں!“ صدیقی بولا۔

”وہیں بیٹھے رہ کر بھی کیا کرتے؟“ صدر نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا۔ ”اب“ بھی آرہا ہے لگڑاتا ہوا۔ اسے ساتھ لا کر غلطی ہی کی۔

آن سب نے مڑ کر کھا اور اپنے انداز میں انہمار خیال کر کے پھر چل پڑے۔

جوزف اُن سے ذرا فاصلے پر لگڑاتا ہوا چلتا رہا۔

”ارے!“ اوفٹا صدر کی زبان سے نکلا۔ ”وہ چمکدار چیز تو اپر اٹھ رہی ہے۔ اور پھر ان سکھوں نے چمکدار گول سی شے دیکھی، جو آہستہ آہستہ فضا میں عمود اپنڈ ہو رہی تھی۔

صدر سب سے آگے تھا اس نے دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر ان لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔.... کیونکہ پرواز کرنے والی وہ چمکدار شے انہیں کی طرف چلی آرہی تھی اور آہستہ آہستہ اُس کی اوچھائی بھی کم ہوتی جا رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اُن کے سر وہیں سے ٹکراتی ہوئی دوسری طرف نکل جائے گی۔ وہ بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گئے۔

وہ بہت بڑا گول اُن پر سے آٹھوادس فٹ کی بلندی سے گزرتا چلا گیا۔

خدا کی پناہ! ہوا کا کتنا شدید دباو ان پر پڑا تھا۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ خس و خاشک کی طرح اڑ جائیں گے۔

گولا شاید ایک فرلاگ آگے جا کر زمین پر نکل گیا تھا۔

”ہوشیار ہو!“ صدر غریا۔

”ہاتھ پیر سے ہوشیار تو پہلے بھی تھے!“ تنویر نے طنزی لمحہ میں کہا۔

”فضول باشیں نہ کرو....!“ نعمانی بڑی بڑیاں

”ہمارے پاس باقی کیا چکا ہے۔ جس کے لئے ہوشیار ہے کی ہدایت مل رہی ہے!“

انتہے میں اس گولے میں ایک درپیچ سامنودار ہوا اور دو آدمی اس پر سے کوئے!

گولے سے آواز آئی۔ ”تم لوگ خاموشی سے خود کو ہمارے حوالے کر دو! اور نہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا!“

دونوں آدمی تیزی سے ان کی طرف بڑھتے آرہے تھے۔ قریب پہنچنے پر انہوں نے اُن کے

ہاتھوں میں عجیب سی بندوقیں دیکھیں جن کا رخ انہیں کی جانب تھا۔

”وہ سب اٹھے اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھائیے!“

دونوں مسلح آدمیوں نے انہیں اُس گولے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا! جوزف انہیں خونخوار

نظروں سے گھوڑا تھا۔ لیکن اسے اپنے ساتھیوں کی تقلید کرنی ہی پڑی۔ اس کے تیور بتا رہے تھے

کہ وہ خالی ہاتھ ہی اُن سے ٹکرائیں کا را دہ رکھتا ہے۔

انہیں اس گولے میں بیٹھنا ہی پڑا۔

کنڑول سسٹم کے قریب ایک آدمی کھڑا دھکائی دیا جوان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

چاروں طرف دائرے کی شکل میں نشیں تھیں۔ وہ اُن پر بھاڑائیے گئے! جھٹکے سے انہوں

نے اندازہ لگایا کہ وہ فن الفور زمین سے اٹھ رہا ہے۔ صدر نے ان دونوں مسلح آدمیوں کو مخاطب

کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف دھیان نکل نہ دیا۔

تحوڑی ہی دیر بعد انہوں نے دوسرے جھٹکا محسوس کیا! اور ذہنوں پر ساتھا ساتھا چھا گیا تھا۔ وہ گول

ٹیارہ شاید دوبارہ زمین سے لگا تھا۔

کنڑول پر کھڑے ہوئے آدمی نے کسی مکنزیم کو چھیڑا اور ٹیارے کا دروازہ کھل گیا۔

ان سھوں کا بھوک کے مارے نہ اعمال تھا کچھ تو ایسی نتائج محسوس کر رہے تھے اجیسے بتر  
ملاں سے اٹھے ہوں! جوزف نے بھاڑ سامنے کھول کر جماں لی اور اپنی قسمت کو کوئے لگا!

## O

عمران نے محسوس کیا کہ فے گراز نیچے اتر رہا ہے! تھری یا کنٹروں پر کھڑی اسے دیکھے  
جاری تھی!

”تمہیں یاد ہے۔!“ دھنٹا وہ بولی۔ ”شکرال سے واپسی۔ کیا تم لوگ میرے رحم و کرم پر نہیں  
تھے۔ میں کس طرح تم لوگوں کی گمراہی سے نکل گئی تھی! جب تم لوگ دن بھر کے تھکے ہوئے  
گھری نیند میں ہوتے تھے کیا تمہارا خاتمہ نہیں کر سکتی تھی؟“

”تمہاری سعادتمندی سے خوش بھی ہوئی تھی کہ تم نے ایسا نہیں کیا تھا۔  
”اوہ اس وقت بھی اگر چاہوں تو تم نیچے جا پڑو!“

”تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پتوں پیر اشوٹ نہیں بن سکتی!  
”میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہیں مارڈانا میرا مش نہیں ہے!  
”تو پھر کیا چوہا بچکی کراؤ گی۔!“

”میں چاہتی ہوں کہ تم تھوڑی دیر کے لئے سنبھیدہ ہو جاؤ!“  
عمران کچھ نہ بولا۔

نے فے گراز میں پر اُتر چکا تھا۔... عمران نے جھنکا سامحسوس کیا۔  
تھری یا کنٹروں سے ہٹ کر اس کے قریب آئیں۔ اس کی آنکھیں کچھ عجیب سی ہو رہی  
تھیں۔... عمران نے خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور دوسری طرف کھک گیا۔  
دھنٹا تھری یا کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور پھر شائد وہ خود پر قابو پانے  
کی کوشش کرنے لگی۔!

”ہم اب کہاں ہیں۔؟“ عمران نے پوچھا۔

سب سے پہلے ایک مسلخ آدمی نیچے اتر اور بندوق کا رخ دروازے کی طرف کر کے کھا  
ہو گیا۔... دوسرے نے انہیں نیچے اترنے کا اشارہ کیا!  
اور پھر وہ سب ان کے پیچے ہی پیچے اترے تھے۔...!  
یہ عجیب سی جگہ تھی۔... ایسا لگتا تھا جیسے یہ پرداز کرنے والی مشین کسی بہت بڑے کنوئی  
میں اتری ہو۔!

”ہر جیز گول ہے۔“ جوزف چاروں طرف دیکھتا ہوا بڑا لیا۔ پھر منہ اوپر اٹھا کر آسمان دیکھنے کی  
کوشش کرنے لگا۔ اور آسمان اس گہرائی سے تارا نظر آرہا تھا۔ انہیں اسی کنوئیں کے ایک دروازے  
سے گذرنا پڑا۔ مسلخ آدمیوں میں سے ایک ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور دوسرے اچھے چل رہا تھا۔  
دروازے سے گذر کوہ ایک بہت کشادہ سرگ میں داخل ہوئے۔ اتنی کشادہ تھی یہ سرگ  
کہ اس میں ایک جانب ایک خاصی چوڑی سڑک تھی اور دوسری جانب ریل نکی پڑیاں بچھی ہوئی  
تھیں اور ان کا سلسلہ اس دروازے تک چلا گیا تھا جس سے وہ سرگ میں داخل ہوئے تھے۔...  
سمھوں کے ذہن اس بُری طرح اچھے ہونے تھے کہ انہیں محسوس ہی نہ ہو سکا کہ وہ کتنی دیرے  
پہلی چلتے رہے ہیں! سرگ میں دن کی سی روشنی تھی۔ دونوں جانب دیواروں میں لاتدار  
روشنداں تھے جن سے روشنی پھوٹ رہی تھی! پتہ نہیں یہ تجھے سورج کی روشنی تھی ایسا کے  
لئے کوئی مصنوعی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ دوئیں جانب مڑکر وہ ایک ایسی جگہ پہنچے، جو کسی صندوق  
سے مٹا بہت تھی! اور دروازہ بند ہو جانے کے بعد تجھے ایسا ہی لگا ہیسے وہ کسی صندوق میں بند  
کر دیے گئے ہوں۔

”کیوں نہ ہم دونوں ان پر ٹوٹ پڑیں!“ خاور نے آہستہ سے صدر کے کان میں کھا۔  
”میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔“ صدر آہستہ سے بولا۔  
خاور نے تچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا تھا۔ کچھ بولا نہیں!  
”ارے یہ تولفت معلوم ہوتی ہے!“ توریا چل پڑا۔  
صندوق نما کمرہ اوپر جارہا تھا اور دونوں مسلخ آدمی دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہوئے  
تھے! جوزف منہ اٹھائے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے لفت کے زکنے کا  
جھنکا محسوس کیا۔!

یقین دلائی ہوں کہ وہاں وہ تمہارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ نہیں کر رہا.....!  
”پروفیسر گرین کا قتل میری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا.....!“

”اس کا تمہارے ملک سے کوئی تعین نہیں.....!“

”تاوقتیکہ اصل قاتل ہاتھ نہ آجائے میرالملک کسی دوسرے ملک کو جواب دہ رہے گا.....!  
”اس وقت اس قضیے کو اٹھا رکھو..... اُسے پھر دیکھیں گے!“

”تھریساڈاڑا لگنگ ہماری طرف صبح کو کھانے پینے کا بھی روانج ہے!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولتا۔

”اوہ.....ہاں..... اچھا شہرو!“ تھریسا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اس نے ایک الماری کھول کر کوئی چیز نکالی اور پھر عمران کی طرف پلٹ آئی۔!  
”یہ لو..... صرف ایک نکیہ کافی ہوگی۔ تم محسوس کرو گے کہ تم نے چائے سمیت پورا ناشہ کیا ہے.....“ وہ اس کی طرف سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی نکیہ بڑھاتی ہوئی بولی۔!

”یہ تو میں اس نکیہ کے بغیر بھی محسوس کر سکتا ہوں!“

”کھاؤ..... زہر نہیں ہے..... ادھر دیکھو..... میں بھی کھاری ہوں!“ اس نے دوسری نکیہ اپنے منہ میں ڈال لی اور اسے کلکتی ہوئی بولی۔

”غلائی سفر میں یہ چیز بڑی کار آمد ثابت ہوگی۔“

”تم مجھے شوگر بینک کیوں لایی ہوئے!“

”ہمیاں کپنزر کو ختم کرنے میں میری مدد کرو..... میں اپنے کسی آدمی پر اعتماد نہیں کر سکتی۔!“

”میاں کپنزر کو ختم کر دینے سے وہ تحریک ختم ہو جائے گی جس کی سر برائی وہ کر رہا ہے!“

اس کے ختم ہونے سے وہ لوگ پھر چپ چاپ ہم سے آمیں گے جو اس کے بہکانے میں آگے میں۔ بہترے جو ہماری نظروں میں نہیں ہیں جہاں تمہارہ جائیں گے!“

”میاں کپنزر کے علاوہ اور کوئی ان کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔!“

”قطیعی نہیں..... مجھے یقین ہے.....!“

”تھریسا.....! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی!“

”کون کی بات.....!“

”شوگر بینک پہنچ چکے ہیں.....“ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی پہ تھریسا بھتے میں بولی۔

”کتنے شن شکر ہوگی اس بینک میں۔!“ عمران نے احتفاظہ انداز میں پوچھا۔

. تھریسا مسکرائی اور پہنچے ہی کے سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ”ایک چھوٹی سی ندی کا ایک کنارہ شوگر بینک کھلاتا ہے۔ وہ دراصل نمک کی کسی کان کے قریب سے پھوٹنا ہوا چشمہ ہے جو ایک مُطحَّح علاقے سے ندی کی شکل اختیار کر لیتا ہے! اس کاپانی بے حد کھاری تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ قابل استعمال نہیں تھا۔ ہم نے کان سے کئی میل دور ہٹ کر زمین کا طبقہ توڑا اور مٹھے پانی کا سوتا پھوٹ پڑا..... بہت اعلیٰ پیکانے پر یہ کام کرنا پڑا تھا۔ ... سوتے کی دھارا تنی تیز تھی کہ اُس نے اُس ندی کے ستر فدان پانی کو پیچھے ہٹا دیا۔ بظاہر دونوں پانی ایک نظر آتے ہیں اور وہ ایک ہی ندی ہے لیکن ایک کنارے کا پانی کھاری ہے اور دوسرے کنارے کا میٹھا... اُسی کنارے کو ہم شوگر بینک کہتے ہیں!“

”لیکن اُسے ستارو والے پیغامات میں استعمال کیا ضرورت ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”ہمیاں کپنزر کو بھی کا احساس دلانے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس شوگر بینک کے نام پر وہ پیغام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہو گا اور پکھنہ سمجھ پانے پر اپنی بوئیاں نوچتا ہو گا....“

”بس..... اتنی سی بات.....؟“ عمران بولا۔

”ہاں..... بس!“

”تم کچھ بھی ہو جاؤ..... لیکن اپنی فطرت سے باز آتا ممکن نہیں!“

”کیا مطلب....؟“

”ساری دنیا کی عورتوں کو جلانے اور کڑھانے میں خاص قسم کی لذت محسوس ہوتی ہے...  
بس اوقات تو وہ اپنوں کو بھی نہیں بخشتیں!“

”تمہیں کس طرح جلایا کڑھایا جا سکتا ہے!“

”میرے سامنے بیٹھ کر موگ کی کی دال کھانا شروع کر دو۔ کافی ہے!“

”خیر ان باتوں کو چھوڑو....!“ وہ نجیبدی احتیار کرتی ہوئی بولی۔ ”میں تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ فی الحال میں تمہارہ گئی ہوں۔ اپنے آدمیوں میں سے ایک کے علاوہ اور کسی پر اعتماد نہیں کر سکتی.... اور وہ آدمی تمہارے ملک میں رہ گیا ہے.... مجھے اس طرح نہ دیکھو.... میں تمہیں

”یہی کہ تم تھا پکنر کو ختم نہیں کر سکتیں!“

”عمران....! حالات کچھ ایسے ہی ہیں!“

عمران پکھنے بولا.... تھریسا بھی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور دوبارہ کنٹرول پر جا گئی ہوئی۔ عمران جہاں تھا وہ بیٹھا رہا۔ تھریسا کنٹرول سے منسلک اسکرین پر کچھ دیکھ رہی تھی۔ دھنعتابول۔

”ادھر تو آتا!“

”کیا بات ہے؟“ عمران اٹھ گیا۔

”یہ دیکھو...“ اس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ تمہارے ساتھی معلوم ہوتے ہیں!“ عمران نے دیکھا کہ صدر تھریسا اور جوزف کے لیں چلا رہے ہیں.... صدیق اور خاور ایک بڑے سے پھر کو اس کی جگہ سے ہٹا دینے کے درپے نظر آرہے ہیں!“

”کیا ہو رہا ہے؟“

”شاید تمہاری تلاش میں آئے تھے۔ پکڑے گے!“

”کیا مطلب؟“

”ہمیں مزدوروں کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے!“

”یہاں کیا کر رہے ہو.... تم لوگ!“

”جو کچھ بھی کر رہے ہیں ابھی تک اس سے خسارہ ہی ہوا ہے!“

”ہاکنزر کی وجہ سے...؟“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تھریسا کچھ نہ بولی۔ اس نے اسکرین سے متعلق دوسرا سوچ آن کیا اور منظر بدلت گیا.... یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ سامنے مسہری پر ایک آدمی کہنی کے بل نہ دراز تھا.... اور ایک عورت کی مشروب کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔

تھریسا کی پیشانی پر سلوٹ میں ابھر آئیں اور اس نے چلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔...

”یہ آدمی!“ عمران تھریسا کو گھوڑا ہوا بولا۔ ”کیا یہ بھی تمہارے اجنبیوں میں سے ہے؟“

”نہیں.... کیا تم اسے پہچانتے ہو!“

”کیوں نہیں.... وہ بندر اسی کے توسط سے توجہ تک پہنچا تھا۔“

”وو....!“

”تم غھے میں معلوم ہوتی ہو!“

”ہاں....!“

عمران نے پھر کچھ نہ پوچھا.... صیبوں میں چیو ٹائم کے پلٹ تلاش کرنے لگا۔

”اچھا....“ تھریسا بولی۔ ”اب ہمیں اتنا چاہئے!“

عمران اٹھ گیا.... باہر نکل کر ایسا محسوس ہوا جیسے یہ وہی جگہ ہے جہاں سے اٹے تھے۔

داڑے کی شکل میں جنگل کا تھوڑا سا حصہ صاف کیا گیا تھا۔

”کیا.... ہم وہیں ہیں جہاں سے چلے تھے!“ عمران نے تھریسا سے پوچھا۔

”نہیں یہ دوسرا اشیش ہے... آؤ۔“ تھریسا ایک طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

عمران اس کے پیچے چلتا ہوا ایک پتلی سی پلڈنٹی پر ہو یا۔

دونوں طرف گھنی اور قد آدم سے بھی اوپنی جھلاتیں تھیں!

”زوہاں شیاری سے۔“ تھریسا مزے بیغیر بولی۔ ”یہاں ساپ بکثرت ہیں!“

”نین تو میں گھر ہی بھول آیا ہوں!“ عمران نے یا یو سان لبجھ میں کہا۔

دوڑھائی فرلانگ چلنے کے بعد وہ ایک بڑے سے جھونپڑے تک پہنچا ایک مغلوك الممال آدمی

نے ان کا استقبال کیا۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھا۔

”گھوڑے....!“ تھریسا نے اس سے کہا۔

وہ جھونپڑے کے اندر چلا گیا.... والپی پر اس نے دو گھوڑوں کی لگائی تھام رکھی تھیں!۔

”بھائی.... یہاں کہیں چیو ٹائم بھی مل سکے گی۔!“ عمران نے اس سے پوچھا۔ اور وہ سوال ایذا میں تھریسا کی طرف دیکھنے لگا۔

”فضول باتیں نہ کرو۔“ تھریسا نے عمران سے اردو میں کہا اور گھوڑوں کی طرف متوجہ

ہو گئی.... عمران سر کھجانے لگا تھا۔

سڑکی دوسری قطع گھوڑوں پر شروع ہوئی!

راتست دشوار گذار تھا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کھنے جنگل میں وہ راستہ حال ہی میں نہیں

گیا! اس میں اتنی کشادگی تھی کہ دو گھوڑے برابر سے جل سکتے تھے!

”یا تم مجھے مشھاپانی پلانے لے جائی ہو!“ عمران بولا۔

”منزل مقصود پر پہنچ کر میں تمہیں بھی امر بناوں گی۔!“  
 ”زروان ہی کی تلاش میں تو یہ دربری ہے!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کو بولا۔ ”لیکن کچھ تو  
 پاہو کہ وقت ضرورت اپنا بچاؤ کر سکوں ورنہ اگر بروز قیامت گھوڑوں کے ساتھ اٹھایا گیا تو میرے  
 والد صاحب کو بڑی خوشی ہو گی۔“

”کچھ نہیں عمران۔! منزل مقصود پر پہنچ بغیر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گی۔!“

”تھے تو میں کھینچتا ہوں رگام!“ عمران نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے کہا اور گھوڑا رک گیا۔  
 ”ذیکھو! یہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتی!“

”میرے پاس تو ایک ریو اور بھی نہیں ہے!“

”ریو اور...!“ تھریسا نے مفعکانہ انداز میں کہا اور نہس پڑی۔... پھر جین کی جیب سے  
 ایک چھوٹا سا چھپا اور چکدار پستول نکال کر عمران کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”یہ دیکھو! یہ ہمارا  
 بہت معمولی سا حربہ ہے۔!“

”عمران اُسے لے کر اللتا رہا۔... اور کچھ دیر بعد بولا۔“ ”ترکیب استعمال“

”وہ... اس درخت کے تنے کا نشانہ لے کر ٹریگرڈ بادو۔!“ تھریسا نے کافی ذور کے ایک  
 درخت کی طرف اشارہ کیا۔

”اس سے کیا ہو گا۔!“ عمران نے احتمانہ انداز میں پوچھا۔

”خود ہی دیکھ لو گے۔!“

جیسے ہی عمران نے ہدایت پر عمل کیا! درخت کا تناہی جگہ سے ٹوٹ کر جہاں کا نشانہ لیا گیا تھا  
 دوسرا طرف ڈھکلتا چلا گیا۔ ہلکی سی گرجن اور آواز بھی فھامیں گونجی تھی۔... اور یہ گرجن بادلوں  
 کی گرجن سے مشابہ تھی۔!

” سبحان اللہ۔ کیا کھلوتا ہے!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”مذاق اڑا رہے ہو۔!“

”خود تو نے گراز اڑا تی پھر رہی ہو اور مجھ سے مذاق اڑانے کا حق بھی چھین لینا چاہتی ہو۔!“

”چلو۔... اب مجھ پر فائز کرو۔!“ تھریسا نے اپنی پشت پر پڑا ہوا خول سر پر چڑھاتے ہوئے کہا۔  
 یہ خول گردن کے قریب جیکٹ سے جاملہ تھا۔ اس میں آنکھوں کی جگہ دو شنے لگے ہوئے

”نہیں فی الحال میں اُس عورت کو سزا دینا چاہتی ہوں....!“

”کس عورت کو....!“

”جسے ابھی تم نے فی گراز میں دیکھا تھا۔!“

”اوہ... لیکن کیوں۔?“

”اُس نے ایک قیدی کو مزدوری پر لگانے کی بجائے ذاتی آسودگی کا ذریعہ بنایا ہے۔!“

”یہ واقعی بڑی بُری بات ہے۔!“ عمران بولا۔ ”میرے ساتھی پھر توڑ رہے ہیں اور وہ  
 نامقوں... استغفار اللہ...!“

”تمہارے ساتھیوں کو وہی اس مقام تک لا لایا ہو گا جہاں اُسے بندر ملا تھا۔“

”آخر یہاں ہو کیا رہا ہے؟ تم بتاتی کیوں نہیں۔!“

”ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں اُس کے لئے ہمیں مزدوروں کی ضرورت ہے اور ہم مختلف  
 طریقے اختیار کر کے مزدور حاصل کر سکتے ہیں۔!“

”اگر تم مجھے یہاں اس لئے لائی ہو کہ میں کسی معاملہ میں تمہاری مدد کروں تو میرے ساتھی  
 بھی کسی ایسے کام پر نہیں لگائے جاسکتے جو ان کے شلیاں شان نہ ہو۔...!“

”سب ٹھیک ہو جائے گا تم مطمئن رہو۔!“

عمران نے محسوس کیا کہ گھوڑوں کی ناپیں زمین پر بے آواز پڑ رہی ہیں۔

”سانیلسنر لگے ہوئے ہیں ان گھوڑوں میں؟“ عمران نے احتمانہ انداز میں پوچھا۔

”یہاں قدم قدم پر خطرات ہیں۔ اس لئے ان کے نہوں پر نہ دے کے غلاف چڑھادیے  
 گئے ہیں۔!“

”ہا کہنے۔!“

”ہا۔... کہیں بھی اس کے آدمیوں سے مدد بھیز ہو سکتی ہے۔!“

”اور تم اس سے خائف نہیں ہو۔!“

”گھوڑے مر جائیں گے.... تم مر جاؤ گے.... لیکن میں زندہ رہوں گی۔!“

”کیا تم میرے بغیر پیدل چل سکوگی۔...!“ عمران نے بڑے رومینک انداز میں پوچھا۔

”تھریسا اسے حرمت سے دیکھنے لگی پھر نہس پڑی۔“

گھوڑے اب خاصی تیز رفتاری پر آمادہ نظر آرہے تھے! ایسا لگتا تھا جیسے انہیں منزل منصود کا خودی علم ہو۔ تھریسا کا گھوڑا آگے تھا اور عمران کا گھوڑا اُس سے چند قدم پیچے چل رہا تھا... دفتار ایک تیز قدم کی سیٹ سے پوچک جنگل کو بخنے لگا۔ گھوڑے بدک گئے۔  
 ”اترو.... گھوڑے سے کوڈ جاؤ....!“ تھریسا باتھ ہلا کر چینی!  
 عمران پہلے ہی سے ”پابے رکاب“ ہو پکا تھا۔ گھوڑے سے کوڈ کر تھریسا کی طرف چھپنا۔ وہ گھوڑے سے اتر پچی تھی۔ اس نے عمران کا باتھ پکڑا اور گھنے جنگل میں گھس پڑی۔  
 عمران خاموشی سے اس کے ساتھ دوڑتا رہا۔ سیٹ کی آواز کان پھاڑے دے رہی تھی!۔ تھریسا اس کا باتھ پکڑے بڑی پھرتی سے گھنی جھاڑیوں کے درمیان راستہ بناتی دوڑی جا رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی گلگھری اپنے جانے پہچانے راستوں پر پھندتی پھر رہی ہو! بالآخر اس نے عمران سمیت ایک گڑھے میں چھلانگ لگائی!  
 ”ہاے...!“ عمران داہنے پہلو کے بل گر کر کرہا۔ ”زیر ولینڈ میں یویاں شوہر کہلاتی ہوں گی۔!“ نہیں اسی وقت اس نے محسوس کیا جیسے وہ سیٹ گرجتی ہوئی اُنکے سروں پر سے گذر گئی ہو!۔ ”اس آفت کا اسم شریف....!“ عمران نے تھریسا کا شانہ جھبجوڑتے ہوئے پوچھا۔ ”جاسوس طیارہ....!“ تھریسا پانچی ہوئی بوی اور اس نے چہرے سے خول ہٹادیا۔ ”ہر جیزا اٹھی ہے.... ارے جاسوسی طیارے کو تو بالکل بے آواز ہونا چاہئے....“ یہ ہماری حیرت انگیز ایجاد ہے.... ایکور یہاں.... اس آواز کی لمبیں جس چیز سے ٹکراتی ہیں اسے طیارے میں لگے ہوئے ایک اسکرین پر من د عن پیش کر دیتی ہیں۔!  
 ”تو پھر ہم دونوں پیش ہو چکے ہوں گے۔“ ”یقیناً.... اوہ.... آواز بند ہو گئی.... ہم دیکھ لیے گئے ہیں لا اے الکٹریکس مجھے دو....!“ ”ان صاحب سے میری واقعیت نہیں ہے۔!  
 یہ مذاق کا وقت نہیں ہے.... تھریسا جھنگلا کر بولی۔ ”پستول!“ اور پھر اس نے اپنا چہرہ دوبارہ خول سے ڈھک لیا۔

”تھریسا ڈار لنگ.... اسے میرے ہی پاس رہنے دو.... تم لباس کی وجہ سے محفوظ رہو گی۔ لیکن مجھے تو اس وقت قلندر شاہ کا تعویذ بھی میر نہیں کہ دافعہ بیلات ہو۔!  
 تھریسا کا گھوڑا آگے تھا اور عمران کا گھوڑا اُس سے چند قدم پیچے چل رہا تھا... دفتار ایک تیز قدم کی سیٹ سے پوچک جنگل کو بخنے لگا۔ گھوڑے بدک گئے۔  
 ”اترو.... گھوڑے سے کوڈ جاؤ....!“ تھریسا باتھ ہلا کر چینی!

تھے! عمران نے پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ”ایک ہی فائز کا مصالہ رہا ہو گا اس میں۔!  
 ”ایک بار پھر کسی درخت پر فائز کر کے دیکھ لو۔“ تھریسا کی آواز آئی۔ ”لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ گراہو اور خت ہماری راہ میں حائل نہ ہو سکے۔“

عمران نے ایک درخت کا نشانہ لے کر پھر فائز کیا اور اس کا سماں بھی وہی حرث ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ اور پھر اس نے پستول کا رخ تھریسا کی طرف کر کے ٹریکر دیا۔

تھریسا ہاں کر رہ گئی! عمران کو ایسا لگتا تھا جیسے وہ گھوڑے کی پشت سے گرتے گرتے منجل گئی ہو۔ ”بس....!“ وہ نہ کر بولی۔ ”مجھ پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہو گا!“

عمران احتمانہ انداز میں اسے دیکھتا ہا پھر بولا۔ ”اب اپنی بھی ترکیب استعمال بتاؤ۔!“ ”چلو.... آگے بڑھو.... وہ اپنے گھوڑے کو واڑی لگاتی ہوئی بولی۔

سفر پھر شروع ہو گیا۔ تھریسا کہتی جا رہی تھی! ”میرا یہ لباس خاص قدم کے ریشوں سے تیار کیا گیا ہے.... اس پر اس حربے کا اثر نہیں ہو سکتا۔!  
 ”تم لوگ بیسوی صدی میں بھی طسمات کی فضا قائم کئے ہوئے ہو!“ عمران بولا۔

”ہم نے ہر میدان میں ترقی کی ہے عمران.... کیا تمہیں وہ بندریاں نہیں جو موسمیات سے متعلق لڑپچر سے ڈپچری رکھتا تھا....“ ”اوہ.... وہی یاد نہ ہو گا!“

”ایک آپریشن نے اسے اس قابل بنایا تھا اور وہ دن بھی ڈور نہیں جب ہم بندروں کو قوت گویاں بھی عطا کر دیں گے۔!  
 ”فلمنی گیت گاتے پھریں گے گلی کو جوں میں.... مجھے خود کشی کرنی پڑے گی۔!  
 ”چلتے رہو.... باقیں نہ بناؤ.... کیا تم پیچھے رہ جانا چاہتے ہو.... میں پھر منجبہ کرتی ہوں کہ میرے بغیر تم ساری زندگی بیسیں بھکتے رہ جاؤ گے۔“

”میں حق ضرور ہوں.... لیکن پاگل نہیں.... اٹمینان سے چلتی رہو۔“ ”ہاں.... کیا تمہارا یہ کھلونا اپس کر دوں....!“ ”نہیں.... اپنے ہی پاس رکھو....!  
 تھریسا کا گھوڑا آگے تھا اور عمران کا گھوڑا اُس سے چند قدم پیچے چل رہا تھا... دفتار ایک تیز قدم کی سیٹ سے پوچک جنگل کو بخنے لگا۔ گھوڑے بدک گئے۔  
 ”اترو.... گھوڑے سے کوڈ جاؤ....!“ تھریسا باتھ ہلا کر چینی!

”اچھا خاموش رہو۔!“ تھریسا نے چڑپے پن کا مظاہرہ کیا وہ شاید کسی آواز کی طرف کان لگائے ہوئے تھی۔!

اب جنگل پر ایسا ناتاطاری تھا جیسے صدیوں سے اُس نے کسی کے پیروں کی چاپ سنکرہ سکنے سے بُرہ دہ ایک گڑھے میں کوڈی تھی جس کی گہرائی سات آٹھ فٹ ضرورتی ہو گئی اور بیہاں کی منی سخت نہیں تھی ورنہ کم از کم عمران کے تو ضرور چوٹیں آئی ہوتیں کیونکہ وہ تھریسا کے ارادے سے بے خبر ہی تھا وہ جس طرح گرتے تھے اسی پوزیشن میں پڑے رہے۔!

”طیارہ انہوں نے کہیں آس پاس ہی اتارا ہے!“ تھریسا آہستہ سے بولی۔

”چلو... مار لیں چل کر۔!“

”ہو سکتا ہے.... یہ طیارہ ہمارا تھی ہو۔!“

”تب تو اس سر پر اٹھائے اٹھائے پھریں گے۔!“

دفعتاً اپر سے گر جدار آواز سنائی دی۔ ”بھی ہو اسی حالت میں رہو۔!“

عمران نے سر اٹھا کر دیکھا.... گڑھے کے کنارے تھریسا ہی کے سے لباس میں کوئی کمز انبیس گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ویسا ہی چمکدار پستول نظر آیا۔

”کون ہو تم۔?“ اپر سے پوچھا گیا۔

”تھری۔ سکشی ایٹ۔!“ تھریسا نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز عمران کو جرت انگیز طور پر مردانہ لگی تھی۔ کسی چڑپے اور غصب ناک آدمی کی سی۔

”وسرا کون ہے؟“

”کھلے ہوئے آدمی کے بارے میں پوچھنے کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔“

”ٹھیک ہے.... اپر آؤ۔!“

تھریسا دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے سینہ ہی کھڑی ہو گئی! اور اسی دوران میں عمران نے اپنے الیکٹرود گس کا ٹریگر دبایا۔ اندازے سے اوپر کھڑے ہوئے آدمی کے الیکٹرود گس کا نشانہ لیا تھا۔ الیکٹرود گس اس کے ہاتھ سے نکل کر فضائیں اٹھتا چلا گیا۔

الیکٹرود گس پر لگنے والا جھٹکا اتنا ہی شدید تھا کہ وہ توازن برقرار رکھ سکنے کی بنا پر منہ کے مل گڑھے میں آگرا۔

تھریسا بھوکی شیرنی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑی۔ اس کا الیکٹرود گس بھی غار میں آگرا۔ عمران اندازہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ کتنی اونچائی تک گیا ہو گا۔

تھریسا کی کراہ سن کر وہ چوٹکا نہ صرف چونکا بلکہ حملہ آور پر چھلاگ لگادی کیونکہ اُس نے تھریسا کو اچھاں دیا تھا اور وہ گڑھے کی ایک سائنس میں نکرا کر رکھی تھی۔!

عمران نے اپنے حریف کو اڑکنے میں لے کر دھوپی پاٹ مارا، اور وہ کسی وزنی شہری کی طرح دھم سے زمین پر چلا آیا۔!

وہ بڑی پھریتی سے اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔

”ٹھہر و.....!“ تھریسا اپنی اصلی آواز میں بولی۔ ”گلامت گھوٹنا۔“ اور وہ اس کے قریب آئی۔ حریف اب بھی انھیں بینتے کے لئے جدو جہد کر رہا تھا لیکن عمران نے اُسے کسی آٹھوپس ہی کی طرح بکڑ لیا تھا۔

تھریسا نے جھک کر اس کے چہرے سے غلاف ہٹا دیا۔

”اوہ.... ہا کمنز کا داہنہ تھے....!“ اُس نے نظریہ لجھ میں کہا۔

”تت.... تم کون ہو....!“ حریف بھرا تھی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

”تمہاری موت....!“

”ای.... ایوا....!“ وہ گھنٹی گھنٹی سی آواز میں بولا۔

”ہا کمنز کہاں ہے؟۔“

”ایوا.... ایوا.... مادام.... میں نہیں جانتا.... یقین کرو....!“

”گلامونٹ دو اس کا....!“

”مم.... مادام.... خر.... خر خر.... خیں.... خپ....!“

وہ ساكت ہو گیا۔ عمران نے اپنے ہاتھوں کو آخری جھٹکا دیا اور اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔

”یہ تمہاری ہی سی جامت کا آدمی ہے!“ تھریسا بولی۔ ”اس کا لباس اتار کر پہن لو۔!“

”تم اور ہر منہ کر کے کھڑی ہو جاؤ....!“ عمران نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

”میں کہتی ہوں وقت شائع نہ کرو....!“ وہ جھنگلا گئی۔

”مگر اور ڈیپی یو کو معلوم ہو گیا تو سیری چجزی اور ہیڈ دیں گے۔“ عمران متہ بور کر بولا اور پھر

عمران نے بائیں ہاتھ سے گڑھے کی طرف اشارہ کیا۔  
اس نے آگے بڑھ کر گڑھے میں جھانکا اور پلٹ کر پوچھا۔ ”مر گیا؟“  
عمران نے سر کو اشتبہ جبکش دی۔!  
آنے والا پھر انہیں جھائزیوں کی طرف چل پڑا۔ جن سے برآمد ہوا تھا۔ تھریسیا اس کے پیچے  
چل رہی تھی اور عمران اس کی کمرے الیکٹریک گس لگائے ان دونوں کی تقلید کر رہا تھا۔  
بالآخر جاسوس طیارے کی بیت بھی عمران کے سامنے آگئی۔ ... یہ کسی ایسی مددور قاب کی  
شکل کا تھا جس پر سرپوش بھی موجود ہو۔!  
کچھ دیر بعد یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تیرا آدمی اسی طیارے کا پائلٹ تھا اور اس طیارے میں  
اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا....!

عمران ایک سیٹ پر بیٹھ گیا! تھریسیا کھڑی رہی۔  
وفٹاپلٹ نے عمران سے کہا۔ ”بڑی عجیب بات ہے تم نے مجھے اس کا پہرہ نہیں دکھایا!“  
”کس میں اتنی جرأت ہے کہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کر سکے؟“ تھریسیا غرائی اور اپنا  
چہرہ بے نقاب کر دیا۔!  
”سان فرانسیسکو... یہ تم ہو مادام...!“ پائلٹ کے لمحے میں حیرت اور خوف کے ملے جملے  
آئا تھے۔!

”تم اپنا تاپ تو ہٹاؤ...!“ تھریسیا نے تحکمانہ لمحے میں کہا۔  
بالکل ایسا ہی لگا جیسے اس آدمی نے مخفی طور پر اپنا سرپوش ہٹا دیا ہو۔!  
”ہوں.... تو.... تم بھی ہو....!“  
”میرے ساتھ انصاف نہیں ہو اتحاد مام۔!“  
ہاکنز نے الگ ہونے سے پہلے خود ہی ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ تم لوگوں کو انصاف نہ  
ہونے کا احساس ہونے لگے۔ وہ سارے حالات اسی کے پیدا کر دتے تھے۔!  
وہ کچھ نہ بولا۔ تھریسیا کہتی رہی۔ .... ”تم سکھوں کو پچھتا ہی پڑے گا۔ ایک دن...  
ہاکنز.... مجھ سے نکر لے کر فنا ہو جائے گا۔!  
”ہم سمجھتے ہیں مادام.... ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔“

دو منٹ کے اندر ہی اندر اس کا لباس تبدیل ہو گیا۔  
”آب تم تھری... سکسٹی ایٹ ہو۔ ... تھریسیا کے معتمد خاص۔“ تھریسیا بولی۔  
عمران نے مر نے والے کا الیکٹریک گس اٹھا لیا۔ جو عجیب سی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔!  
”یہ بیکار ہو چکا ہے۔!“ تھریسیا بولی۔ ”میں ایک بار پھر تمہارے نشانے کی داد دوں گی...  
اسے یہیں پڑا رہنے دو اور میرا الیکٹریک گس مجھے دو۔“  
پھر وہ کسی سوچ میں پڑ گئی!  
”کیا سوچ رہی ہو۔?“ ”عمران بول۔  
”پڑھ نہیں انہوں نے طیارہ کہاں اتارا ہو۔ ... اچھا تم اپنا اتارا ہو بالباس اس لاش کو پہننا کر  
اوہنے حالتا دو....!“

”ایواڑا رنگ کیا گو رکنی بھی کراو گی مجھ سے.... میں ایک کام باقی بچا ہے۔“  
”جلدی کرو عمران... پلیز....!“  
عمران نے دوبارہ پھر تی دکھائی لیکن کسی لاش کو شریف آدمی بنانے میں ذرا دریہ ہی لگتی ہے!  
”اب اس گڑھے سے نکلنے کی کوشش کرو۔!“ تھریسیا نے کہا۔  
”سب کچھ میں ہی کروں....!“ ”عمران کراہا۔  
تو ہوڑی کی جدوجہد کے بعد وہ گڑھے سے باہر آگئے!

تھریسیا چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر بولی۔ ”طیارے تک پہنچنے کے لئے ہمیں اسکیم بدلتی  
پڑے گی اب تم مردہ آدمی کا روں ادا کرو گے اور میں قیدی ہوں گی الیکٹریک گس واپس لو... اور  
اسے میری پشت سے لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔!“

تھریسیا نے جیب سے ایک سیٹی نکالی اور اسے تین بار بجا کر پھر جیب میں ڈال دیا اور اپنے  
دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑی رہی۔ دوسرے ہی لمحے میں سیٹی کا جواب ملا۔

”پس یونہی کھڑے ہو جاؤ....!“ تھریسیا آہستہ سے بولی۔  
وفٹا ایک آدمی سامنے والی جھائزیوں سے برآمد ہوا اس کے جسم پر بھی انہیں کا سالباش تھا۔  
انہیں کی طرح اس کے چہرے پر بھی خلاف تھا۔!  
”دوسرا کہاں ہے؟“ اس نے قریب آ کر پوچھا۔

سر ایمنی تھی۔

”ہاں! اور اسے جتاد بنا چاہتی ہوں جو ہمیں دیکھے اور سن رہا ہے کہ اُس کا انجام قریب ہے!“  
عمران نے محسوس کیا جیسے پائلٹ بے ہوش ہو کر گرپ پرے گا۔ اُس نے انھوں کو سہارا دیا  
اور تحریسیا بولی۔ ”اوہ تم بہت زیادہ خائن معلوم ہوتے ہو۔ ذرہ برا بر بھی پروانہ کرو۔ طیارے کو  
اڑاؤ اور میری ہدایات کے مطابق پروانہ جاری رکھو، تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اوپر انھوں اور  
جنوب مشرق کی طرف جل پڑو۔ میں تمہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچا دوں گی!“  
وہ بسلک کنٹرول سک کچھ سکھا۔

کچھ دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ طیارہ اوپر انھوں رہا ہے!

”جنوب مشرق... اچھی طرح یاد رکھنا!“ تحریسیا نے کہا۔ پائلٹ کچھ نہ بولا۔ بڑے  
انہاں کے ساتھ کپاس کی طرف متوجہ رہا۔ عمران بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کی سوئی جنوب مشرق  
میں باتاری ہے۔ تحریسیا بھی قریب آکھڑی ہوئی تھی اس کی نظر بھی کپاس ہی پر تھی!  
اس نے کچھ دیر بعد پائلٹ سے کہا۔ ”بس تم چلے چلو۔ میں دفاعی نظام کو دیکھوں گی...“  
اگر کسی نے ہماری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تو بھینٹے گا۔“  
عمران نے دیکھا کہ تحریسیا پچھے ہٹ کر ایک جگہ جا رکی۔ یہاں بھی کچھ سوچ اور کچھ میں  
وجود تھے!

عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا اور اس کی نظر کپاس پر جبی ہوئی تھی۔  
پائلٹ کی گفتگو اسے مطمئن نہیں کر سکی تھی! دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ کپاس کی سوئی  
آہستہ آہستہ اپنی سابقہ پوزیشن بدلتا ہے ساتھ ہی اس نے پائلٹ کے انداز میں بھی کچھ غیر  
معمولی پن محسوس کیا۔

”مادام۔“ پائلٹ کی کانپتی ہوئی آواز آئی! ”یہ میرے قابو سے باہر ہو گیا ہے کنٹرول کام  
نہیں کر رہا...!“

”کیا...!“ تحریسیا تھیرانہ لجھے میں بولی۔ ”میں جانتی تھی کہ تم دھوکا دو گے...!“  
”مادام میرا کوئی قصور نہیں ہے...! آپ خود دیکھ لججھے!“ وہ کنٹرول بورڈ کے پاس سے  
اٹ گیا۔

”اس کے باوجود بھی تم تباہی کی طرف جا رہے ہو!“

”میا کوئی ایسی بھی صورت ہے کہ ہم تباہ نہ ہوں!“

”محظی ہاکنڑ کی کمین گاہ سے آگاہ کر دو...!“

”مادام یہ تو شاید یہ بھی نہ بتائے۔!“ پائلٹ نے عمران کی طرف اشارہ کیا۔

”ہوں...!“ تحریسیا اسے گھوڑتی ہوئی بولی۔ ”اس وقت کسی کمین پر نکلے تھے!“

”آپ ہی کی تلاش میں...! لیکن یقین نہیں تھا کہ یہ آپ ہی ہوں گی!“

”اچھا تو اب تم مجھے کہاں لے جاؤ گے!“

”جہاں آپ کہیں مادام!“ پائلٹ نے کہا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

”تمہارا کیا خیال ہے!“

”اُس کی بات نہ کرو... تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ مجھے بے نقاپ کرنے کی جرأت نہیں کر سکا  
تھا...!“ تحریسیا نے ہاتھ انھا کر کہا۔

”میں اُس کی مخالفت کے باوجود بھی آپ ہی کے حکم کا پابند ہوتا۔“

”تحریسیا مضمون کا نہ ادا میں نہ کر بولی۔“ ”بے چارہ۔“

”میں نہیں سمجھا مادام!“ پائلٹ نے تھیرانہ لجھے میں کہا۔

”تم اس طیارے کے پائلٹ ہو۔ لیکن اسی کے بارے میں بہت سی باتیں نہیں جانتے!“

”میں اس پر احتار فی ہوں مادام!“ پائلٹ نے نہ احتجاج لجھے میں کہا۔

”اچھا تباہا... تم اس بلب کے متعلق کیا جانتے ہو!“ تحریسیا نے ایک روشن بلب کی طرف  
اشارہ کر کے پوچھا۔

”یہ ایک بلب ہے جو اس چیزبر کو روشن رکھتا ہے!“

”تم نہیں جانتے!“ تحریسیا مسکرائی۔

”مادام کا شکر گزار ہوں گا اگر مجھے اس راستے آگاہ کیا جائے!“ پائلٹ گھٹھا یا!

تحریسیا نے اسے بتایا کہ وہ ایسی روشنی پھیلاتا ہے جو اس چیزبر کے ماحول کو بہت دور کی  
اسکرین پر منعکس کر دیتی ہے!

”اوہ... تو کیا اس وقت ہم کہیں دیکھے اور سنے جا رہے ہوں گے!“ پائلٹ کے لجھے میں

تھریسا آگے بڑھ کر کشڑوں بورڈ پر جاکھڑی ہوئی۔ اُس نے بھی بہت کوشش کی کہ پرواز کی سمت جنوب مشرق ہی رہے لیکن کپاس کی سوئی آہستہ آہستہ شمال کی طرف رینگتی رہی! ”یہ شمال کی طرف جا رہا ہے مادام!“ پائلٹ گھٹی گھٹی ہی آواز میں بولا۔

”ہاں.... میں بھی دیکھ رہی ہوں۔!“ تھریسا نے کہا اُس کے چہرے پر فکر مندی کے آہٹے! ”کشڑوں بالکل خیک ہے۔ لیکن بھر بھی!“

دفعہ طیارے میں ایک بھاری بھر کم قبھہ گونجا اور کوئی کہتا نہیں دیا۔

”مادام! تھری!... بی!... بی!“ بھی آپ نے اس غدار کو طیارے کے ایک راست اگماہ فراہ تھا۔ لیکن طیارے کی موجودہ اڑاں وہ راز ہے جس سے آپ بھی واقف نہیں!“ ”تم کون ہو.... سامنے آؤ....!“ تھریسا غرائی۔

”غصے میں بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!“ درشت لجھ میں کہا گیا۔ ”میں تم سے سینکڑوں میں دور ہوں لیکن یہ اڑاں تمہیں میرے پاس ہی لے آئے گی!“

آواز پھر آئی ”میں تمہاری طرح حق نہیں ہوں تھریسا۔... تم میں تنظیم کو سنجالنے کے الہیت نہیں ہے.... اب بھی میری بالادستی تسلیم کرلو.... جھگڑا ختم ہو جائے گا....!“ تھریسا کچھ کہنے والی تھی کہ عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”اوہ گگاراں!...!“ آواز پھر آئی۔ ”تو اے بولنے سے روک رہا ہے۔ کیا میری قوتے واقف نہیں! کیا تجھے معلوم تھا کہ میں اس طیارے کی پرواز میں دخیل ہو سکتا ہوں!“

”نہیں!...!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کیا تو نہیں جانتا کہ میں ہر جگہ ہر وقت تجھے فنا کر سکتا ہوں.... اگر میں چاہوں تو یہ طیارہ ابھی کسی پہلاز سے نکلا کر پاش پاش ہو جائے!“

”چھوڑو یار!...!“ عمران ہنس کر اردو میں بولا۔ ”ند میں گگاراں ہوں اور نہ تم ایسا کر سکتے ہو۔!“ ”اوہ!... تب پھر تم کون ہو....!“ لجھ میں بہت زیادہ حیرت تھی!

”پہچانو!...!“ عمران نے چک کر کہا۔ ”نقاب ہٹاؤ!“ ”صورت سے تو قطعی نہ پہچان سکو گے کیونکہ پلاسٹک سر جری نے میری شکل ہمیشہ کے لئے

جدیل کر دی ہے۔! ہائے ہاپکنڑ پیارے تم برونو کو بھول گئے۔ ذرا سوچ تو ورنہ یہ عورت تمہارے برونو سے کیوں کردا واقف ہوتی.... کیونکہ میرے اور تمہارے علاوہ کون واقف تھا اس سے....!“ ”تم... تم زندہ ہو ما نیکل برونو!“

”میں بھی زندہ ہوں اور تم بھی.... یہ بات مجھے اس عورت سے معلوم ہوئی.... ورنہ میں تمہیں کبھی کامردہ سمجھ چکا تھا!“

”اپنی شکل دکھاؤ!“

”ویکھو....!“ عمران نے سر پوش اٹھا کر پشت پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میری شکل تمہارے لئے بیکار ہے۔ برونو آج تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہے!“ ”برونو.... برونو.... برونو....!“ لجھ میں خوشی اور اضطراب تھا۔

”تو تم نے بھی دھو کا دیا....!“ تھریسا یادانت پیس کر بیوی۔

”سنوا دام ایوا....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تمہارا احریف و لمب اپکنڑ میرا جگڑی دوست ہے تو میں کبھی تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو تا تم نے مجھے کہ بتایا تھا۔“ ”تم سب کتے ہو....!“ تھریسا غرائی۔ ”میں نے تمہیں خاک سے اٹھا کر آسمان پر پہنچایا۔... اور تم.... اور تم.... خیر دیکھوں گی!“

”آپ خفا ہو رہی ہیں مادام ایوا.... میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کے اور ہاپکنڑ کے درمیان کیا عاملہ ہے.... لیکن میں آپ کے احسانات کا بدلہ پہلے ہی ادا کر چکا ہوں.... اگر میں اس کوڈ کا مفہوم آپ کو نہ سمجھتا تو آپ اپنے نادیدہ دشمن کی بمب اری کا شکار ہو جاتیں.... کاش مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ آپ کا ددشمن میرا دوست ہے! ابھر بھی ہاپکنڑ آپ کو چھوٹ دے رہا ہے اگر آپ اس کی بالادستی تسلیم کر لیں!“

”شک اپ....!“ تھری بیٹھ کر نے کے لئے نہیں ہے!“ تھریسا غرائی۔ ”برونو....!“ نادیدہ آدمی کی آواز آئی۔ ”بحث بیکار ہے۔ تم لوگ بہت جلد مجھ تک پہنچنے والے ہو یہ اور بات ہے کہ تھریسا خود کشی کی سوچے وہ طیارے کو تباہ کر سکتی ہے!“

”ہونہے....!“ تھریسا اگردن بھٹک کر بولی۔ ”ٹی تھری بی!.... اور خود کشی.... عقریب وہ تمہاری کمال اتنا رے گی!“

”ہادم آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں!“ عمران بولا۔ ”میں انتہائی کوشش کروں گا کہ آپ دونوں صلح کر لیں۔ آپ نے مجھے بہت متاثر کیا ہے آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا!“  
”اپنی زبان بندر کھو... میری غرفت کو اتنا نہ بھر کاؤ کے...!“  
جھیلکے نے بات پوری نہ ہونے دی۔ طیارہ غالباً لینڈ کر چکا تھا۔!

تھریسیا نے آگے بڑھ کر ایک پیش سوچ پر انگلی رکھ دی اور پلٹ کر پائٹک سے کہا۔ ”میں نے دروازہ مقفل کر دیا ہے! تم خاموش بیٹھو گے۔“

اور پھر اُس نے اپنے چہرے پر خول چڑھایا۔  
”تم جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو گے۔ ورنہ سچ مجھ فنا کر دوں گی۔“ اس نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”یہ تما ممکن ہے!“ عمران پیر پیچ کر بولا اور اُس نے ابھی اپنے سر پر خول منڈھ لیا۔  
”کیا مطلب!“

”آپ مجھے کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتیں مادام۔!“  
”تھریسیا... دروازہ کھوں دو!“ تادیدہ آواز آئی۔

”یہ میری ایکیم میں شامل نہیں ہے!“ تھریسیا نے زہر خند کے ساتھ کہا۔  
”چھتا گی!“

”ظاہر ہے کہ خوشحالی کی توقعات مجھے یہاں نہیں لا سیں!“  
”پھر کہتا ہوں....!“  
”اب میں جواب نہ دوں گی۔!“

”برونو...!“ آواز آئی....!“ ایک شرود گس سے دروازے پر فائز کرو۔!  
عمران نے جھپٹ کر الیکٹریشن گس نکال لیا۔ لیکن تھریسیا اس کے اور دروازے کے درمیان آئی ہوئی بولی۔ ”میں سچ مجھ تمہیں مارڈا لوں گی۔!“

”آخری خوبصورت خاتون کے ہاتھوں موت بڑی شاندار ہو گی۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔  
”اچھا تو فائز کر کے دیکھو۔!“

عمران نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے تھریسیا کے باہمیں پہلو پر فائز کیا وہ لاکھڑی ہوئی دوسرا۔

قہقهہ بھر سنائی دیا۔ انداز مصکحہ اڑانے والا تھا۔  
”مجھے افسوس ہے دیم...!“ عمران بولا۔ ”تمہارا آدمی ہرگار س مادام کے ہاتھوں مارا گیا۔“  
”تم فکر نہ کرو...!“ آواز آئی۔  
اور پھر سناٹا چھا گیا۔

پائٹک اب زیادہ دہشت زدہ نظر آرہا تھا۔ تھریسیا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”تم اس کی فکر نہ کرو کہ میرے اس ساتھی نے بھی غداری کی۔ تھریسیا... تھریسیا ہے... میری ٹھکل میں ہاپکنز نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔!“

عمران پھر اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اب وہ ایسا مطمئن نظر آرہا تھا جیسے سچ مجھ ماں یکل بر دنو ہی ہو اور اپنے جگری دوست ولیم ہاپکنز سے متوجہ ملاقات کے بارے میں دلخوش کن باتیں سوچ رہا تھا۔  
تھریسیا اس کی طرف سے منہ موڑ کر پائٹک کی دل دہی میں لگ گئی تھی۔!

”تم بالکل نہ گھیر او...!“ وہ اس سے کہہ رہی تھی تمہارا بال بھی بیکانہ ہو گا۔ طیارے میں واڑ لیں کنٹرول کا اضافہ ہاپکنز کی اپنی آئج ہے اور اسی سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اُسے تم لوگوں پر بالکل اعتناد نہیں ہے۔!

پائٹک کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر بدستور مردی چھائی رہی۔  
عمران اب خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔ اور تھریسیا کی نظر کپاس پر تھی۔  
دفعتہ ہاپکنز کی آواز سنائی دی۔

”برونو ہوشیار ہو...! اب تھریسیا تمہارے قریب نہ آنے پائے تمہارے جسم کے کسی حصے کو ہاتھ نہ لگانے پائے۔!“

”میں ہوشیار ہوں دوست!“ عمران بولا۔ ”کیا مادام کے ہاتھ لگانے سے میں پچھل جاؤں گا۔“  
”تمہاری راکھ کا بھی پتہ نہ چلے گا۔!“

”میرا یہ حرثہ حقیر آدمیوں کے لئے نہیں ہے!“ تھریسیا ہر میلے لجھے میں بولی۔ ”یہ تو میں تم پر بھی استعمال نہیں کروں گی۔!“

”مادام...!“ دفعتہ پائٹک کا پتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اب ہم نیچے جا رہے ہیں۔!“  
تھریسیا نے لاپرواٹی سے شانوں کو جنبش دی اور عمران کو گھورتی رہی۔!

”تھریسیا میں جو کچھ بھی کہتا ہوں کر گذرتا ہوں!“  
 ”بہت دنوں سے تمہاری تعلیاں سن رہی ہوں....!“  
 ”ولیم مجھے تو بھوک لگ رہی ہے بھی....!“ عمران بڑی بے تکلفی سے بولا۔  
 ”ہوں....!“ اب اس کی نظر عمران پر جاپڑی۔ ...”تم!“  
 ”ارے ولیم مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھو! مجھے قطعی علم نہیں تھا کہ مقابلہ تم سے ہے ورنہ  
 میں تو کہی کاتم سے آلت!“  
 ”تھریسیا....! یہ کون ہے؟“ ولیم ہاپکنز نے تھریسیا کی طرف دیکھا۔  
 ”ماں کیل برونو....!“  
 ”بہر حال!“ ہاپکنز نے لاپرواٹی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ”میں ایک مشترکہ دشمن  
 کا خیر مقدم کروں گا!“  
 ”دشمن.... یہ کیا کہہ رہے ہو ولیم!“ عمران نے حیرت ظاہر کی۔  
 ”شٹ آپ....!“ ولیم دھاڑا۔ کیا میں تمہیں پیچانا نہیں۔ تمہارے سخنے پن نے بہت  
 نام کملایا ہے.... لیکن اب میں کسی بے بس چو ہے کی طرح مارڈالوں گا!“  
 ”یار پلاسٹک سرج رو!“  
 ”تھریسیا....!“ ہاپکنز پھر اس کی طرف مرا۔ ”کیا یہ تنظیم سے غداری نہیں ہے؟ تم نے  
 ایک ایسے آدمی کا تھاون حاصل کیا ہے، جو تنظیم ہی کا دشمن ہے!“  
 ”ماں کیل برونو....!“ تھریسیا کے لہجے میں حیرت تھی!  
 ”تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھوک سکتیں!“  
 ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی!“  
 ”اُچھی بات ہے۔ میں پہلے اس کی بذیاں تو زدیں پھر تم سے بات کروں گا!“  
 ”ولیم تم جانے ہو کہ میں فن کشی گیری کا ماہر ہوں....“ عمران یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔  
 ”میں اچھی طرح جانتا ہوں.... سخنے....!“ ہاپکنز نے انتہزاً یہ انداز میں کہا اور اپنے  
 آدمیوں سے بولا! ”اے میرے قریب لاؤ۔“  
 ”دیکھو پھر کہتا ہوں کہ قریب سے شغل فرمائے کی کوشش نہ کرنا۔“ عمران احتمانہ انداز میں

طرف ہئی اور عمران نے دروازے پر فائز کر دیا۔  
 دروازہ فریم سمیت اکھڑ کرنا جانے کیاں غائب ہو گیا۔  
 ”خبیث میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گی!“ وہ عمران پر بے تحاشہ جھپٹ پڑی اور عمران نے  
 اُسے اپنے بازوؤں میں بلکر لیا۔  
 ”میرا بیاں ہا تھے مفہومی سے پکڑلو!“ وہ آہستہ سے اس کے کان میں بوی۔  
 لیکن اس کی نوبت آنے سے قبل ہی وہ عمران سے الگ کر لی گئی! دو آدمیوں نے اُسے پکڑ کر  
 عمران سے الگ کیا تھا! اور پھر وہ ایک گنبد نما بڑے ہال میں داخل ہوئے اور یہ داخلہ کسی یہر ونی فضا سے نہیں ہوا  
 تھا۔ وہ اپنے ہی جیسے چھ ناقاب پوشوں کے زرنے میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں عجیب وضع کی  
 چھوٹی چھوٹی بندوقیں تھیں!  
 دفعٹا ایک دروازے سے ایک قد آدمی داخل ہوا۔ ... اُس کے جسم پر بقیہ لوگوں جیسا ہی  
 لباس تھا لیکن چہرے پر نقاب نہیں تھی! جبڑے بھاری تھے اور آنکھیں سپاٹ۔ شاید ہی اُن سے کسی جذبے کا اظہار ہوتا رہا ہو۔  
 ”دونوں کے نقاب ہٹاؤ!“ اس نے سرد لمحے میں کہا۔  
 دو آدمیوں نے اُن کی ناقابیں اتار دیں۔ پاٹک تو پہلے ہی سے بے نقاب تھا۔ ... اس کی  
 حالت بہت ابتر تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون ضائع ہو گیا ہو۔  
 ”ئی تھری بی....!“ آنے والا استہزا ایسے انداز میں بولا۔ ”بچل.... زلزلہ.... پوہ۔!  
 تھریسیا اسے گھورتی رہی۔  
 عمران کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ کھلا پڑ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دوڑ کر اس آدمی  
 سے بغل گیر ہو جائے گا لیکن وہ تو اس کے لئے ایسا بن گیا تھا جیسے اس کے وجود کا احساس ہی نہ ہو۔  
 بس تھریسیا کو گھوڑے جارہا تھا۔  
 دفعٹا اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ ”تمہیں میری برتری تھریسی طور پر تسلیم  
 کرنی پڑے گی۔!  
 ”میں موجود ہوں۔!“ تھریسیا کا لہجہ نہ سکون تھا۔ ”تلیم کرالا اپنی برتری۔!  
 ”تھریسیا کا لہجہ نہ سکون تھا۔“ تسلیم کرالا اپنی برتری۔!

بولا۔ لیکن ایک آدمی کی بندوق اس کی کمر سے لگ جھی تھی۔ اس نے اسے دھکیل کر تھریسا کے پاس سے ہٹادیا۔

”تھریسا!“ ہاپکنز بولا۔ ”تم یہاں خود کو قطعی بے بس محسوس کرو۔ تمہاری انگشتی بھی یہاں کسی کام نہ آسکے گی۔ اس چھت کے بیچے وہ بالکل بیکار ہو چکی ہے۔ یقین نہ آئے تو آزار دیکھ لو۔ میرے سائنسدانوں نے ان سارے حربوں کا توڑ کر لیا ہے جنہیں ہم مشترک طور پر غیروں کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں!“

عمران نے پہلی مرتبہ تھریسا کے چہرے پر سرائیگی کے آثار دیکھے۔

دفعتاً عمران نے تھریسا سے اردو میں کہا ”تم بالکل پریشان نہ ہو۔۔۔ میرے بازو پر بابا ملگ گوردا سپوری کا تعویز بندھا ہوا ہے تعویز کے موکل اسی ڈنڈی بازی کریں گے کہ یہ لوگ چوکڑی بھول جائیں گے۔ ہم لوگوں نے روحاںی سائنس میں بڑی ترقی کی ہے!“

”میرا خیال ہے کہ تم میرے دوست مائیکل بردنو کے بھی قاتل ہو!“ ہاپکنز عمران کو تھر آلوں نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ ”یہ کوڈ میری اختراع تھی اور صرف مائیکل بردنو ہی اس سے واقف تھا۔“

”اگر وہ زندہ ہوتا تو تمہیں بتاتا کہ میرا کتنا احسان مند تھا۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”میں نے اس وقت اس کی مدد کی تھی جب وہ دونوں کے فانے سے تھا۔ پھر ہم دونوں گھرے دوست ہو گئے تھے! اور میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تم مر جکھ ہو! لہذا اس نے مجھے لفت رائٹ والے کوڈ کے بارے میں بھی بتایا تھا!“

ہاپکنز ہونٹ پھینگے اسے گھورتا رہا۔۔۔ عمران بھر بولا۔ ”یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی نے مجھے پاتھ بھی لگایا تو میرے دامنے بازو پر بندھا ہوا تعویز اسے تباہ کر دے گا!“

”تھریسا دم بخود کھڑی تھی! اور اس کے جسم کے چاروں طرف بندوقوں کی نالیں ہمیں ہوئی تھیں۔ اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکتی تھی!“

”تھریسا!۔۔۔ بیچھے تمہارا سورج غروب ہونے والا ہے!“ ہاپکنز تھریسا کی طرف مڑ کر بولا

”تم ایک ایسے آدمی کو لاٹی ہو میرے مقابلے میں جو توہات کا فکار ہے۔۔۔ کسی ترقی یا نتیجہ ملک کے کسی فرد کی حمایت حاصل کی ہوتی۔۔۔ یقیناً تمہاری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے بھی تم

ٹھیم کی سربراہی کے لئے مناسب نہیں ہو!“

”دیکھو!“ عمران نتھنے چلا کر بولا۔ ”میں اس معاملے میں بہت سنی میں میں ہوں۔۔۔ اگر کوئی بات تمہاری شان کے خلاف میرے منہ سے نکل گئی تو پھر نہ کہنا!“

”میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔۔۔ مددانگشا شروع کر دو اپنے تعویز سے!“

عمران نے باکیں بازو پر ہاتھ رکھ کر ہاٹک لگائی۔ ”بابا ملگ گوردا سپوری!“

”اس کے کپڑے اتار دو!“ ہاپکنز نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”وارنگ!۔۔۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں اندر ویس پہنچنے کا عادی نہیں ہوں!“

عمران کا جیکٹ اتار دیا گیا۔ بنیان پھاڑ دی گئی! بیچھے اس کے بازو پر تعویز بندھا ہوا تھا۔ عمران نے اس پر ہاتھ رکھ لیا اور بوکھلائے ہوئے لبھج میں بولا۔ ”اگر کسی نے بھی اس تعویز کو ہاتھ لگایا تو مارٹ ہو جائے گا!“ اور سنوجب تک بابا ملگ کا یہ تھنہ میرے پاس موجود ہے تھریسا کا سورج غروب نہیں ہو سکتا....!“

”کھنچ لو!۔۔۔ اس کے بازو سے!“ ہاپکنز غربا۔

ایک نے عمران کی کمر پکڑی اور دوسرا اس کے بازو پر سے تعویز کھوں لے گیا۔ عمران چیتا ہاں نہیں برا بھلا کھتارا ہا۔!

ہاپکنز کپڑے کی اس پٹی کو الٹ پٹک کر دیکھنے لگا جس کے وسط میں ایک موٹی گرہ گلی ہوئی تھی۔ اپھر وہ استہزا یہ انداز میں نہیں بھس کر اس گرہ کو کھولنے لگا۔

”اس مخڑے کو ساتھ لے پھر رہی تھیں تم!۔۔۔!“ وہ تھریسا کی طرف دیکھ کر بولا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔ ”دونوں کی جامہ تلاشی لے کر سب کچھ نکال لو!“

دونوں کے لباس ٹوٹے جانے لگے۔ لیکن تھریسا یا عمران نے جامہ تلاشی لینے والوں کی طرف توجہ نہ دی۔ تھریسا ہاپکنز کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔ اس کی آنکھوں سے کسی جذبے کا اظہار نہیں ہوا تھا!۔۔۔!

ہاپکنز نے گرہ کھوں ڈالی تھی اور اسے حرمت سے دیکھ رہا تھا پھر شاید اسے قریب سے دیکھنے کے لئے اوپر اٹھا لیا تھا کہ آنکھوں میں بھلی سی کونڈ گئی!

مگر بھی آواز ہاپکنز کے حلقت سے نکلی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبائے منہ

”میری.... آنکھیں.... درد سے.... پہنچی جا رہی ہیں....!  
اس نے کہا اور پھر کسی مرتبے ہوئے ہیئے کی طرح ذکار نہ لگا۔!

## O

جاؤں طیارہ ایک بار پھر فضا میں پرواز کر رہا تھا اور اب پاٹکٹ کے چہرے پر مردی نہیں  
تھی! تھریسا اور عمران ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ہاپنکز  
بندھا پڑا تھا۔

”تو کیا اب یہ کبھی نہ دیکھ سکے گا!“ تھریسا نے عمران سے پوچھا۔  
”بیبا ملگ۔....!“

”ش! اپ۔.... ٹھیک ٹھیک بتاؤ تم نے اپنے بازو پر کیا چیز باندھ رکھی تھی!—!  
”حت۔.... توبیز۔....!“

”نہیں....! مجھے چاہئے تھا کہ اُسے کھول کر دیکھتی۔ تمہاری بین و اشک کے دوران جب  
تمہیں یہ یوں کے انگشن دیے گئے تھے، میں نے اس وقت بھی تمہارے بازو پر بندھا دیکھا تھا  
اور تم لوگوں کی ضعیف الاعتقادی پر ہنسی بھی تھی کہ اس ایسی دور میں بھی تم جیسے تعلیم یافتہ  
توہات کے سہارے زندگی بس رکھ رہے ہیں!—“

اگر وہ توبیز نہ ہوتا میرے بازو پر تو دونوں ہی زندگی بس رکھ رہے ہوتے! بیبا ملگ گوردا سپوری  
کا کرم ہے کہ....“

”بتاؤ۔.... وہ کیا چیز تھی۔?“

”پہلے تم اپنی انگشتی کا راز بتاؤ جس کے بیکار ہو جانے کی اطلاع مسرو یہم ہاپنکز نے دی تھی!—!  
”اوہ.... کامک رنگ....“ تھریسا اپنے بائیں ہاتھ پر نظر ڈالتی ہوئی بولی جس کی ایک انگلی  
مل سیاہ گنیئے والی انگشتی پڑی ہوئی تھی....“

”تم اسے کامک رنگ کہتے ہیں۔“ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا ”اسی کی مد سے میں  
تمہاری قید سے نکل بھاگی تھی اور اسی کی مد سے جو لیانا فشر واڑ کے مکان میں تم پر بھی فتح پائی

کے مل فرش پر آ رہا تھا!  
اس کے کئی ساتھی اس کی طرف جھسٹے.... ادھر عمران نے ایک کے ہاتھوں سے بندوق  
چھین لی!—

”چرخی... عمران....!“ تھریسا چینی....

عمران نے بندوق سے گلی ہوئی چرخی کا بینڈل پکڑ کر گھما دیا۔

تراؤڑ گولیاں نکل کر چاروں طرف بکھرنے لگیں۔ اس افرافری میں تھریسا دشمنوں کے  
رنگ سے نکل گئی!

عمران نے وہاں موجود لوگوں کو سنجھنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ چند سینڈ میں دس بارہ لاشیں  
فرش پر پڑی نظر آئیں!—

ہاپنکز اپنی آنکھیں دبائے اب بھی کسی رنجی شیر کی طرح دھاڑنے جا رہا تھا....!  
تھریسا نے بھی ایک بندوق انھلی اور دروازے کی طرف جھسٹی جس سے لیمہ ہاپنکز داخل ہوا تھا!

”مادام....!“ طیارے کا پاٹکٹ کا نیپٹی ہوئی آواز میں پکار کر بولا۔  
”یہاں اب اور کوئی نہیں.... اتنے ہی آدمی تھے.... میں نے یہیں سے طیارہ اڑایا تھا لیکن  
مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ بھی یہیں موجود ہے!—

یہ سن کر تھریسا پھر ولیم ہاپنکز کی طرف پلٹ آئی۔ اب وہ گھٹنوں میں سردیے اکڑوں بیٹھا تھا!  
”اب کیا خیال ہے ہاپنکز....!“ تھریسا حقارت سے بولی۔

ہاپنکز کچھ نہ بولا۔  
تھریسا نے عمران سے پوچھا۔ ”اسے کیا ہو گیا ہے؟—“

”بیبا ملگ گوردا سپوری جائیں!—“ عمران احمقانہ انداز میں بولا۔  
”تم لوگوں کی سائنس پر تو وہی حادی ہو سکتے ہیں.... تھیں بھی ایسا ہی ایک توبیز نہ ادا دیں  
گا۔ ڈھائی روپے زکوہ کے لیتے ہیں اور جمعرات کو ایک فقیر کو کھانا کھلوادیں.... بس کافی ہے!—“

”میں پوچھتی ہوں کہ وہ چمک کسی تھی اور اسے کیا ہو گیا ہے!—“

”اندھا ہو گیا ہو گا.... توبیز کی بے حرمتی کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے!—“

”ہاپنکز.... تھیں.... کیا ہوا ہے!“ تھریسا جھوکا کر بولی۔

دفعاً تحریسیا نے پائلٹ سے کہا۔ ”جباں ہم دونوں تمہیں ملے تھے اور ہاں بچھ کر پرواز کا رخ جنوب شرق میں کر دینا... اور ٹھیک چالیسوں میل پر طیارہ نیچے اتار دینا!“

”بہت بھردا رام!“ پائلٹ نے بڑے ادب سے کہا۔

”اس کا کیا ہو گا؟“ عمران نے ہاپکنز کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”میں اسے اپنے ترتیب دیئے ہوئے عجائب گھر میں رکھوں گی!“ تحریسیا بولی۔  
ہاپکنز کر رہا... کچھ دیر کراہتا ہاپھر بولا۔ ”عمران... میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں تھا...  
تمہیں ساتھ لائی... ورنہ... ورنہ...!“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو....!“ عمران نے آگے جھک کر نرم لبجھ میں پوچھا۔

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارا اشکار ہوں۔ مجھے اس کے حوالے نہ کرو میں اعتراف کر رہا ہوں کہ میں تمہارے ملک کو نقصان پہنچانا تارہا ہوں... میرے آدمی آج بھی وہاں سرگرم گل ہیں....!“

”تم سن رہی ہو۔!“ عمران نے تحریسیا کو مخاطب کر کے کہا۔

”ہاں سن رہی ہوں...! تو پھر...?“

”یہ میرا اشکار ہے۔ بہت عرصہ سے اس کی فکر میں تھا... لفڑ رائٹ والے کوڈ میں عرصہ سے اس کے پیغامات سنتا اور سمجھتا رہا ہوں۔ اسی کی فکر میں تھا کہ تمہارا موسمی کا تخت آنکر لیا۔!“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو!“

”یہ میری حکومت کا قیدی ہے۔!“

”بھگلے والی بات ہے!“ تحریسیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”نہیں یہ ناممکن ہے...!“

عمران بھی چپ ہو رہا... ہاپکنز پھر کراہنے لگا تھا...!

”مادام...! ہم وہیں ہیں!“ پائلٹ کی آواز آئی۔

”جنوب شرق میں موڑو...!“ تحریسیا بولی۔ ”پھر ٹھیک چالیسوں میل پر لینڈ کرنا۔!  
یہ وقفہ بھی جلدی گذر گیا۔ مشکل سے دس منٹ لگے ہوں گے۔ جھنکے کے ساتھ ہی پائلٹ کی آواز آئی۔!“ اٹ لینڈس...!“

”نیچے اترے... پائلٹ نے ہاپکنز کو بڑی بے دردی سے کھینچ کر باہر ڈال دیا۔!

تھی یہ ہمارا سب سے مختصر تباہ کن حریص ہے!“

”ہوئی ناسیمانی انگوٹھی والی بات۔!“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”یہ جادو نہیں... ساکنس ہے! اس انگلشتری کا گئینہ سورج کی... شغاون کو ان کی صدر سمیت جذب کر کے اپنے نیچے گلی ہوئی ایک نرمی سی مشین تک پہنچاتا ہے! اور مشین انہیں محفوظ کر کے زیادہ سے زیادہ تباہ کن بناتی رہتی ہے... اور پھر بوقت ضرورت ایک مخصوص ایکش انہیں ٹکنے سے خارج کر دیتا ہے۔ ٹکنے سے ان کا اخراج اصل شغاون سے کتنی بڑا رگنا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ تم نے اس عمارت کے دروازوں کا حشر تودیکھا ہی تھا!“

”لیکن اسی انگلشتری کی وجہ سے میں صرف اپنے حواس کو بیٹھا تھا اس رات کو جب جو لیا کے مکان میں تم سے مدد بھیز ہوئی تھی۔!“ عمران بولا۔

”اس میں ریگولیر بھی موجود ہے!“ تحریسیا نے کہا۔ ”حسب ضرورت اس سے کام لیا جائے ہے۔ کہو تو ابھی اسی سے تمہیں خاک بھی کر دوں!“

”میرا تعویذ ضائع ہو گیا ورنہ بتاتا تمہیں!“

”خیر... خیر... اب تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ!“

”ہماری ایجادات کا سلسلہ بھی بہت طویل ہے! مثنوی زہر عشق سے لے کر میرا جی کی شاعری تک ہم نے بھی کشوں کے پشتے لگاویے ہیں! اور ”چنے گھرے“ کا محاورہ بھی ہماری ہی ایجاد ہے۔ باقی بنانے کی مشین ہم خود بن کر رہ گئے ہیں۔ کہو تو ابھی تمہیں مکن کے ذہر میں دفن کر دوں۔“

”عمران....!“ تحریسیا نے آنکھیں نکالیں۔

”تم نے اسے کھوں کر نہیں دیکھا تھا اس لئے آنکھوں والی کہلاتی ہو! فقیر کی بخشی ہوئی گول ہے۔ موم جائے میں بند کر کے بازو پر باندھی جاتی ہے۔ جس کے باندھی جائے اس کے لئے تافع زکام و نزلہ و دافع بوایسر ہو اور دشمن کا چڑھ جھلس دے یا کور چشم بناوے اس وقت جیسا بھی موڑ ہو بابانگ گور داسپوری کا۔!“

”فارمولہ معلوم کئے بغیر تمہیں نہیں جانے دوں گی۔!“

”تھر لیں ڈارلنگ مجھے اپنے ساتھیوں کی فکر ہے؟“

” عمران .... میں درخواست کرتا ہوں .... !“ ہاپنکز گڑ گڑا نے لگا۔ ” مجھے گولی مار دو، ورنہ یہ بے رحم عورت مجھے سالہا سال سکائے گی !“

تحریسیا نہ پڑی اور یوں۔ ” اگر میں تمہارے قابو میں آجائی تو تم کیا کرتے ؟“

” میں صرف اپنی بالادستی تسلیم کرنا چاہتا تھا تم سے .... اور کچھ نہیں ... !“

” میں تمہاری بالادستی تسلیم کرنے کے لئے یہاں لائی ہوں تھیں !“ تحریسیا بھر بڑی بے دردی سے نہیں !

عمران خاموش تھا .... خاموش ہی رہا .... ویسے اس کی آنکھوں سے گھری سنجیدگی ظاہر ہو رہی تھی !

اس جگہ بھی طیارہ جنگل ہی میں اترتا تھا .... اور مختلف سمتوں سے کئی آدمی اس طرح طیارے کی طرف لپکتے تھے جیسے اُس کے گرد گھیراؤ ڈالنا چاہتے ہوں۔

تحریسیا نے کسی ایسی زبان میں انہیں مخاطب کیا تو عمران کے لئے بالکل نئی تھی !

ان لوگوں نے ہاپنکز کو اٹھایا اور ایک طرف چلتے گئے ہاپنکز نبڑی طرح جیچ رہا تھا۔ تحریسیا نے عمران سے پوچھا۔ ” کیا وہ تجھے مجھے بھیش کے لئے انداھا ہو گی ؟“

” تمہارے پاس تو بہترین تم کے ڈاکٹر اور سر جن بھی ہوں گے۔ انہیں سے ٹٹ کر لینا۔ بابا ملگ گورا سپوری کا دار کبھی خالی نہیں جاتا !“

” وہ آخر تھی کیا چیز ؟“

” گولی .... جو موم جائے بے نکلنے کے بعد پل پل نئے رنگ بدلتی ہے۔ اسی تبدیلی کو دیکھنے کے لئے وہ اس گولی کو اپنے چہرے کے قریب لایا تھا جیسے ہی اس کی سانس میں شامل کاربن ڈائی اکسائیڈ اس سے مس ہوئی وہ چمک کے ساتھ پھٹ گئی .... دراصل لوگ مجھے لاوارث کہج کر جیسا برتاو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں اسی لئے ایک آدھ پنکھہ پڑا ہی رہتا ہے میری جیب میں !“

” اچھا چلو .... !“ تحریسیا نے ایک مست اشارہ کیا !

## O

پے در پے چار چھ چھینکیں آئیں اور وہ جاگ پڑا .... پھر عجیب سی بوناک میں سائی۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے چاروں طرف لا شیں بکھری پڑی تھیں اور کئی جگہ آگ روشن تھی .... جس

خوشبوؤں کی پیش اٹھ رہی تھیں عجیب دھندا دھندا لاماحوں تھا !  
لیکن .... لیکن وہ تو ایک بڑی بے تکلف خوابگاہ میں سویا تھا اور یہاں پتھر یا فرش تھا ....  
چمٹ کی طرف نگاہ گئی تو ایسا لگا جیسے وہ کوئی غار ہو ... !

نیند اور بیداری کی اس در میانی جھوٹ جھل میں دفعتاً عمران کو یاد آیا کہ سابقہ تحریسیا سے ہے اور وہ پوری طرح بیدار ہو گیا۔

چاروں طرف بکھری ہوئی لا شیں خود اس کے اپنے ساتھی ثابت ہوئے جو بے خبر سورہ ہے تھے۔ ان میں راحیل بھی نظر آیا۔ سب سے پہلے اس نے جوزف کو بیدار کیا اور اسے بیدار کرنے کے سلسلے میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ کتنی گھری نیند بورہ ہے تھے !

” باس یہ تم ہو ... !“ وہ بھراں ہوئی آواز میں بولا اور چاروں طرف دیکھنے لگا ... پھر اچھل کر اٹھ ہی کھڑا ہوا۔

” یہ تو وہی غار ہے جہاں ہم بے ہوش ہوئے تھے !“ اس نے بوکھلائے ہوئے لمحے میں کہا اور بے تکان اپنی کہانی دہرانی شروع کر دی۔ عمران خاموشی سے سر ہلاتا رہا۔

” اور باس ... !“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور پھر بولا۔

” بڑی سخت محنت کرنی پڑی ہے، پہاڑوں کی کھدائی ہو رہی ہے وہاں لیکن بیچارے میرا بڑا ذیل رکھتے ہیں ایسی عمدہ قسم کی شراب میرے لئے مہیا کی ہے کہ بس کیا بتاؤ۔ لیکن باس وہ لوٹا ہمارے ساتھ نہیں تھا ... ! کیا نام راحیل ... ارے ... وہ ... وہ تو ... وہ رہا ... وہ بھی سورہ ہا ہے ... اسی نے میں پھنسایا تھا ... اسے ہر گز نہ بخفا باس ... !“

عمران خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ” تمہارے بیان کے مطابق اگر یہ وہی غار ہے جہاں تم لوگ بے ہوش ہوئے تھے تو راحیل کا گاؤں یہاں سے نزدیک ہو گا !“

” ہاں باس ! وہ زیادہ دور نہیں !“

” تھت تو ہم اپنے ہی ملک کی حدود میں ہیں !“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور سب علات چوٹ گم کے لئے جیسیں مٹونے لگا لیکن چوٹ گم کے بجائے بزرگ کا ایک لفافہ ہاتھ آیا۔ اس کے جب سے نکتے ہی عجیب قسم کی خوشبو کا احساس ہوا جو غار میں گونجتے والی خوشبو پر بھی حاوی تھی !

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر بھاتے ہوئے لفاذ چاک کیا... برآمد ہونے والے خطا  
مضمون تھا... .

## عمران سیریز نمبر 51

# تابوت میں چیخ

(دوسرا حصہ)

”عمران ڈسٹریکٹ... مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہیں اختر ٹھین نہ کر سکی۔ حالات کچھ ایسے ہیں۔ ہائکنز نے جو کچھ بیوی تھا اسے مجھے کاشنا پڑ رہا ہے۔ ویسے غیر موقع طور پر حالات میری موافقت میں سازگار ہے ہیں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہائکنز سے ایسے حالات میں مدد ہیز ہو گی اور کچھ تم میرے کسی کام آسکو گے.... تمہارے ساتھی سپرد کے جاتے ہیں! مجھے افسوس ہے کہ تمہاری یہ خواہش نہ پوری ہو سکی کہ ہائکنز تمہارے حوالے کر دتی...! مجھے موقع نہ رکھنی چاہئے کہ اس سلسلے میں تم سے کوئی بڑی حماقت سرزد ہو گی.... میں تمہیں ایک بار پھر یقین دلانا چاہتی ہوں کہ ہم تمہارے ملک کی حدود میں نہیں ہیں۔ ہائکنز کے جو آدمی تمہارے ملک میں موجود ہیں وہ بھی دہاں سے ہٹالیے جائیں گے کیونکہ اب ان کی کمائی بھی میرے ہی ہاتھوں میں ہے! تم کبھی پتہ نہ لگاسکو گے کہ تم کچھ دیر پہلے کہاں تھے لہذا دوبارہ مجھ سک پہنچنے کی کوشش میں وقت ضائع نہ کرتا۔

ہزاروں پیار  
تھریسا۔“

عمران خط پڑھنے میں مشغول تھا اور جوزف ایک ایک کو جگاتا پھر رہا تھا۔ وہ سب عمران کے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے سوالات کی بوجھاڑ ہونے لگی۔ عمران لفاذ جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”ایک ہی جواب ہے ساری باتوں کا... مکنی کی کاشت کرنے گئے تھے ہم لوگ اب فصل پر بھٹے بھونے چلیں گے!“

تویر نے راحیل کا گریبان پکڑ کر جھکا دیا۔ عمران ان دونوں کو الگ کرنے کی کوشش میں لاکھڑا اور منہ کے مل فرش پر آ رہا۔

بہر حال وہ بڑی دشواریوں سے اُن کو باور کر اسکا تھا کہ راحیل بے قصور ہے!

اس کے بعد والا شمارہ عمران سیریز کا خاص نمبر ہو گا۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ کہانی کو اس موڑ پر لا کر جاؤں یہ دنیا کا کوئی ناول لاوں۔

انشاء اللہ خاص نمبر جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہو گا۔ پچھلا ناول ”ٹسٹل کی بیداری“ فریدی کے ذہنی پینترے کی وجہ سے بہت پسند کیا گیا جن حضرات نے پسندیدگی کے اظہار کے لئے خطوط لکھے تھے۔ ان کا شکر گذار ہوں اور ان کا شکریہ بھی بہر حال ادا کرنا ہی چاہئے جنہیں یہ ناول اس لئے پسند نہیں آیا کہ فریدی نے مجرم کی ”ٹھکانی“ کئے بغیر ہی کھیل ختم کر دیا تھا۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ روز بروز بزدل ہوتے جا رہے ہیں، بھی آپ کو تو ہاتھ پیر ہلانا نہیں پڑتے پھر کرداروں کے ذریعے ہنگامہ برپا کرتے ہونے کیوں ڈرتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا جواب ہو سکتا ہے اس بات کا۔ بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ ناول ”فضائل ہنگامہ“ ہنگامہ پسند پڑھنے والوں کو بھی مطمئن کر سکے۔

این صفحہ

امریق ۱۹۶۸ء

## پیشہ رسم

آپ کو یاد ہو گا کہ ”شوگر بینک“ سے کس طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کی واپسی ہوئی تھی! سردار گذھ ہی ان واقعات کا مرکز تھا۔ جنہوں نے شوگر بینک کی طرف توجہ دلاتی تھی۔ لہذا شوگر بینک سے بے نیل و مرام واپسی کے بعد قدرتی بات تھی کہ عمران کی پارٹی سردار گذھ ہی میں ڈیرے ڈال دیتی۔

اس بار عمران صرف اس چکر میں تھا کہ ولیم ہاپنر کے اس گرگے پر ہاتھ ڈال دے جو اس ملک میں کسی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہا تھا۔

ایک نئے کردار ظفر الملک سے ملنے! عمران بھی اگر اس سے نہ ملتا تو اس حرکت کا علم اسے نہ ہو سکتا تھا، جو ولیم ہاپنر کا گراں ملک بننے کے مفاد کے خلاف کر رہا تھا۔

مجھے توقع ہے کہ آپ کو ظفر الملک اور جمیں دونوں ہی پسند

آئیں گے۔



بھیج کر نواب مظفر الملک کے ذہن کو زبردست جھکانا لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ دو سال میں اتنا بدل جائے گا۔ دو سال پہلے انہوں نے اسے لندن میں دیکھا تھا اور اس کی شانگی اور ذہانت سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

نواب مظفر الملک ان لوگوں میں سے تھے، جو ناک پر کمھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ خود پسندی نے انہیں شادی تک سے باز رکھا تھا اور وہ سانحہ سال کی عمر میں بھی کنوارے تھے۔ مظفر الملک ان کے مرحوم چھوٹے بھائی کا اکتوبر تک اپنے بھائی کیا تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں اس کی ماں بھی چل بی اور نواب مظفر الملک نے اسے تمیٰ کر لیا۔ لیکن یہ محسوس کرنے کے بعد وہ صحیح طور پر اس کی تعلیم و تربیت نہ کر سکیں گے۔ انہوں نے اسے اپنے ایک ٹرک دوست کے پاس الگینڈ بھجوادیا تھا۔

نواب ہمارا جب بھی یورپ کے دورے پر جاتے کچھ دن اس خاندان کے ساتھ بھی گزارتے اور بھیج کر نواب کے دوسرے پر جاتے کچھ دن اس نے ملے تھے اور اسے ہر طرح ٹھیک پیا تھا۔

لیکن اس وقت اسے رسیو کرتے وقت وہ بھوچکارہ گئے۔ مظفر الملک نے بہت ہی چست قسم کا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے بال بے تباش بڑھے ہوئے تھے۔ دور سے لڑکی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا لاملازم بھی تھا۔ اس کی توڑاڑھی اور موچھیں بھی بے تباش بڑھی ہوئی تھیں اور لباس اس نے بھی باکھیں جیسا پہن رکھا تھا۔ یہ اس نسل سے تعلق رکھتا تھا، جو

خاندانوں کی پروردہ کھلاتی ہے۔ بچپن ہی میں یہ بھی مظفر الملک کے ساتھ ہی لندن بھیج دیا گیا تھا۔

مقدمہ تھا کہ اُسے اُس کے خادم خصوصی کی حیثیت حاصل ہو جائے۔

اس کا نام جمن تھا، لیکن جب نواب صاحب نے اُسے جمن کہہ کر مخاطب کیا تو ناک بھوں سکر کر بولا۔ ”ماں شم از جیمسن یور آزر....!“

”لیں انکل ڈیرہ از جیمسن...!“ مظفر نے گلزار گلایا اور نواب صاحب آپ سے باہر ہو گئے۔

”چلے جاؤ.... تم دونوں میری نظرؤں سے دور ہو جاؤ!“

”دہائی سو جھی ڈیرہ....!“ مظفر نے جرأت سے کہا۔

”تم باہر جاؤ....!“ نواب صاحب جمن کی طرف دیکھ کر دہائی کردا ہے اور جمن کو نہ امان جانے تک کی

ہلکت دیئے بغیر دروازے کی طرف دھکیل دیا۔ مظفر ہکا بکا کھڑا تھا۔ جمن کو باہر نکال دینے کے بعد

نواب صاحب نے خود ہی دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور خون خوار انداز میں مظفر کی طرف مڑے۔

”تو خبیث بن کر میرے سامنے کیوں آیا ہے....؟ دو سال پہلے تو ایسا نہیں تھا....؟“

”مجھے گھر احمد مد پہنچا ہے آپ کے اس طرز مخاطب سے!“

”اب بیکروں ہی کے سے انداز میں گفتگو کرے گا!“

”میں نہیں جانتا کہ بیکرا کیا چیز ہے۔ میری اردو اتنی زبردست نہیں ہے!“

”تو نے حلیے کیا بنا کر کھا ہے....؟“

”آہ.... آئی ایک آگئی شاکنڈ.... آدمی اور عام جائزوں میں تو کچھ فرق ہونا ہی چاہئے!“

”کیا مطلب....?“

”میں آدمی ہوں....!“

”میا کبواس ہے....!“

”آج کی کبواس کل کے لئے نشان راہ بنے گی۔!“

”تو کس سے گفتگو کر رہا ہے۔!“

”اپنے بچا سے....!“

”بد تیز ہو تم....!“

”چاکو از دو میں پھر کیا کہتے ہیں۔!“

”آپ نے غلط اندازہ لگایا مجھ بیچارے کے متعلق....!“ نواب صاحب نے بے حد جلے بنے لجے میں کہا۔ ”میرے پاس اتنی پیشی دلت موجود ہے کہ آپ جیسے دس گھنے ایک ہزار سال میں عیش کر سکتے ہیں۔!“

”اوہ.... تب تو کوئی بات نہیں۔ میں خواہ خواہ پریشان تھا۔ آپ کے لئے.... اچھا باب ابہازت دیجئے۔!“ ظفر نے کہا، اور سفری بیک میز سے اٹھا کر کانہ دھے سے لٹکاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

نواب صاحب کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے، جن میں غصہ بے بی، اور غم کی طرح کے ہذبات کی جھلکیاں پائی جاتی تھیں۔

وہ کچھ بولے نہیں.... جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔!

ظفر نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا.... جن شاید دروازے ہی سے کان لگائے کھڑا رہا تھا۔ اس کے منہ پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں۔

”چل بے....!“ ظفر نے اس کی گردان میں ہاتھ دے کر دھکا دیتے ہوئے کہا۔

”بے.... پر مجھے اعتراض ہے جناب....!“

”اعتراض نوٹ کر لیا گیا.... باہر نکل چلو....!“

وہ لان پر نکل آئے اور پھانک کی طرف بڑھتے رہے۔ گیٹ سے گذر کر فٹ پاٹھ پر اتر آنے کے بعد.... جمن رک گیا۔

”چورا ہے کے آگے والی سڑک کا کیا نام ہے جناب....؟“ اس نے ظفر سے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔!“

”پھر اب ہم کہاں تشریف لے جائیں گے۔!“

”میں نہیں جانتا۔!“

”کیش لکتا ہے آپ کے پاس۔!“

”وس پوٹھ....!“

”انہیں تیرہ پاؤں تھے دوپائچ سے ضرب دیجئے۔!

”کیوں....؟“

”تو تم میر انداق اڑانا چاہتے ہو۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی بات کیسے آپ کے ذہن میں اتار دوں۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا۔!“ نواب صاحب ہاتھ جھک کر بولے ”تمہیں اس چھت کے پیچے انسانیت کے جامے میں رہنا پڑے گا۔!“

”انسانیت کا۔! جامہ۔!“ ظفر نے زک کر اس طرح دھرا لایا جیسے بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔!

”ہاں انسانیت کا جامہ۔!“ نواب صاحب مٹھیاں بھینچ کر بولے۔

”اوہ آئی ہو ٹوکنسلٹ اے ڈکشنری ناؤ۔!“ ظفر نے پر تشویش لجھے میں کہا۔ ”نوڑا اون آئی ایم اے بٹ و گنگبٹ.... نہیں انکل ڈیر آپ مجھے ایسی شائگی کی توقع نہیں رکھ سکتے، جو عام آدمی میں نہ پائی جاتی ہو۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میں عام آدمیوں کی طرح زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اگر جمن خود کو جیسن کہتا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔!“

”تو تمہارے متعلق میری توقعات بالکل غلط نکلیں۔!“ نواب صاحب کی آواز ڈھنلی پڑ گئی۔

ظفر نہیں مٹونے والی نظر دیں سے دیکھتا ہا۔ وہ کسی گھری سوچ میں پڑ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سر اٹھا کر بولے۔.... ”اگر تم باقاعدہ طور پر زندگی بسر نہیں کر سکتے تو آنا سے میرے لئے صرف ایک اجنبی ہو۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”بیہاں سے چلے جاؤ۔... میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔!“

”میں تو آپ کے لئے کچھ کرنے آیا تھا۔!“

”تم....!“ نواب صاحب حقارت سے بولے۔ ”تم میرے لئے کیا کرو گے۔!“

”زرعی اصلاحات نافذ ہو جانے کے بعد آپ کی آمدی پر نہ اٹھ رپا ہو گا۔... میں نے کیمپرٹی میں ماٹر س ڈگری لی ہے۔ میرا راہ تھا کہ آپ کے لئے ادویات سازی کا ایک کارخانہ قائم کرتا۔!“

”اس طرح ہم ملکی کرنی میں اپنی ماں حالت کا جائزہ لے سکیں گے۔؟“  
”ہوں....!“ ظفر کے ہونٹ بچخے ہوئے تھے۔!

”کل ایک سو بیس روپے پچاس پیسے ہماری گرہ میں ہیں۔!“ جن پر تشویش لجھے میں بولا۔  
”پرواہ مت کرو.... میرے پاس کیمسٹری میں ماڑس ڈگری ہے۔!“  
”ڈگری ابال کر آپ پیسے گے، لیکن میں کیا کروں گا.... میرے لئے تو کم از کم ایک پوڑ  
کو لند بیف اور ایک روٹی چاہئے۔“

”بکواس مت کرو.... اور یہ بتاؤ کہ ہم دائیں طرف چوراہے کی طرف بڑھیں یا باسیں جانب  
والے چوراہے کی جانب....!“

”اس وقت تو ہمارے لئے راکٹ ہی مناسب ہو گا۔!“  
”کیا بکواس ہے....؟“

”خلا.....!“ جن آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”یہاں راستے واسطے کی ضرورت پیش  
نہیں آتی یورہائی نس....!“

”چلو.... باسیں طرف چلو....!“

دونوں اپنے شانوں سے سفری بیگ لٹکائے چل پڑے۔ چوراہے پر بچخ کر انہیں پھر رکنا پڑا۔  
”ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ کسی ہوٹ میں بھی قیام کر سکیں....!“ ظفر بولا۔  
”قیام کی ضرورت ہی کیا ہے یور آزر.... میں نے سنا ہے کہ یہاں لوگ فٹ پا ٹھوں پر بھی  
رات بر کر سکتے ہیں.... پلین لوگ اینڈہائی ٹھنڈنگ کے ہم بھیش سے قائل رہے ہیں۔!“

ظفر نے اسے گھوڑ کر دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں بھی پر سرت چکد کھائی دی۔  
”در اصل یہاں ہم اپنے فلفے کے مطابق زندگی بسر کر سکیں گے....!“ اس نے چینی ہوئی  
کی آواز میں کہا، لیکن جن کا حلیہ بگرگیا۔ اس نے منہ ب سور کر کہا۔ ”جب بلکی ہو تو فلفے میں کوئی  
چارم نہیں رہ جاتا.... یور آزر....!“

”جب کی بات نہ کرو.... میں سڑے ہوئے آلو ابال کر بھی پیٹ بھر سکتا ہوں مجھے آزادی  
چاہئے۔ اس چھت کے نیچے قدم قدم پر پابندیوں سے دوچار ہونا پڑتا.... انہیں تیرے جسمن  
ہونے پر بھی اعتراض تھا۔!“

”میں کتنے کا پلا کہلا کر بھی پیٹ بھر لینا پسند کروں گا.... یورہائی نس۔!“  
”مل دوی....!“ ظفر آہستہ سے بڑی بڑی اور ایک گاڑم لڑکی طرف متوجہ ہو گیا، جو سر  
کے پنجی کی طرف بدر تج پتلی ہوتی چل گئی تھی۔  
”یا خیال ہے...؟“ وہ جن کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا ”اپنے ہی قلبے کی معلوم ہوتی ہے۔!  
”ہر گز نہیں.... پاجامہ پہنے ہوئے ہے....!“ جن بولا۔  
”ایڈیٹ.... یہاں اسکرٹ نہیں پہنے جاتے.... پاجامے ہی کو مختصر کر دیا ہے۔ میرے  
خیال سے۔!  
”پوری ٹانگیں تو ڈھکی ہوئی ہیں۔ مختصر کہاں سے کر دیا ہے۔!“

”بکومت.... ہم اسی کے پیچھے چلتے ہیں۔ کسی سے تو یہاں جان پیچان ہوئی ہی چاہئے۔!  
”اس کے لئے میں بوڑھے آدمی کو ترجیح دوں گا!“ جن نے ایک راگیر کی طرف اشارہ کیا۔  
”تم اسی کے پیچھے جاؤ....!“ ظفر کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔  
لڑکی کی رفتار تیز نہیں تھی....! ظفر جب اس سے صرف دو تین فٹ کے فاصلے پر رہ گیا تو  
اُس نے آہستہ سے سیٹی بجائی۔

لڑکی حیرت انگیز پھرتی سے پڑی تھی۔!

”یہ کیا بے ہودگی ہے....!“ اس نے خون خوار لجھے میں پوچھا۔  
”مجھے حرمت ہے آپ کے لمحے پر.... کم از کم انگلستان میں تو ایسا نہیں ہوتا۔!  
”تم نے غلط سمجھا ہے.... میں کوئی فلکت نہیں ہوں۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔  
”تم خواہ جوہا گزرہی ہو.... میں جھوٹا نہیں ہوں.... چند گھنٹے پہلے انگلینڈ سے یہاں پہنچا  
ہوں.... لیکن اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں جاؤں....!  
”بہت ہوٹ میں یہاں....!“ وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔  
”جیسں....!“ ظفر نے مڑ کر جن کو مخاطب کیا۔  
”لیں یور آزر....!  
”انہیں اپنی ماں پوزیشن کے بارے میں بتاؤ۔!  
”ایک سو بیس روپے پچاس پیسے....!  
”

”میں ظفرالملک ہوں.... یہ جسم...!“  
 جن نے اس طرح لڑکی کی طرف دیکھا جیسے اسے منہ چھارہا ہو.... لڑکی پھر جلدی سے  
 ظفرتی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔!  
 ”بہر حال....!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”میرے ایک شناسا کو ایک ایم ایس سی کی  
 ضرورت ہے....!“

”کیا کرنا پڑے گا....!“ ظفر نے پوچھا۔  
 ”میرا خیال ہے کہ وہ کسی دوازدھ کپنی کے ڈائریکٹر ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہیں لیب میں کام  
 کرنا پڑے....!“  
 ”میں سب کچھ کر سکتا ہوں....!“  
 لڑکی نے جن کی طرف دیکھا۔  
 ”جو کچھ یہ کرتے ہیں میں اس میں داخل نہیں دے سکتا....!“ جن بولا۔  
 ناشتہ کر کے وہ اس لڑکی کے ساتھ رو انہ ہو گئے تھے۔!

## O

سنر دوبارہ شروع ہو گیا۔.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی مشکل اتنی جلدی آسان  
 ہو جائے گی۔!  
 لڑکی نے انہیں ایک آدمی سے ملایا تھا اور اس نے تھوڑی دیر تک مختلف قسم کی پوچھ گئے  
 کرنے کے بعد پروانہ تقریر ظفرالملک کے حوالے کر دیا تھا۔ اس آدمی کے بیان کے مطابق دوازدھ کپنی کا  
 اُسے پہلی ٹرین سے سردار گذھ جانا تھا۔ اس آدمی کے بیان کے مطابق دوازدھ کپنی کا  
 کارخانہ وہیں تھا۔  
 گاؤڑی میداون سے گزر کر پہاڑی علاقتے میں داخل ہو چکی تھی....! وہ دونوں یکنہنہ کلاں  
 میں سفر کر رہے تھے۔!  
 ”وہ لڑکی آسان سے اتری تھی....!“ جن بولا۔

”اور یہ پونڈ کی مشکل میں ہیں....“ ظفر نے لڑکی سے کہا۔  
 ”مجھے دکھا دکھا پونڈ....!“  
 ظفر نے اسے دس پونڈ کا ایک نوٹ دکھانتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہیں جہاز کے نکٹ کا کاؤنٹر  
 فائل بھی دکھا سکتا ہوں۔!“  
 اس نے وہیں کھڑے کھڑے وہ سارے کاغذات دکھانہ شروع کر دیے جن سے اس کے تازہ  
 وارد ہونے کا ثبوت مل سکتا۔

”تو تمہارا بیہاں کوئی نہیں ہے۔!“ لڑکی نے کچھ دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔  
 ”ایک قدامت پسند پچاکے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اور وہ مجھے برداشت کرنے پر تیار نہیں۔!“  
 ”بڑی عجیب بات ہے....!“  
 ”میں ان کے لئے نصاندہ بھی نہیں ثابت ہو سکتا کیوں کہ میں نے کیمسٹری میں ماٹرس  
 ڈگری لی ہے۔!“  
 ”کیمسٹری میں....؟“ لڑکی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا ”ہمیں کہیں بیٹھ کر گفتگو  
 کرنی چاہئے۔!“

لڑکی نے اسے غور سے دیکھا اور بولی ”میرے ساتھ آؤ۔!“  
 جن نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش دی اور جیب سے یمن ڈریپ نکال کر منہ میں ڈال لیا۔  
 لڑکی انہیں ایک ریستوران میں لاتی۔ وہ بیٹھ گئے۔ جن احتمان انداز میں ریستوران کے  
 ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔

”کیمسٹری کی ڈگری کہاں کی ہے۔!“ لڑکی نے پوچھا۔  
 ”آسکفورد کی ہے....!“  
 لڑکی کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ”ایک صاحب ہیں میری جان پیچان کے....! لیکن میں  
 نے ایک دم سے اس قسم کی گفتگو کیوں شروع کر دی۔!“  
 ”ہمارا الفہر کہتا ہے کہ آدمی کو آدمی سے تکلف نہ کرنا چاہئے۔ جانور اس وقت تک نہیں  
 ملتے، جب تک کہ ان کا آپس میں تعارف نہ ہو....!“  
 لڑکی دلاؤ ز انداز میں مسکرا کر بولی۔ ”میرا نام آسودہ بانو ہے....!“

”ہر لڑکی آسمان ہی سے اترتی ہے اور زمین پر پاؤں نہیں رکھتی....!“ ظفر نے مختلہی سانس لے کر کہا!

”یہاں کی آب و ہوانے آپ پر خاصاً اثر ڈالا ہے....!“  
”میا مطلب....؟“

”ایک باتیں کرنے لگے ہیں، جو کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔!“  
کپارٹمنٹ میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ سر دیاں شروع ہو چکی تھیں اس لئے سردار گڑھ کے مسافر کم ہی ہوتے تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور سرد ہوا باسوں سے گزر کر کھال میں پیوست ہوتی محسوس ہونے لگی تھی....!  
جن نے اور کوت کا کال رکانوں تک اٹھایا تھا اور کبھی کبھی کسی عمر سیدہ خشکی کے کھوے کی

”طرح گردن ابھار کر خالی کپارٹمنٹ کا جائزہ لینے لگتا تھا۔

دفتا گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی اور آخر کار وہ ایک چھوٹے سے اشیش پر رک گئی۔ ساتھ ہی کپارٹمنٹ کا دروازہ ہلاکا اور ایک آدمی اندر گھس آیا۔۔۔ کچھ بوکھلایا ہوا سامع معلوم ہوتا تھا۔!

ظفر اور جن نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ آنے والا جوان العمر تھا۔ نیلے سوٹ پر زرد قمیش پہن رکھی تھی اور گلے میں سرخ رنگ کی نائی لہر اڑی تھی۔ فلت ہیٹ میں سرخ گلاب لا رکھتے تھے۔ صورت سے پر لے درجے کا حق معلوم ہوتا تھا، ویسے خدو خال دلکش تھے۔

وہ سامنے والی سیٹ پر بیٹھ کر ان دونوں کو احمقانہ انداز میں دیکھنے لگا۔

”بچانے کی کوشش کر رہے ہو....!“ ظفر مسکرا کر بولا۔

اس نے احمقانہ انداز میں اپنے سر کو منقی جنبش دی۔

”پھر اس طرح کیوں گھور رہے ہو....?“

”میں سوچ رہا ہوں..!“ نووارد بولا۔ ”اگر میرے بال بھی تمہاری ہی طرح ہوتے تو کیا لگتا۔!

”فائن...!“ ظفر مسکرا لیا۔ ”تمہاری نوپی مجھے پسند آئی، بڑی سلیقے سے پھول لگائے ہیں۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرہ برابر بھلی تامل نہیں کہ اس ملک میں ابھی تک صرف تم ہی نظر آئے ہو۔!  
”اور جناب کا کس ملک سے تعلق ہے....!“ نووارد نے پوچھا۔

”تعلق تو اسی ملک سے ہے لیکن بچپن ہی سے لا تعلق رہ کر دوبارہ متعلق ہوا ہوں....!“

”ما شال اللہ.....!“ نووارد نے جیب سے چیزوں کا پیکٹ نکال کر پیش کرتے ہوئے کہا۔

”اوہو.... تم تو اپنے ہی قبلیے سے معلوم ہوتے ہو.... آئیں اے ہی....!“ ظفر نے چیزوں کا پیکٹ اس کی ہتھیلی سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

”وی.... آر.... آل ہیز....!“ اجنبی نے دونوں ہاتھ اور اٹھا کر احمقانہ انداز میں تھہہ لگایا۔ پھر بڑی تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ ظفر بھی یوکھا کر اٹھ گیا تھا۔

نووارد بڑے والہانہ انداز میں اس سے بغل گیر ہو گیا اور آہتہ سے اس کے کان میں بولا۔

”تم میرے لباس کو پسندیدہ نظرؤں سے دیکھ رہے ہو۔!“

”یہ حقیقت ہے....!“

”ارے تو چوبدل لیں....!“

ظفر سے حیرت سے گھورنے لگا۔ گاڑی دیر ہوئی حرکت میں آکر رفتار پکڑ چکی تھی۔

”تم میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو....!“ اجنبی چک کر بولا۔ ”وی آر ہیز میرا سب کچھ تمہارا ہے اور تمہارا سب کچھ میرا۔ ہم دنیا کو خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم امن کے پیامبر ہیں... ہم بچک سے فخرت کرتے ہیں۔ ہمارا بیعام محبت ہے.... آڈی میرے ساتھ۔!  
وہ ظفر کا ہاتھ پکڑ کر غسل خانے کی طرف کھینچنے لگا۔

”باس....!“ جن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”آپ کی تعریف....!“ اجنبی اس کا ہاتھ چھوڑ کر جن کی طرف مڑا۔

”میرا ساتھی....!“

اجنبی جھپٹ کر جن سے بھی نہ صرف بغل گیر ہو گیا بلکہ اس کی بے ترتیب ڈاڑھی کو دو تین بوئے بھی دیئے....!

”مسٹر مسٹر....!“ جن ناگواری سے بولا۔

”برادر کہو برادر....!“ اجنبی نے اس کی پیٹھ ٹھوکتے ہوئے کہا۔ اور پھر ظفر کا ہاتھ پکڑ کر غسل خانے کی طرف لے جانے لگا۔

”آپ چاہتے کیا ہیں جناب....?“ جن اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”میں ان سے لباس تبدیل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ نہیں پسند ہے....!“

پچھو دیر بعد گاڑی کی رفتار پھرست ہونے لگی اور اجنبی اٹھ کھڑا ہوا۔ ظفر نے اس طرح جانے کی وجہ پوچھی۔

”بن خدا حافظ....!“ اجنبی نے مغموم لمحہ میں کہا۔ ”اسی ایششن پر اتنا ہے مجھے!“  
ظفر فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے اس موقع پر کس قسم کے خیالات کا اظہار کرنا چاہئے۔  
گاڑی رکی اور اجنبی تیزی سے نیچے اتر گیا۔

ظفر اپنے شانوں کو جبکش دے کر بولا۔ ”عجیب آدمی تھا!“

جن پتہ نہیں کیوں نہ اسامنہ بنائے بیخا تھا۔

اُن چھوٹے ایششنوں پر ٹرین ایک منٹ سے زیادہ نہیں رکتی تھی!“

ظفر نے دفعتاً محسوس کیا کہ جن اُسے عجیب نظر وہ دیکھ رہا ہے!

”کیا بات ہے....!“ اس نے اُسے گھوڑ کر پوچھا۔

”برے خوب صورت لکتے ہیں اس ٹوپی میں....!“ جن مکرا کر بولا۔ ”سرخ گلاب بڑے  
باندرا ہیں!“

ظفر نے فٹ ہیٹ کے اگلے گوشے کو چھوٹے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا۔ کہ پشت سے نسوانی آواز آئی۔ ”اوہ تو تم یہاں آچھے ہو ظالم....!“

ساتھ ہی گاڑی بھی حرکت میں آگئی۔ ظفر چوپک کر مڑا۔

ایک بڑی خوب صورت ہی لڑکی دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ ظفر کے مڑتے ہی نہیں  
طرخ چوکی اور پھر اس کے چہرے پر۔۔۔ سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔

وہ آہتہ آہتہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ ”معاف کیجئے گا.... مجھے دھوکا ہوا.... میر اساتھی  
بالکل ایسے ہی لباس میں تھا....!“

”کوئی بات نہیں بیٹھ جائیے....!“ ظفر نے سامنے والی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اُسے  
گھوڑتی ہوئی سامنے آئی۔ جن ایک آنکھ بند کئے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس لڑکی  
کو دیکھ کر اس کی ڈاڑھی پکھ اور زیادہ گنجان ہو گئی ہو۔!

”آپ دونوں ساتھ ہی سفر کر رہے تھے....!“ ظفر نے لڑکی سے پوچھا۔

”مجھاں....!“ لڑکی نے جواب دیا۔

”اُرے اس کی کیا ضرورت ہے.... میں تو یو نہیں....!“ ظفر نے جملہ پورا نہیں کیا۔  
”نہیں میرے دوست....!“ اجنبی بولا۔ ”انکار کر کے تم ایک پہنی کا دل توڑو گے....!  
”اچھا.... اچھا....!“ ظفر مسکرایا۔

”ایک بات....!“ جن بولا۔ ”باس ذرا امیری ایک بات الگ سن لو!“

”ضرور.... ضرور....!“ اجنبی ان کے درمیان سے ہٹ گیا۔

جن نے ظفر کو کپارٹمنٹ کے دوسرے سرے پر لے جا کر آہتہ سے کہا۔ ”رقم نکال کر  
مجھے دیتے جائیے ورنہ لباس کے ساتھ رقم بھی جائے گی.... ہم نہیں جانتے کہ یہاں کے لوگ  
کیسے ہیں!“

”اچھا.... اچھا....!“ ظفر نے جیب سے پرس نکال کر اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا  
”در اصل مجھے ایک کوٹ کی ضرورت ہے.... سردی بڑھ گئی ہے.... تمہارے پاس تو اور کوٹ  
ہے میں صرف قمیض میں ہوں۔“

پھر دس منٹ کے اندر ہی انہوں نے آپس میں اپنے لباس بدل لئے تھے۔

”بیوی فل....!“ اجنبی اُسے نیچے سے اوپر نکد دیکھتا ہوا اچھل پڑا۔

”چار منگ....!“ جن ڈاڑھی کھجاتا ہوا بولا۔

”پرس چار منگ کہو....!“ ظفر نے تھقہہ لگایا۔

”اب ہم اطیمان سے گفتگو کریں گے۔!“ اجنبی بیٹھتا ہوا بولا۔

”میں سردار گلڈھ جا رہا ہوں....!“ ظفر نے کہا اور اپنی کھلائی شروع کر دی۔ اجنبی کے  
چہرے پر کبھی احقةانہ حریت کے آثار نظر آتے اور کبھی وہ بے حد مغموم دکھائی دینے لگتا۔  
ظفر کے خاموش ہوتے ہی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”تمہاری داستان بڑی پر درد ہے۔  
ایسے بے درد چچا کو دور سے سلام.... اللہ کی قدرت ہے کہ اجنبی لڑکیاں تو والد صاحب ثابت  
ہوں اور سگاچپا الیٰ تلا نکتی پر اُتر آئے۔“

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا عجیب دلیں ہے۔ دو ہستیوں سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور  
دونوں ہی عجیب ثابت ہوئیں۔ ایک وہ لڑکی تھی جس نے سر را ملازamt کا تنظیم کر دیا اور دوسرا  
یہ جوز برد تک اپنا قیمتی لباس اس کے معمولی قمیض اور پتلوں کے عیوض حوالے کر چلا ہے۔

”بس فتح کجھے... مجھے ضرورت ہی کیا ہے کہ آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتاؤں...!“  
اس نے کہا اور جمن سے فرانسیسی میں بولا۔ ”اس لڑکی کو اس طرح نہ گھورو... خون خوار معلوم  
ہوتی ہے!“

”مجھے غلطانہ سمجھو باس... میں تو تمہاری سلامتی کے لئے اُسے گھورتا رہا ہوں!“  
لوکی انہیں حیرت سے دیکھتی رہی۔ تین اندر ہیرے کا سینہ جیرتی ہوئی آگے بڑھ جادی تھی۔  
ظفر نے اپنے تھیلے سے ماٹھ آر گن نکالا اور بجائے لگا۔  
پھر ان کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی... اور وہ سردار گذھ پہنچ گئے تھے۔  
لوکی ان سے پہلے اتر گئی...! ظفر نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے شانے سکوڑے  
اور پھر جمن کی طرف دیکھنے لگا۔

”جلدی کجھے...!“ جمن بولا۔ ”ان اسٹیشنوں پر زیادہ دیر گاڑی نہیں ٹھہرتی!“  
دونوں نے اپنے اپنے تھیلے اٹھا کر کانڈھوں پر ڈالے اور پیٹ فارم پر اتر گئے...! ظفر پھر  
ماٹھ آر گن بجائے لگا۔

ماٹھ آر گن ہی بجا تھا ہوا گیت سے بھی گذر الاور باہر شیدہ میں پہنچنے کے بعد سوچنے لگا کہ اب  
کیا کرے۔ اتنے میں ایک رکشے والا قریب آکر بولا کہ وہ انہیں ہرے آرام سے ان کی منزل  
قصودہ کم پہنچا دے گا۔

ظفر نے جگہ کاتام لیا۔ لیکن جب وہا تھوں سے کھینچ جانے والا رکشا قریب لایا۔ تو ظفر پیچے  
ہٹ گیا۔

”بیٹھو ساب...!“ رکشا والا بولا۔  
”میں ہرگز نہیں بیٹھوں گا!“  
”میں ساب...؟“

”میرے ہی جیسا ایک آدمی مجھے کھینچتا پھرے۔ ہرگز نہیں!“  
”اُدے ساب اگر سب یہ سوچ تو ہم بھوکا مر جائے!“  
”پکھ بھی ہو...!“

”میرا خیال ہے کہ یہاں اس سواری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔!“ جمن نے چاروں طرف

”کیا وہ آپ سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا!“  
”میرا خیال ہے۔!“

”تب تو میرا خیال ہے کہ وہاپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا!“  
”کیا مطلب....!“

”پیچھے اسٹیشن پر وہ یہاں آیا تھا اور اس اسٹیشن پر اتر گیا...!“ اتنی ہی دیر میں مجھ سے اس  
تک بے تکلف ہوا کہ میرے لباس سے اپنا لباس بدل کر چلتا بنا...! میں نے اس کے لباس  
تحوڑی سی تعریف کر دی تھی....!“

”اوہ...!“ لڑکی ہاتھ ملی ہوئی مضطربانہ انداز میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

”آپ کچھ معموم نظر آرہی ہیں...!“ ظفر بولا۔

”اب گاڑی سردار گذھ ہی میں رکے گی...!“ لوکی نے کہا! شاید وہ اس موضوع پر  
گفتگو کرنا نہیں چاہتی تھی۔

”میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں...!“

”بھی نہیں.... شکریہ....!“ لوکی نے ترشی سے کہا۔

”آپ یقین کجھے...! اوہ میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔!“

”ہوں.... ہوں....!“ لڑکی نے سر کو جبکش دی اور دوسرا طرف دیکھنے لگی۔

”کچھ دیر خاموشی رہی پھر دفعتاً ظفر بولا۔“ آپ واقعی معموم ہیں، اس واقعہ پر....!“

”براؤ کرم خاموش رہئے مجھے آپ سے جان پیچان پیدا کر نکلی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔“

”جمن نے آنکھیں چھڑا کر اسے دیکھا اور پھر ظفر کی طرف دیکھنے لگا۔ ظفر کے پیڑے پر گی  
حیرت کے آثار تھے۔!

”اس نے کچھ دیر بعد کہا“ یہ پہلا ذہنی جھلکا ہے۔!

”کیا مطلب....?“ لوکی چوک کر اسے گھورنے لگی۔

”صرف تمہارے رویے میں مجھے محبت نہیں ملی۔ ورنہ ابھی تک یہاں کے لوگوں نے مجھے  
ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔!“

”یہاں کے لوگوں سے کیا مطلب.... کیا آپ یہاں کے نہیں ہیں!“

دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر بدقائق تمام یہ طے پایا تھا کہ رکشا والا پیدل ان کی رہنمائی کرے اور وہ اسے اس کی پورن اجرت دیں گے۔ جہاں انہیں جانا تھا وہ جگہ اشیش سے بہت دور چڑھائی پر تھی۔!

جن ہائپنے لگا تھا اور اس نے انسانیت اور انسان نوازی کے رحمات کو لاکھوں سلوامیں سنائی تھیں۔!

رسٹے والا انہیں ایک بڑی عمارت کے سامنے چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ سلاخوں دار چالک پر ایک آدمی موجود تھا۔ اس نے مسٹر میوری تک ان کی رہنمائی کی۔

وہ ایک جسم اور قد آور غیر ملکی تھا۔ شاید اتنی رات گئے چھتیسے جانے پر اس کے چہرے کی خشونت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔!

ظفر نے اسے وہ سفارشی خط دیا جو ایک لڑکی نے اپنے کسی شناس سے دلوایا تھا۔

مسٹر میوری نے اس خط کو شکمکین نظروں سے پڑھ کر سوال کیا۔

”کیا تم کل صبح نہیں آسکتے تھے....؟“

”رات کہاں گزارتے....؟“

”یہاں متعدد ہوٹل موجود ہیں....!“

”اگر مالی حالت اجازت نہ دے تو ان کا وجود بیکار ہے....!“

”ہوں....!“ وہ اسے تیز نظروں سے گھورتا ہوا غریباً چند لمحے اسی طرح گھورتا رہا پھر

بولا۔ ”تمہاری وضع قطع مجھے پسند نہیں آئی۔!“

”میں کام کرنے آیا ہوں، شوکس کی زینت بننے کے لئے نہیں۔!“

ٹھیک اسی وقت ایک لڑکی کرے میں داخل ہوئی اور ظفر اسے دیکھ کر چوک پڑا۔

یہ تو وہی لڑکی تھی جس سے کچھ دیر پہلے ٹرین پر من بھیڑ ہوئی تھی۔

”تم....؟“ وہ ظفر کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

”کیا تم اسے جانتی ہو....؟“ مسٹر میوری کے لباس میں حرمت تھی۔

”یہ وہی آدمی ہے جس کا تذکرہ میں نے آپ سے کیا تھا۔!“

”کیا مطلب....؟“

”مطلوب یہ کہ مجھے اس پر اس کا دھوکا ہوا تھا۔ کیا آپ نے ابھی تک اس کے لباس پر غور نہیں کیا....؟“

میوری کی بھنوں سکر گئی تھیں اور وہ ظفر کو کسی شکاری کتے کی طرح گھورے جا رہا تھا۔

”تم دونوں بیچ کر نہیں جاسکتے۔!“ وہ سانپ کی طرح پھٹک کر اس کے

”لک... کیا مطلب....؟“ ”جن ہکلایا۔“

”نہیں پکڑ لو....!“ دفعتاً میوری کی دہائی سنائی دی اور چار آدمی مختلف دروازوں سے نکل کر ان کی طرف جھپٹے۔ ان دونوں کو سنجھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ ملتا بھی کوئی نکر بات ہی نہیں پڑے تھی۔ وہ جکڑ لئے گئے۔ میوری نے ان کے ہاتھ پشت پر بندھوادیے تھے۔!

”اب بتاؤ....!“ وہ انہیں حقارت سے دیکھتا ہوا بولا۔

”میں کیا بتاؤں....!“ ظفر بھی آپ سے باہر ہوتا ہوا بولا۔ ”تم بتاؤ کہ تم سب نے ہوش مندی کا جامہ کیوں اتار پھیکا ہے۔!“

”یہ اسی کی پیش کش تھی....! میں نے تو صرف اس کے لئے پسندیدگی کا اعلیہ کیا تھا۔!“

”تم ابھی کچھ بات اگلی دو گے....! تشدید میرا محبوب مشغله ہے۔!“

”لل... لیکن باس....!“ لڑکی بولی۔ ”آپ کو دو آدمیوں کی آمد کی اطلاع پہلے مل چکی تھی۔!“

”سب کچھ ممکن ہے.... ان لوگوں کا پلان پیچیدہ بھی ہو سکتا ہے۔!“ میوری نے ظفر کے

چہرے پر نظر جھانے ہوئے کہا۔

دفعاتا جن نے فرانسیسی میں ظفر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”دماغ ٹھنڈا رکھو پہنچ نہیں یہ کیا پکھے۔!“

ظفر نے بھی فرانسیسی ہی میں جواب دیا۔ ”میں بالکل ٹھیک ہوں، لیکن مجھے تجھ سے شکوہ ہے...! میں کبھی تیرہی ڈاڑھی کے حق میں نہیں رہا۔ لوگ خواہ خواہ ٹک کرتے ہیں۔ ڈاڑھی ٹو گیوں کا نشان ہے ایک ہی کے لئے ضروری نہیں۔!“

”اوہو....!“ تم فلسفے کی طرف جا رہے ہو بسا۔... اور یہاں مارے خوشی کے میرا پیشتاب خطا ہونے والا ہے۔!“

”تم لوگ کیا کواس کر رہے ہو....!“ دفعتاً میوری بھی فرانسیسی میں گرجا۔

”اب ہم اٹالوی میں گفتگو کریں گے....!“ ظفر نے مسکرا کر اس سے کہا۔

”چھڑے کے چاکوں سے تمہاری کمال گردادی جائے گی۔!“

”آخر تم چاہتے کیا ہو....؟“

”چی بات اگل دو....!“

”تم میرے کاغذات دیکھ سکتے ہو۔ میرے بیگ میں تمہیں مل جائیں گے ہر طرح اطمینان کرو۔“

”کون سائیگ ہے تمہارا...!“

ظفر نے فرش پر پڑے ہوئے بیگوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

میوری نے خود ہی آگے بڑھ کر اسے اٹھایا تھا اور میز پر الٹ دیا تھا۔ اس کیچھ بھال میں در

منٹ گذر گئے....! ظفر اور جن اسی طرح کھڑے رہے۔!

میوری نے کاغذات ایک طرف رکھ کر طویل سانس لی اور ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

”کاغذات درست معلوم ہوتے ہیں اور میں ہوائی کمپنی سے بھی تصدیق کر سکتا ہوں۔!“

”جلدی سے کروں....!“ جن تر سے بولا۔ اب بھوک لگ رہی ہے۔! ہم صحیح تھے کہ تم

مہماں نوازی کا شوت دو گے.... لیکن....!“

”خاوش رہو....!“ میوری ہاتھ اٹھا کر غریا اور لڑکی کی طرف مڑ گیا۔

”وہ کس ایشیشن پر تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔!“

”سرکنڈی ایشیشن پر....!“

”تھا تھا....!“

میوری ان دونوں کی طرف مڑ کر پھر ظفر کو گھورنے لگا۔

” عمران سے تمہارا کیا تعلق ہے....؟“

”کس سے....؟“

”علی عمران سے....!“

”میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے....!“

”تم اتنے گدھے تو نہیں معلوم ہوتے کہ دو منٹ کی ملاقات میں کسی سے اپنے کپڑے

بدل لو۔!“

”لیکن وہ تو بالکل گدھا تھا....! عقلمندی مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ میں ایک سوتی قمیش اور

پہن میں تھا۔ یہ گرم سوت ہے.... اور ٹوپی تو بالکل ہی مفت پڑی ہے....!“

”در اصل تم احمق ہو....!“ میوری لڑکی کی طرف مڑ کر دیا۔

”مم.... میں.... کیوں.... باس....!“

”اس لئے کہ تم اسے بھلانے رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اسے تم پر شہر ہو گیا.... اور وہ

”مردوں کے دہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی تمہیں جل دے کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔!“

”لڑکی ہوتوں پر زبان پھیز کر رہ گئی....!“

”ان دونوں کے ہاتھ کھول دو....!“ میوری نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”فی الحال مجھے دیکھنا پڑے گا.... تمہارے قیام کا بندوبست ایک ہوٹل میں کیا جا رہا ہے....“

”اٹھ رہو کرنے سے پہلے تمہیں بچھو دن آرام تو کرتا ہی چاہئے....!“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہماری مالی حالت اس قابل نہیں۔!“

”آخر بات ہماری فرم برداشت کرے گی....! باہر گاڑی موجود ہے۔ میرا آدمی ساتھ

جائے گا.... اور تمہارے قیام کا انتظام کر دے گا۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتا.... یہ پاگوں کا دنیس ہے....!“ جن اپنی بے ترسیب ڈاڑھی پر ہاتھ

بھیڑتا ہوا بولا۔

”یا مطلب....?“

”مجھے تو یا معلوم ہوتا ہے جیسے میں نے لندن کے ہوائی اڈے سے کوئی خواب شروع کیا ہو

”اب ہو جا بک جاری ہو....!“

”پتہ نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو....!“

”انہیں توقع تھی کہ ان کے چچا انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، لیکن انہوں نے قریب قریب

”لگھنے دلو کر گھر سے باہر کر دیا۔... پھر ایک رحم دل لڑکی ملی جس نے ملازمت کا انتظام کر دادیا

”... مگر ایک فرشتہ ملا جس نے سوتی لباس اتردا کر اپنا گرم سوت پہن دیا۔... اور.... آخر کار تم

”سے اس اس بر تاؤ کیا جیسے ہم تمہارے مکان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہوں....!“

”خُم کرو....!“ میوری ہاتھ اٹھا کر بولا ”مجھے حالات کا اندازہ ہے....!“

انہوں نے پورا دن بستروں پر پڑے رہ کر گزار دیا۔ شام کو جن نے مشورہ دیا کہ انہیں سچ سچ  
اپنی وضع قطع بدل دینی چاہئے۔

”کیوں....؟“ ظفر بھنا کر بولا۔

”مسٹر میوری یہی چاہتے ہیں....!“

”مسٹر میوری کو ہماری ذاتیات سے کیا غرض!“

”جناب عالی....! اگر آپ لندن میں بھی ملازمت کرنا چاہتے تو وضع قطع بدلنے کا مسئلہ  
ہاں بھی درپیش ہوتا....!“

”ہوں...!“ ظفر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تو تجھے اپنے چہرے کا جگل بھی صاف کرانا پڑے گا۔!“

”یقیناً جناب.... جب حالات یہ ہوں کہ ڈاڑھی والے کپڑے جائیں مونچھ والوں کی خطاطر  
تب تو اس کا نہ رہنا ہی بہتر ہو گا۔!“

وہ ایک اصلاح ساز کی دکان پر پہنچ چھے اور جن کی ڈاڑھی صاف ہو گئی تھی اور ظفر نے اس  
کے گالوں پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”کاش میں تمہیں اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے  
کی اجازت دے سکتا....!“

ظفر کے ہالوں کی درستگی میں خاصا وقت صرف ہوا اور وہ تقریباً نو بجے تک ریالڈ و اپس پہنچ  
سکے۔ ادا بکنگ ہال سے گذرنے وقت ظفر کے پیر ٹھنک گئے۔!

”جن.....!“ وہ نیزی سے جمن کی طرف مڑا۔

”جیسیں جناب عالی....!“

”جیسیں کے بنج وہ دیکھو....!“

”لبنکو تیچ پلیز....!“

”اچھا.... اچھا.... وہ دیکھ سامنے....!“ ظفر نے ایک سمت اشارہ کیا اور جن بھی جہاں تھا  
وہیں رہ گیا۔

ایک میز پر وہی آدمی نظر آیا۔ جس نے پہلی رات ٹرین پر ظفر سے لباس کا تبادلہ کیا تھا۔  
اس وقت وہ خاصا لکھ نظر آ رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر آس کریم کے بہت سے کپ

رکھ کر ہوئے تھے اور وہ خود ایک چھوٹی ہلوری نگل سے فضائیں صابن کے بلیے اڑا رہا تھا۔

دوسری صبح دہر بیالڈ و میں ناشستہ کرتے وقت بے حد خوش نظر آرہے تھے۔

یہ سردار گلڈ کے اچھے ہولوں میں سے تھا۔ پہلی رات یہیں ان کے قیام کا نظم ہو گیا۔

تھا اور وہ اخراجات کی طرف سے بے نیاز سے ہو کر خوش خوار کی کائنات دیتے رہے تھے....!

جن کا خیال تھا کہ یا تو وہ دونوں خود ہی پاگل ہو گئے ہیں یا پھر یہ پاگلوں کی سرزی میں ہے....!  
بھی متا ہے انوکھا....!

البتہ ظفر کی پیشانی پر شکن تک نہیں تھی۔!

”اگر پاگل پن خطرناک نہ ہو تو دلچسپ ہوتا ہے۔!“ ظفر نے کہا۔

”یعنی.... یعنی.... آپ کے ذہن پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ہے، ان حالات کے تحت....!“

”اس قسم کے حالات اسی زمین پر اور اسی آسمان کے نیچے جنم لیتے ہیں لہذا کسی پر جرم  
ظاہر کرنا یا کسی سے بدلت ہو جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں....!“

”تو پھر ہمیں کیا سوچنا چاہئے۔!“

”یہی کہ آنے والا لمحہ بھی ہمارے لئے دلچسپ ہی ہونا چاہئے۔!“

”تب تو مجھے یقین ہے!“ جس ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”آپ زندگی بھر شادی نہ کریں  
گے۔!“

”کیا مطلب.... ابے یہاں شادی کا کیا تذکرہ....!“

”لبنکو تیچ پلیز.... مجھے ابے پر اعتراض ہے....!“

”سوری.... ابے واپس لیتا ہوں....! ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا مسٹر جیسیں کہ آپ کے  
ان حالات میں میرے شادی کرنے یانے کرنے کا خیال کیوں آیا....?“

”میں نے سنا ہے کہ یہاں اس ملک میں عورت اور مرد شادی کے بغیر ایک ساتھ نہیں ہے۔  
سکتے....!“

”مجھے بھی یہی اطلاع ملی تھی....!“ ظفر نے کہا اور پھر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔!

”میں تم سے تھق نہیں ہوں میرے دوست... یہ سو فیصد بھیڑ کا دودھ ہے... میں آس کریم پر اتھارٹی ہوں... ذاکر فرام یونورٹی آف نبراسکا...!“

فتھر نے زور سے میز پر ہاتھ مارا اور خوب رواحق اچل پڑا۔

”بے تو بھیڑ کے دودھ کی نہیں ہو سکتی...!“ اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

”میا تم نے مجھے پہچانا نہیں...!“ ظفر کا بھجت تھا۔

”کنیو شس کا قول ہے کہ پہلے خود کو پہچان پھر سرال والوں کو پہچانے کی کوشش کر... میاں تمہارا نمبر تو بہت دیر میں آئے گا...!“

”باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو... میں وہی ہوں جس سے چھپلی شام تم نے نرین پر لباس تبدیل کیا تھا...!“

”کنیو شس نے یہ بھی کہا ہے کہ نیکی کرو... اور بھول جاؤ.. لہذا ب مجھے کچھ بھی یاد نہیں...!“

”میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ لوگ محض تمہاری وجہ سے ہم دونوں پر تشدد کر بیٹھتے تھے...!“

”میری وجہ سے...!“ خوب رواحق نے الوں کی طرح دیدے نچا۔

”تمہارا نام علی عمران ہی ہے تا...!“

”افسوس...!“ عمران نے مھٹدی سانس لی۔

”کیا مطلب...?“

”تم ضرور میری سرال والوں سے مکار گئے تھے...!“

”مسٹر میوری اور تمہاری سرال والے... ہونہے...!“

”مسٹر میوری...!“ احمق کی آنکھوں میں کسی قدر تشویش کے آثار نظر آئے۔

”مسٹر میوری...!“ تھر میں شیر دل روڑ پر رہتے ہیں...!“

”تھر میں شیر دل روڑ پر...؟ لیکن تم وہاں کیوں کر جائیںچے...!“

ظفر بڑی تیزی سے گذشتہ رات کے واقعات یہاں کرتا چلا گیا...!

احمق کے چہرے پر کبھی حیرت کے آثار نظر آتے اور کبھی وہ خوف زدہ دھکائی دینے لگتا۔

ظفر کے خاموش ہوتے ہیں بوکھلائے ہوئے بجھ میں بولا ”پتہ نہیں کیا چکر ہے... میں نے

چہرے پر حماقت آمیز مخصوصیت دور سے بھی نظر آکتی تھی۔!

ظفر اس میز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ جمن نے اس کا بازو پکڑ لیا۔!

”دیکھئے... آپ پھر غلطی کرنے جا رہے ہیں...!“

”کیا مطلب...?“

”ہمیں اب ان کے ساتھ نہ پایا جانا چاہئے۔!“

”میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ قصہ کیا ہے...?“

”جناب عالی ہوش میں رہنے...!“

”تم گدھے ہو...!“

”مجھے آپ کے طرز تھا طلب پر اعتراض ہے...!“

”جہنم میں جاؤ...!“

ظفر اس سے بازو چھڑا کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

جن کے چہرے پر جھنجڑا ہٹ نظر آئی اور وہ لاپرواںی کے اظہار میں شانوں کو جنش دے کر اقاومتی کرے کی طرف چل پڑا۔

ظفر بڑی متانت کے ساتھ چلتا ہوا اس میز تک آیا جس پر سے صابن کے بلبلے اڑائے جا رہے تھے۔

وہ احمد اس شغل میں الجھا ہوا تھا کہ اس نے ظفر کی طرف توجہ نکلنے دی۔

ظفر بڑے اطمینان سے سامنے والی کرسی پر نہ صرف بیٹھ گیا بلکہ آس کریم کے پیالوں کا بہ نظر انتقال جائزہ لینا بھی شروع کر دیا۔

ایک پیالے سے چھوڑی سی چکھی اور چچے اس میں ڈال کر دوسرے پیالے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

خوب رواحق بدستور بلبلے اڑائے جا رہا تھا۔ اور اس نے ظفر کی طرف ہنکھیوں سے دیکھ کر آہستہ سے پوچھا۔ ”بھیڑ کے دودھ کی پیتا...!“

”اوں... ہوں...!“ ظفر نے دوسرے پیالے سے پکھے کر اپنے سر کو منقی جنش دی۔

پھر احمد کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”گھری ہی کا دودھ ہو سکتا ہے۔!“

”سنواں وقت ظفر ڈاکٹنگ ہال میں اسی آدمی کی نیبل پر موجود ہے جس نے پچھلی رات  
انے مصیبت میں پھنسایا تھا...!“

”آپ کون میں مادام...؟“

”مسٹر میوری کی سیکرٹری جس نے پچھلی رات تم لوگوں پر تشدد نہیں ہونے دیا تھا۔!“

”البھلیا بھی تو تھا آپ ہی نے محترمہ...!“

”خیر ختم کرو...! تھہار اساتھی جس آدمی کی لیز پر اس وقت موجود ہے وہ مسٹر میوری کے  
کاروباری حریف کا بیکٹ ہے... اور مسٹر میوری کو نقصان پہنچانا پاہتا ہے۔!“

”یہ تو بہت بُری بات ہے مادام...!“ جن نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”ہے نا...!“

”یقیناً مادام... اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔!“

”کسی طرح اسے باہر لاو...!“

”آپ کہاں سے بول رہی ہیں...؟“

”کہیں آس پاس ہی سے...!“

”اچھا... دیکھئے میں کوشش کرتا ہوں۔!“

”مسٹر میوری تھہارے اس کام سے بہت خوش ہوں گے۔!“

”اچھی بات ہے...“ جن نے کہا اور دوسرا طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن  
کر خود بھی ریسیور کھ دیا۔

اس نے حایی تو بھری تھی لیکن سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اسے کس طرح ہو گی کی عمارت سے  
باہر لے جائے گا۔ اپنی گدی سہلا تا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور ڈاکٹنگ ہال کی طرف چل پڑا۔

## O

”مسٹر میوری تم سے کیا چاہتے ہیں...؟“ ظفر نے خوب رواح حق سے پوچھا۔

”میں کہتا ہوں... تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ درنے اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔!“

”عرصہ سے کوئی لڑکی نہیں دیکھی...!“

”تھہار انام علی عمران نہیں ہے...!“

” بلاشبہ میر انام ہی ہے...!“

”تب تو مسٹر میوری کے تیور ہی خطرناک تھے۔!“

”میں کسی مسٹر میوری کو بھی نہیں جانتا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔ اگلی باتوں سے تو معلوم ہوتا تھا جیسے تھہارے خون کے پیاسے ہوں۔!“

”چھوڑو ختم کرو...!“

”اس نے کہا ہے کہ ہمیں اس کے اخراجات پر کچھ دن آرام کرنا چاہئے۔!“

”تب تو میاں تم چلتے پھرتے نظر آؤ... میرے قریب تھہار اپنا جاتا تھہارے حق میں بھی  
معز ہو گا۔!“

## O

جن نے کمرے میں پیچ کر بڑی مایوسی سے اپنے شفاف گالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے حالات کو  
ایک گندی سی گالی دی اور بست پر اونڈھا لیٹ کر مستقبل کے بارے میں ڈراؤنے خواب دیکھنے لگا۔

دفعٹا فون کی گھنٹی بجی اور جمن اچھل پڑا۔

بڑھ کر ریسیور انھیا... دوسرا طرف سے آپ ٹریکی آواز سنائی دی۔

”ظفر الملک صاحب...!“

”تو... جیمن اسپیلنگ۔!“

”ہولڈ آن کیجھے...!“

وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نسوانی آواز آئی۔ ”بیلو جیسن...!“

”ایٹ یور سروس مادام...!“

جمن نے فرانسیسی ہی میں اُسے فون کال کے بارے میں بتایا۔  
عمران اس دوران میں بالکل ایسے ہی انداز میں بیٹھا نہیں دیکھتا رہا تھا جیسے وہ گونے آدمیوں  
کی بے معنی آوازیں سنتا رہا ہو۔!

ظفر سوچ میں پڑ گیا اور جمن وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً عمران نے اس سے کہا۔ ”آپ بھی تشریف  
رکھئے جناب عالیٰ...!“

”شش شکریہ... موسیو... میں ذرا جلدی میں ہوں۔!“ جمن نے معدودت طلب انداز  
میں کہا۔ اور ظفر سے فرانسیسی میں بولا۔ ”میا خیال ہے...؟“

”میرا فرض ہے کہ اس شریف آدمی کو حالات سے آگاہ کر دوں۔!  
”بھیک مانگنے کے لئے تیار ہے گا۔!“

”کچھ بھی ہو....!  
”اچھی بات ہے... میں تو کمرے میں واپس جا رہا ہوں۔!  
”بالکل چلے جاؤ...!“

جمن کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نظر آئے اور وہ بڑی تیزی سے دوسری طرف  
ڑیا۔

عمران پھر صابن کے بلبلے اڑانے لگا تھا۔ ہال کے متعدد لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔  
ظفر نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم نظرے میں ہو، میرے دوست...!“

عمران ٹکلی کو ہوتونوں سے نکال کر مسکرا دیا اور فرانسیسی ہی میں بولا۔ ”تم مجھے باہر لے چلو...  
میں چاہتا ہوں کہ تمہاری نوکری کی ہو جائے۔!  
”اوہ...!“ ظفر نے مٹھیاں بھینچ کر طویل سانس لی۔

عمران آہستہ سے بولا۔ ”کھڑے ہو جاؤ اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرح اٹھانے کی کوشش کرو  
جیسے میں یہاں سے اٹھنے کے سلسلے میں تم سے متفق نہیں ہوں...!  
”میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس چکر میں پڑ گیا ہوں۔“ ظفر کے لمحے میں جھنجھلاہٹ تھی۔!

”تمہاری مرضی... میں تو تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔!“ عمران بولا۔  
”تو کیا تم میرے ساتھ باہر چلو گے...!“

”مجھے اس کی پرواہ نہیں...! تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ، لیکن میں تم سے  
یہ ضرور ہی پوچھوں گا کہ تم نے از راہ خلوص مجھے اپنا گرم سوٹ عطا کیا تھا یا حقیقتاً میری آڑ لے کر  
اپنی گردن بچانا چاہتے تھے۔!“

”ایک بھی دوسرے بھی سے اس قسم کے سوالات کرے۔ خدا کی شان۔!“ عمران ٹھنڈی  
سانس لے کر بولا۔

”بھلا ایک بھی سے کسی کی دشنی کیوں ہونے لگی۔ مسٹر میوری تمہارے خون کے پیاس  
کیوں ہیں۔!“

”یقین کرو پیارے کہ یہ نام ہی میرے لئے بالکل نیا ہے۔!  
”اچھا یہ بتاؤ کل تم نے ٹرین پر کسی لاکی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی تھی۔!  
”مم... مجھے شرم آتی ہے لڑکوں سے...!“ عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت میں  
شرم کی سرخی کا بھی اضافہ ہو گیا۔

”تمہیں... شرم آتی ہے...!  
”عمران نے بدھوؤں کی طرح سر کو اشتابی جنمیں دی اور ظفر اسے شرات آمیز نظرؤں سے  
دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً جمن کی آمد نے اسے چوٹ کا دیا۔ جمن کے چہرے پر بدھوای طاری تھی...!  
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُسے کوئی بہت ہی خوف ناک اطلاع دینے آیا ہو۔

”کیا بات ہے...؟“ اس نے اُسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔  
”میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔!  
”سوڈا چینے...!  
”کمرے میں چلنے...!  
”کیا بکواس ہے...؟“

”تمہائی ہی کی وجہ سے تو پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔!  
”نہیں میں یہیں نہیوں گا۔!  
”اٹھ جائیے نظرہ ہے...!“ جمن نے فرانسیسی میں کہا۔  
”کیا خطرہ...؟“ فرانسیسی ہی میں سوال کیا گیا۔

"یقیناً....!"

"میں تمہیں آگاہ کر دوں گا کہ ان لوگوں کی بچپنی رات والی گفتگو سے میں نے تبی اندازہ لگایا تھا کہ میوری اُس لڑکی کے ذریعہ تمہیں کسی جاں میں پھانسا چاہتا تھا.... وہ تمہیں صرف اتنی دیر تک الجھائے رکھتی، جتنی دیر میں میوری کے آدمی دہل پہنچتے....!"

"لڑکیوں سے شرمناالگ چیز ہے لیکن ان کے ہاتھوں قتل ہو جانا اردو شاعری کی بہترین روایات میں سے ہے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"اچھی بات ہے.... تو انھوں نے اور چلو میرے ساتھے....!"

ظفر نے انھے کراس کا ہاتھ پکڑا اور باہر لے جانے کے لئے کرسی سے اٹھانے لگا۔

عمران کے چہرے پر پاکی جانے والی محنت کچھ اور گھری ہو گئی تھی۔

وہ صدر دروازے سے گذر کر باہر نکلے۔!

عمران بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔ "اگر تم یہاں پہلی بار آئے ہو تو برف باری ہونے نکل شہر دو.... بڑا مزا آتا ہے۔!"

"میں یہاں قیام کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" ظفر نے بھی اونچی ہی آواز میں کہا۔ "تم سمجھتے ہو کہ میں سردی برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ اپنی عمر کا پیشتر حصہ سر دملکوں میں گزارا ہے۔"

"تم ایک گھنٹے تو کھڑے نہیں رہ سکتے، باہر کی کھلی فضائیں۔!" عمران بولا۔

"تھی ثابت کرنے کے لئے ہم باہر آئے ہیں! بتاؤ میں کہاں کھڑا ہو جاؤں....!"

"اور آگے چلو.... یہاں ہوٹل کی روشن کھڑکیاں تمہارے جسم میں گرمی پہنچا سکتی ہیں۔!"

"میں کہہ چکا ہوں جہاں جی چاہے چلو....!"

وہ چلتے ہوئے ہوٹل سے کافی دور نکل آئے.... روشنی کی حدود سے بھی دور ہو چکے تھے.... ظفر کا دل بڑی تیزی سے وھڑک رہا تھا۔

آنے والے لمحات معلوم نہیں کن حالات سے دوچار کریں۔

"بس یہیں رُک جاؤ....!" عمران دفعٹا بولا۔

پھر سنائے میں ایک فائر کی آواز گوئی اور دونوں ہی بڑی بھرتی سے زمین پر لیٹ گئے۔!

چاروں طرف گہری تاریکی تھی اور فائر کی آواز کے بعد سے جھینگروں کی جھائیں جھائیں پہنچنے اور واضح محسوس ہونے لگی تھی۔!

دفعتاً بائیں جانب سے کسی نے ظفرالملک پر چھلانگ لگائی اور وہ بے ساختہ بول پڑا "ارے ارے یہ میں ہوں....!"

اور اسی بوکھلاہٹ کے عالم میں اُس نے فائروں کی متعدد آوازیں سنیں۔

ظفرالملک پر چھلانگ لگانے والے دوستے....! ایک نے اسے دبوچ رکھا تھا اور دوسرا اس کا گا گھونٹ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوئی گئیں....! اور پھر وہ پوری طرح اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔

دوبارہ ہوش میں آنے پر اُس نے خود کو اجائے میں پلائی، لیکن اس کرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

وہ انھے بیٹھا.... بستر آرام دہ تھا.... دفعٹا پشت سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔... وہ چوک کر مڑا.... میوری کی سیکرٹری کرے میں داخل ہو رہی تھی۔!

ظفر کو تباہ آگیا۔ اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "تم سب عقل سے کورے ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ہو گیا۔!" لڑکی نے کہا وہ بھی بہت زیادہ فکر مند معلوم ہوئی تھی۔!

"یہ ملازمت میری سمجھ میں نہیں آئی.... مس....!"

"تمیلما میر امام ہے.... جتنی جلد ممکن ہو، یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ مسٹر میوری سمجھے

نہ نہ چھوڑیں گے....!"

"کیا مطلب....?"

"پر لوگ اتنے گدھے ثابت ہوئے ہیں کہ....!"

"میری بات کا جواب دو.... یہ کیسی ملازمت ہے۔?"

"ملازمت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.... بس تم جلدی سے چلے جاؤ۔!"

"میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا۔!"

"پلیز....!" وہ دہلی نسی ہو گئی۔

”اگر تم نے اس معاملے کو صاف نہ کیا تو....!“

”اچھی بات ہے تو یہاں سے چلو.... تمہارا اس عمارت میں پالیا جانا میرے لئے بے حد ہے کن ثابت ہو گا....!“ اس نے ظفر کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

ظفر تقریباً گھنٹاہی ہو اعمارت سے باہر آیا تھا۔

”لیکن یہ وہ عمارت تو نہیں تھی جہاں پچھلی رات مسٹر میوری سے ملاقات ہوئی تھی!“

اس نے سوچا کہ اس وقت وہ جہاں بھی جائے گا، راستے اچھی طرح ذہن نشین کرتا رہے گا وہ ایک چھوٹی کار میں بیٹھے گئی.... اور دوسرا طرف کا دروازہ اُس کے لئے کھول دیا۔

ظفر اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”کیا وقت ہوا ہے، تمہاری گھری میں میری گھری بند ہو گئی ہے!“

”گیارہ....!“ تھیلما نے جواب دیا اور گاڑی کا انہیں اشارت کرتے ہوئے کہا۔ ”مسٹر میوری کا غصہ خوف ناک ہوتا ہے....!“

”میں صرف اس بناء پر اُن سے مر عوب ہونا قبول کروں گا کہ مجھے ان کے لئے کام کرنا ہے۔“ ورنہ کسی کا بھی غصہ میرے لئے خوف ناک نہیں ہو سکتا!“

گاڑی تیز فردا سے کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی!“

ظفر پوری طرح ہوشیار تھا کہ راستوں کو سمجھ سکے...! بالآخر گاڑی ایک چھوٹے سے ہٹ کے قریب پہنچ کر رکی!“

”بس بیٹھ اترتا ہے....!“ تھیلما گاڑی سے اترتی ہوئی بولی اور ظفر کے اترتے اترتے ہٹ کے دروازے تک جا پہنچی۔

ظفر نے قفل میں کنجی گھونٹنے کی آواز سنی تھی۔ اُوہ تیزی سے اس کے قریب پہنچا۔ وہ دروازہ کھول بچکی تھی۔ اندر انہیں اتھا۔ تھیلما نے تاریخ روشن کی اور شمع دان پر رکھی

ہوئی تین بیٹیاں جلا میں، جو اس چھوٹے سے کمرے کو روشن رکھنے کے لئے کافی تھیں!“

”بیٹھ جاؤ....!“ اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”یہاں کھانے کو بھی کچھ مل سکے گا۔ یا نہیں....!“ ظفر نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں.... کیا بھوک لگ رہی ہے....?“

”رات کا کھانا کس کم بخت کو نصیب ہوا ہے!“

”پہ تو بہت نبڑی سنائی!“

”فکر نہ کرو.... میں تو اپنی الجھن رفع کرنا چاہتا ہوں۔!“

”تمہاری الجھن....؟“ وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی طویل سانس لے کر بولی۔ ”تمہاری الجھن یہ ہے کہ اُن لوگوں نے اُسے پکڑنے کی بجائے تمہیں پکڑ لیا!“

”نہیں.... مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ میں ایک دوا ساز فیکٹری کو سپر دائز کروں گا.... لیکن مجھ سے اس قسم کے کام لئے جا رہے ہیں۔!“

”تمہیں وہی کرتا ہے جس کے لئے آئے ہو یہ تو محض اتفاق تھا!“

”اور اب میں ایسے کسی واقعہ سے دوچار نہیں ہونا چاہتا!“

”قطیع نہیں.... وہ ایک سبھری موقع تھا اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی تھی۔“

”آخرو ہے کیا بلا....؟“

”ایک خطرناک آدمی.... ہمارے باس مسٹر میوری کا جانی دشمن....!“

”لیکن وہ تو بالکل گدھا معلوم ہوتا ہے....!“

”گدھا تو مجھے بھی معلوم ہوتا ہے لیکن مسٹر میوری کا خیال ہے کہ وہ بھیڑ کی کھال میں بھیڑا ہے.... ہو سکتا ہے ان کا خیال درست بھی ہو۔ اب میں دیکھو کہ ہمارے آدمی اس کی بجائے تمہیں پکڑ لائے!“

دفعہ دروازہ آواز کے ساتھ کھلا اور دونوں چوپک پڑے....!

خوب رواحی ان کے سامنے کھڑا اس طرح پکیں جمپکارہا تھا۔ جیسے غلطی سے کسی اجنبی کے مکان میں داخل ہو گیا ہو۔!

”تم....!“ ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”تم کام اتم نے تو.... پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو....!“ احمد نے بُر امان جانے کے لئے انداز میں کھلے

”ک..... کیا.... مطلب....؟“ ظفر ہکلایا۔

”چھا بھلا ریالڈو میں بیٹھا تھا۔ تم نے ٹھنڈک میں کھڑے رہنے کے مقابلے کے لئے

دونوں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔  
 ”ہمیں واپس چلتا چاہئے...!“ تھیلما کلائی کی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔  
 ”چلے...!“ عمران کرسی سے اٹھ گیا۔  
 ”میا مطلب....؟ تھیلما چوک کر بولی۔  
 ”آتے وقت ذگی میں آیا تھا... اب پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر چلوں گا...!“  
 ”اوہ... یعنی کہ ہماری گازی.... کی ذگی میں...!“ ظفر بوكھلائے ہوئے بجھے میں بولا۔  
 اور عمران نے معموم انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا۔ ”بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ بس گھڑی  
 بن جاتا پڑتا!“  
 ظفر اور تھیلما نے بی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر یہ یک ظفر کو غصہ آگیا۔  
 ”نہیں.... تم ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے!“  
 ”ضھول باتیں نہ کرو...!“ تھیلما تھوک نگل کر بولی۔ ”باہر اسکے آدمی موجود ہوں گے۔!“  
 ”آپ کو کسی قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ...!“  
 دفعتاً تھیلما کھانے لگی.... اتنا شدید دورہ تھا کہ کھانتے کھانتے دوہری ہوتی جا رہی تھی۔  
 ایک بار وہ سیدھی ہوئی تو ظفر بے ساختہ اچھل پڑا۔ کیونکہ اس نے اس کے ہاتھ میں  
 اعتشار یہ دوپائچ کا چمک دار پستول دیکھا جس کا رخ عمران کے سینے کی طرف تھا۔  
 غالباً یہ پستول اس نے کھانتے کھانتے اپنے بلاوز کے گریبان سے نکالا تھا.... اور شاید  
 کھانیوں کا یہ دورہ بھی بناوٹی ہی تھا۔  
 ”اپنے ہاتھ اور انخواہ...!“ اس نے عمران سے کہا۔  
 لیکن عمران احمقانہ انداز میں مسکرا تارہ۔  
 ”میں کہتی ہوں اگر تم نے اپنی جگہ سے جنبش کی تو میں فائز کر دوں گی...!“  
 ظفر دم بخود کھڑا دیکھتا رہا.... اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔!  
 اچانک تھیلما نے ظفر سے کہا۔ ”اس کے ہاتھ پر اس کی اپنی نالی سے باندھ دو...!“  
 ”اے.... نہیں.... یہ مذاق کر رہی ہیں۔!“ عمران بولا۔  
 ”اس کے کہنے میں نہ آؤ...!“ تھیلما غرائی۔ ”اگر تم اس کے ہتھے چڑھ گئے تو پتہ نہیں ہمارا۔

دعوت دی.... اور اس طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔!  
 ”تم کہاں تھے....؟“  
 ”میں پہلے وہاں گیا۔... باہر کھڑا انتظار کرتا رہا۔... تم دونوں باہر نکلے لیکن جب تک میں  
 قریب پہنچا.... گاڑی میں بیٹھ کر.... زوں....!“  
 ظفر نے تھیلما کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے خلک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ چہرہ دھواں  
 ہو گیا تھا۔  
 ”یہ تمہاری والاف ہیں....؟“ عمران نے احمقانہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔  
 ”نہ.... نہیں تو....!“  
 ”تب تو یہ بہت بُری بات ہے....!“  
 ”کیا مطلب....!“  
 ”مطلب جانیں میرے والد صاحب جن کا قول ہے کہ دو جوانوں کو تھا نہیں ہونا چاہئے۔  
 زکام ہو جاتا ہو گا غالباً۔“  
 ”تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟“ ظفر جھلا کر بولا۔  
 ”اب تو ٹھنڈک میں کھڑے رہنے کا مقابلہ ہو کر رہے گا۔ نکلو باہر.... یہ بھی مقابلے میں  
 شریک ہونا چاہیں تو انہیں بھی چیلنج ہے میری طرف سے....!“  
 تھیلما نے ظفر کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔!  
 ”تم واقعی خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“ ظفر منہیاں بھیجن کر بولا۔ ”لیکن تم ہمارا کچھ  
 نہیں بگاڑ سکتے۔“  
 ”میں بگوڑی بنانے والوں میں سے ہوں۔ کسی کا کچھ بگاڑنا میرے مسلک کے خلاف ہے۔  
 کفیو شس نے کہا تھا.... کیا کہا تھا....؟“  
 ”وہ ٹھوڑی پر الگی رکھ کر سوچنے لگا.... پھر بولا“ کوئی معقول ہی بات کہی ہوگی.... کیا تم  
 لوگ مجھے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔!  
 ”بب.... بیٹھو....!“ تھیلما ہٹکائی۔  
 وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا اور جیب سے چیو ٹائم کے پیکٹ نکال کر ان دونوں کو پیش کئے۔!

کیا حشر ہو!“

”پکن تکا... اور شاہی حیم کھلاؤں گا۔“ عمران بڑے خلوص سے بولا۔

”ظفر الملک میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہی کرو...!“ تھیلما پھر غرائی۔

”میں خواہ خواہ... یعنی کہ...!“ ظفر ہلا کر رہ گیا۔

”اچھی بات ہے تو پھر میں تم دونوں کو گولی مار کر چپ چاپ یہاں سے پل جاؤں گی!“

پھر اس نے بے دریغ عمران پر ایک فائر جھوک مارا تھا۔

عمران تیور اک فرش پر گرا!

”نضب کر دیا...!“ ظفر کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

”خاموش رہو... اور ادھر آجائو...!“ اس نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے قریب کھینچ لے گئی۔ غالباً مقصد یہی تھا کہ اگر کوئی دروازہ کھول کر اندر آئے تو دروازے کی اوٹ میں ہوں۔

دو منٹ گذر گئے لیکن کوئی بھی اندر نہ آیا۔

”وہ سچ گنج تھا تھا!“ تھیلما عمران کی طرف دیکھ کر بولی، جو فرش پر بے حرکت اونہا پڑا تھا۔

”مم... میں... اس قتل کا شاہد ہوں...!“ ظفر بہت ہی گھمیر لجھے میں بولا اور ساتھ میں اس کے پستول پر بھی ہاتھ ڈال دیا۔ تھیلما بے تحاشہ اس سے لپٹ پڑی۔ پستول میں پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی!

ظفر اس کو شش میں تھا کہ اسے کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر اس سے پستول چھین لے۔ تھیلما پر دیواگی سی طاری ہو گئی تھی...! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس پستول کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے جان تک دے دے گی۔ ظفر پستول چھین لینے کی دھن میں یہ بھی بھول یا

کہ یہاں ایک لاش پڑی ہوئی ہے اور اسے جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہئے۔ دفتار کرے کی مدد و فضائیں ایک بلند آنگن قبیہ گو نجما۔ اور وہ جس پوزیشن میں تھے، اس میں بے حرکت ہو گئے...! کیونکہ یہ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی!

تھیلما کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر فرش پر گرا۔

پھر ان دونوں نے عمران کو اسے اٹھاتے بھی دیکھا، لیکن ہا بکا کھڑے رہے۔!

عمران پستول کو اپنے کوٹ کی بیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”کتفیو شس نے یہ ضرور کہا تھا کہ

موت خواہ خواہ نہیں آ جایا کرتی۔!

”تم واقعی خطرناک معلوم ہوتے ہو...!“ ظفر آہستہ سے بولا۔

”اب تم اس لڑکی کو اٹھا کر گاڑی تک چلو...!“

”نہیں یہ ناممکن ہے...!“

”میں واقعی خطرناک ہوں مسٹر ظفر الملک....!“ عمران نے جیب سے تھیلما کا پستول نکال

کر اس کا درخان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”مل... لیکن...!“

”میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا... چلو باہر چلو!“

ظفر نے تھیلما کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تھیلما خاموش رہی، ایسا لگتا تھا جیسے وہ پوری طرح ٹکست

ٹلیم کر چکی ہو۔!

وہ دونوں آگے چل رہے تھے اور عمران پیچھے تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے کچھی

بیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”اسے بٹھا کر تم اگلی سیٹ پر جاؤ... لڑکی کنجی۔!

تھیلما نے کچھی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کنجی اس کے حوالے کی۔ عمران اسی کے برابر بیٹھ گیا تھا

اس نے ظفر کو گاڑی کی کنجی دیتے ہوئے کہا۔ ”تم ڈرائیور کرو گے...! اور جدھر میں کہوں گا ادھر

چل جو لوگے۔!

”اب میں پاگل ہو جاؤں گا۔!“ ظفر بولا۔

”اے نہیں تم خوش و خرم رہو گے۔ بس دیکھتے جاؤ۔!  
ظفر نے کار اسٹارٹ کی۔

”بس سیدھے ہی چلتے رہو...!“ عمران بولا۔

”یہاں لے جاؤ گے...?  
”

”جہاں تمہارا اپیٹ بھر سکے۔ میں نے سنا تھا کہ تم نے رات کا کھانا نہ لٹکی شکایت کی تھی۔!

تھیلما کم میٹھی رہی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے گرد و پیش کا احساس ہی کھو میٹھی ہو۔!

”لا حول ولا قوّة...!“ عمران احتمانہ انداز میں نہ کر بولا۔ ”تم انہیں لڑکی کہتے ہو...  
اوے یہ تو بین الاقوامی والدہ محترمہ معلوم ہوتی ہیں!“  
”لیما مطلب....؟“

”مطلب یہ کہ چپ چاپ یونچے اتر جاؤ...! اگر ان محترمہ کی حمایت میں تم سے کوئی حرکت  
سر زد ہوئی تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے...! اس پستول میں بھی پانچ گولیاں باقی ہیں!“  
ظفر کے یونچے اتر جانے کے بعد وہ بھی اتر اور تھیلما سے بھی اترنے کو کہا۔  
”مم.... میں!“

”ہاں تم....!“ عمران بولا۔ ”ہم صرف برسن کی بات کریں گے!“  
”تھیلما....!“ ظفر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”جو کچھ میری زبان سے نکلتا ہے اُس پر قائم  
رنے کا عادی ہوں۔ میری زندگی میں محل ہے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکے!“  
تھیلما کسی تدریپیں و پیش کے بعد یونچے اتر آئی!

عمران کے داشنے ہاتھ میں اب بھی پستول تھا۔ بائیں ہاتھ سے اس نے پتلون کی جیب سے  
ایک چھوٹی سی نارچ نکالی اور بائیں جانب والی ڈھلان میں اس کی روشنی ڈالتا ہوا بولا۔ ”اسی طرف  
اڑ چلو....!“

تھیلما ظفر کے شانے سے لگ کر چلے گئی۔

عمران ان کے پیچے تھا اور نارچ کی روشنی میں انہیں راستہ کھارہاتھا۔  
”یہ کیا ہو رہا ہے....؟“ تھیلما مننائی۔

”گلنے کرو....!“ ظفر اس کا شانہ ٹھکلتا ہوا بولا۔

ڈھلان ختم ہوتے ہی وہ ایک بڑی سی دراز میں داخل ہوئے۔ دراز کا خاتمه ایک غار کے  
دہانے پر ہوا تھا۔ تھیلما بچکائی لیکن ظفر نے اس کے شانے پر دباؤ دال کر اسے آگے بڑھا دی۔  
غار بہت کشادہ تھا۔ نارچ کی روشنی میں بہترے ایسے آثار نظر آئے جن کی بناء پر کہا جا سکتا  
تھا کہ یہ کسی کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔

”ذرا وہ موم تیوں کی روشنی کرو!“ عمران نے ایک طرف نارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔  
ظفر آگے بڑھا۔ موم تیوں کے قریب ہی دیا مسلمانی کی ڈیہی بھی پڑی ٹی۔!

دوڑھائی میل کی مسافت طے کرنے کے بعد گاڑی ایک دورابے کے قریب پہنچی ہی تھی ر  
عمران بول پڑا۔ ”بائیں جانب....!“

”تم کہاں لے جا رہے ہو مجھے....!“ دفعتہ تھیلما نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

”جہاں تم چاہو...!“ عمران کا جواب تھا۔

”وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے اگر میرا بال بھی بیکا ہوا۔!“

”کون....؟“

”تم ان سے بخوبی واقف ہو۔!“

”لہذا وہ بھی مجھ سے بخوبی واقف ہوں گے۔!“

”دیکھو دوست....!“ دفعتہ ظفر بولا ”بات کو بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں میں مسٹر میوری  
سے تمہاری مصالحت بھی کر اسکتا ہوں۔!“

”تم بہت زیادہ بھوکے معلوم ہوتے ہو...! لہذا پہلے چل کر کچھ کھالو پھر مصالحت بھی  
کر دیں۔!“

”ظفر گاڑی روک دو....!“ تھیلما اچانک سخت لمحہ میں بولی۔

”بیہاں گاڑی روک کر کیا تمہیں کھائے گا۔“ عمران نے احتمانہ انداز میں پوچھا۔

پھر ظفر نے گاڑی کی رفتار کم کی ہی تھی کہ عمران نے اسے لکارا ”چلتے رہو...! ورنہ میں چ  
چ خطرناک ہو جاؤں گا۔!“

ان اطراف میں دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہیں تھا چاروں طرف چنانیں بکھری ہی ہی  
تھیں۔! ایک جگہ عمران نے گاڑی روکنے کو کہا۔

”لیما مطلب....؟“ تھیلما بوكھلا کر بولی۔

”یہیں اترنا ہے۔!“

ظفر نے گاڑی روک لی اور اندر کا بلب روشن کر کے ان کی طرف مڑا۔

”میا راوے ہیں...! وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

”بس یونچے اڑ چلو....!“

”سنو...! اس لڑکی پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے تمہیں میری لاش پر سے گزرنا پڑے گا۔!“

موم بیان روشن کر کے وہ سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کر کے کہا ”تم دونوں بیٹھ جاؤ۔“  
لیکن وہ جوں کے توکھڑے رہے۔ عمران نے پستول پھر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔  
دفعہ غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“  
”وہ پوچک کرمڑے۔“ تین آدمی دہانے کے قریب کھڑے نظر آئے ایک کے ہاتھ میں ٹائی گن تھی۔...! اس کارخ انہیں کی طرف تھا۔  
ظفر نے محسوس کیا کہ تھیلما کا چورہ کھل اٹھا ہے۔  
وہ ہاتھ اٹھا کر چھینی۔...! ”ہوشیاری سے اسے گھیر کر باندھ لو۔...!  
”دوسراؤں ہے مادام۔...؟“ نای گن والے نے پوچھا۔  
”یہ۔... یہ۔... اپناہی آدمی ہے۔... تم لوگ یہاں کیسے پہنچے۔!  
”ہم تین دن سے اس جگہ کی غرائب کر رہے تھے۔...!  
ظفر دو آدمیوں کو عمران کی طرف بڑھتے دیکھ کر خود ایک طرف ہٹ گیا۔ تھیلما بھی پھرتی سے اسی کے قریب آکھڑی ہوئی۔

”یہ تینوں بہترین لڑاکے ہیں۔!“ اُس نے ظفر سے کہا۔  
ظفر کی نظریں عمران کے چہرے پر جم کر رہے تھیں۔ عمران کے چہرے پر۔... احقدانہ بندگی کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہ آیا۔  
وہ دونوں آدمی عمران کے قریب پہنچ کر رکے اور ایک نے اپنی جیب سے موٹی سی ڈور کا لچما کلالا۔... دوسرے عمران کے پیچھے جا پہنچا اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھنے کے لئے سمجھا کرنے ہی والا تھا کہ عمران بڑی پھر تی سے جھکا اور پھر یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکی اس کے پیچھے والا آدمی کس طرح اچمل کرنا گن والے پر جا پڑا تھا۔

عمران نے ان دونوں پر چھلانگ لگائی اور زمین پر گردی ہوئی نای گن کو سیٹتا ہوا غار کے دہانے سے لکھا چلا گیا۔

یہ پورا وقوعہ ظفر کو ایسا لگا تھا جیسے آنکھوں کے سامنے کوندا سا پلک گیا ہو۔!  
وہ لوگ سنبل کر غار کے دہانے کی طرف جبھے لیکن انہیں رک جانا پڑا۔... نای گن سے

ہڑھونے تھے....!  
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سکھوں کی عقلیں خط ہو گئی ہوں، باہر سے عمران کی آواز آئی! ”جس نے بھی غار سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو چھلنی ہو کر رہ جائے گا۔!  
وہ سب جہاں تھے وہیں رک گئے، کسی نے بھی اگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔  
کچھ دیر بعد ظفر کھکھا کر بولا۔ ”صحن تک کی قید ہوئی۔!  
وہ سب اس کی طرف دیکھنے تو لگے تھے لیکن کوئی کچھ بولا نہیں تھا۔  
تحیلما تھوڑی دیر بعد بوی۔ ”کیوں قید کیوں....؟“  
”اندر ہیرے میں مر جانے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔!  
”تو کیا وہ صحن تک باہر کھڑا رہے گا۔!  
”میرا خیال ہے یہ موم بیان بجھادنی چاہیں!“ ظفر اس کی بات پر دھیان نہ دیتا ہوا بولا۔  
لیکن شاید وہ اس پر بھی تیار نہ تھے....! ایسے حالات میں خود تاریکی سے دوچار ہونا کون پسند کرے گا!

باہر سے ایک بار پھر نای گن کے گرجنے کی آواز آئی.... اور ان پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی! ظفر پیال کے بستر پر بیٹھ گیا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔  
ایک طرف لکڑی کا ایک صندوق نظر آیا۔ اسے یاد آیا کہ عمران نے کھانے پینے کا تذکرہ بھی کیا تھا....! بس پھر کیا تھا بھوک دوبارہ چمک اٹھی.... اس نے سوچا کھانے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا ورنہ وہ تذکرہ کیوں کرتا۔ اس نے اٹھ کر تلاش شروع کر دی اور بالآخر کامیاب بھی ہو گیا۔ لکڑی کے صندوق میں اُسے گوشت اور مچھلی کے کئی ایسرے تائش ذبیحے مل گئے۔  
اور جب وہ ایک ذبیحے کو کھول کر گوشت کے پار چوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ تحیلما بولی۔ ”اقتنی تم بھی کم خطرناک نہیں معلوم ہوتے۔!  
”بھوکا مرنا میرے بس سے باہر ہے۔! پیٹ بھر لینے کے بعد نای گن کی گولیاں بھی بُری نیل گلیں گی۔!  
”تم تینوں یہاں کیسے پہنچے تھے....؟“ تحیلما نے انہیں مخاطب کیا۔  
”یہاں اس کے ساتھیوں نے بہتری پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں۔ اتفاق سے اس جگہ کا علم ہمیں

”ٹھیک ہے....!“ ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ ”مجھے ہی کچھ کرنا چاہئے؟ ورنہ ان خاتون کا پیدل سفر کم اکم میرے لئے بے حد تکلیف دہ ہو گا۔!“

”نہیں....! تم نہیں جاؤ گے....!“

”ہوں.... تو تم بھی سمجھتی ہو کہ میں اس کا آدمی ہوں۔!“

”نہیں قطعی نہیں.... مجھے یقین ہے کہ تم دونوں ہی پارنوں کے لئے اجنبی ہو....“

”ل... لیکن....!“

”میری فکر نہ کرو.... مارڈا لگایا تو تم لوگوں کے پیسے ہی بچپن گے۔!“

”تم نہیں جا سکتے....!“ تھیلماخت لمحے میں بوی۔

”میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میری نظر وہ میں زندگی کی وقعت نہیں۔ زندہ رہنا ہے تو امن و سکون کے ساتھ زندہ رہو.... ورنہ زندہ رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ الجھنوں سے بھر پور زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔!“

”یہ فلسفہ پڑھانے کا وقت نہیں ہے.... کوئی ڈھنگ کی بات سوچو....!“

”کھانا گاؤں....!“

”کیوں خواہ خواہ میں میں لگا رکھی ہے۔!“ ایک آدمی گزر کر بولا۔

”اپنا بھج ٹھیک کرو....!“ ظفر تن گیا۔

”نہیں تو کیا ہو گا....?“

”یہ....!“ ظفر نے کہہ کر ایک ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ وہ لاکھڑا ہوا کئی قدم پہنچی بھٹ گیا تھا اور تھیلما ”ارے.... ارے“ کرتی ہوئی ان کے درمیان آگئی تھی۔!

”ہٹ جائیے مادام....!“ مار کھانے والا غریبا۔

”ہر گز نہیں.... تم باز آؤ.... ان حرکتوں سے....!“

”مادام بہت برا ہو گا....!“ وہ اپنا جبڑا شوتا ہوا غرما تارہ۔

”اوہ....!“ تھیلما نے نفرت انگیز لمحے میں کہا۔ ”تم مجھ پر آنکھیں نکالو گے.... ہوش ہے کسے باتم کر رہے ہو۔!“

”باس کی داشتے سے....!“

ہو گیا تھا۔ الہذا کئی دن سے یہاں کی گمراہی کی جا رہی تھی۔!“

”لیکن اس کے باوجود....!“ تھیلما نے جملہ پورا نہیں کیا۔!

”بجوت ہے مادام.... ایسا آدمی آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔... ظاہر کرتا سیدھا سادہ اور معصوم نظر آتا ہے۔!“

”اگر.... مسٹر میوری کو اس نگست کا علم ہو گیا تو....!“

”میں آپ سے یہی کہنے والا تھا مادام.... آپ مسٹر میوری سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔ لیکن مادام آپ یہاں کہاں....؟“

”تھیلما نے انشار کے ساتھ اپنی کہانی دہراتے ہوئے کہا“ مناسب یہی ہے کہ مسٹر میوری کو کچھ نہ بتایا جائے۔!

ظفر کے علاوہ اور سب پر بے بُسی طاری تھی.... اپیٹ بھر لینے کے بعد اس نے ایک سگریٹ سلگائی اور پیال کے بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

وہ تینوں اسے متینہ نظر وہ میں سے دیکھ رہے تھے۔!

ایک نے آہستہ سے اس کے بارے میں تھیلما سے پوچھا۔

تھیلما کو اس کے حالات کا جس قدر علم تھا انہیں بتا دیا۔

”کیا خیال ہے مادام....؟“ ایک بولا۔ ”یہ آدمی اسی کی پارٹی سے تو تعلق نہیں رکھتا۔!“

”اگر ہو بھی تو مسٹر میوری ہی جانیں۔!“ تھیلما نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش دی۔

اب وہ تینوں ہی ظفر کو گھورے جادہ ہے تھے۔

دفعہ ظفر ان کی طرف ہاتھ انھا کر بولا۔ ”وہ گاڑی بھی لے جائے گا.... اور تم لوگ یہی سوچتے رہ جاؤ گے کہ باہر نکلیا نہ نکلو۔!“

”اوہ....!“ تھیلما چوک پڑی اور ان تینوں سے مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”کچھ کرو....!“

”وہ پاگل ہے مادام....!“ ایک بولا۔ ”یقین کجھے جو بھی باہر نکلاما راجائے گا۔!“

”تب پھر آرام سے بیٹھو....!“ ظفر لاپرواہی سے بولا۔ ”دن نکلنے پر قافلہ پیدل منزل مقصود پر پہنچے گا۔!“

”چھا تو تم ہی کوئی تیر مار کر دکھاؤ....!“ ان میں سے ایک بولا۔

”میں مسٹر میوری کی سیکرٹری کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔“  
ظفر کی مٹھیاں سختی سے بھیج گئیں۔  
”اچھا ب تم براو کرم خاموش ہی رہو۔“ دوسرا آدمی بولا۔ اور تھیلما سے اس نے زمام بخ  
میں کہا ”مادام یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔“ تیرا آدمی بگزے ہوئے ساتھی کو دوسرا طرز  
ہٹالے گیا۔ اور ایک بار پھر غار کی مدد و فضائی میں ڈوب گئی۔  
تھیلما اور ظفر پیال کے بستر پر جائیں۔ تھیلما کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔  
میں باسیں منٹ اسی طرح خاموشی سے گزر گئے۔ پھر ظفر آہستہ سے بولا۔ ”میں جانبا  
ہوں۔ ان لوگوں نے سارا حکیم بگاڑ دیا۔“  
”نہیں تم مجھے تھا نہیں چھوڑو گے۔“ تھماری عدم موجودگی میں ان لوگوں پر اعتناد نہیں  
کر سکتی۔“  
ظفر نے اسے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے  
بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”آدمی ہر حال میں خوش رہ سکتا ہے تھیں ایک چیز اس کے بس میں ہے۔“  
”یہاں اس بات کا کیا موقع تھا۔“ تھیلما بولی۔  
”موقع محل بھی وہی دیکھا کرتے ہیں جنہیں خوش رہنے کا سلیقہ نہ ہو۔“  
”اب خاموش رہو۔“ تھیلما بیز اری سے بولی۔ ”تمہاری آواز بھی نری لگنے لگی ہے۔“  
ظفر کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی تھی اور وہ جیب میں سگریٹ کا پکٹ ٹوٹے  
لگا تھا۔  
وہ تینوں بھی ان سے ذرا فاصلے پر بیٹھے گئے تھے۔ جس سے ظفر کا جھگڑا ہوا تھا۔ وہ اب بھی  
اُسے رہ رہ کر گھورنے لگتا۔ لیکن خود ظفر اس کے وجود سے اسی طرح بے خبر ہو گیا تھا جیسے کبھی  
دیکھا ہی نہ ہو۔ اب وہ ایک مشہور انگریزی دھن میں سیٹی بجا رہا تھا۔ اوفٹا غار کے باہر ہے  
عجیب قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بہت بڑا درم بلندی سے لٹھتا ہے  
یعنی چلا آرہا ہو۔ اور اس کے وزن سے روڑیاں کر کرڑا ہی ہوں۔ ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔  
تینوں بھی اٹھ گئے تھے۔ البتہ تھیلما نیٹھی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔  
پھر ایک زور دار دھاکہ ہوا اور ظفر بے ساختہ بولا۔

”تمہاری گاڑی جاہ کر دی گئی۔“  
”مگر... کیا مطلب...؟“  
”میرا خیال ہے کہ تمہاری گاڑی میں اگ لگا کر اُسے نیچے دھکیل دیا گیا ہے۔“ یہ اسی کی  
میکی پچھنچ کی آواز تھی۔  
”اب کیا ہو گا...؟“ وہ بانپتی ہوئی بولی۔  
”میں کہتا ہوں مجھے باہر جانے دو۔“  
”نہ... نہیں...!“ تھیلما نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
”میں چوہوں کی طرح مار لیا جانا پسند نہیں کرتا۔“  
باہر کی روشنی غار کے اندر بھی پچھنچے گئی تھی۔ ان غالباً ظفر کا خیال درست تھا۔ کار اس غار کے  
دہانے کے قریب ہی کہیں پڑی جل رہی تھی۔  
تھیلما ان لوگوں کو نہ ابھلا کہنے لگی۔ وہ خاموش رہے لیکن انداز ایسا لگ رہا تھا کہ اگر اور کوئی  
موقع ہوتا تو وہ اس کے پر خیچے اڑادیتے۔  
کچھ دیر بعد عمران پھر غار کے دہانے پر نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں انہیں لوگوں والی ٹائی  
گن تھی۔  
”سنو...!“ اس نے انہیں اوپھی آواز میں مخاطب کر کے کہا۔ ”تم یہاں سے باہر نہیں  
جا سکتے۔ لہذا اسی غار کو اپنی زندگیوں کا خاص من سمجھو۔“  
”تم ایسا نہیں کر سکتے...!“ تھیلما خوف زدہ لہجے میں بول پڑی۔  
”اب بھی نہ کہ تو وہی ہوا ہے جو میں نے چاہا ہے۔“  
”تم آخر چاہتے کیا ہو۔...!“ ظفر نے پوچھا۔  
”مسٹر میوری سے آدمی گھنٹے کی ملاقات اور بس...!“  
”یہ غلط ہے...!“ تھیلما بولی۔  
”وہ کس طرح محترمہ...؟“ عمران نے پوچھا۔  
”میں نہیں جانتی لیکن مسٹر میوری تمہیں اپناسب سے بڑا شمن سمجھتے ہیں۔...!“  
”وہ کسی وہم میں بتلا ہیں۔...! حالانکہ میں انہیں ان کے فائدے کی بات بتانا چاہتا ہوں۔!“

”چلو.... میں ملادوں گا.... مسٹر موری سے لیکن تم نے ہماری گاڑی کیوں تباہ کر دی۔؟“

”تاکہ تم لوگ یہاں سے نکل جاگئے کے تصوری سے محروم ہو جاؤ۔!“

”آخر ہمیں یہاں قید کیوں رکھنا چاہتے ہو۔؟“

”یہ میری ہابی ہے....!“

”کیا مطلب....؟“

”تم سمیت ستائیں آدمی میں نے ان اطراف میں پال رکھے ہیں۔! صبح تمہیں ناشتہ بھی ملے گا، مطمئن رہو....!“

”دیکھو دوست....! میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ مجھے تم لوگوں کے درمیانی معاملات کا علم نہیں....!“

”پھر کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”کچھ بھی نہیں....!“

”تو پھر آرام کرو.... باہر میرے دو مسلح آدمی موجود ہیں....! وہ بے در لغ فائز کر دیں گے.... اگر کسی نے باہر نکلنے کی کوشش کی....!“

پھر وہ چلا گیا.... ظفر اور تھیلما خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔

آن تینوں کی زبانیں بھی گنگ تھیں۔ دفتار ان میں سے ایک بولا۔ ”اب میں یہ سونپنے پر مجبور ہوں کہ اسی نے ہمارے لئے موقع فراہم کیا تھا....!“

”کیا موقع....؟“ دوسرے نے چوک کر پوچھا۔

”یہی کہ ہم اس کے ایک چوپ ہے داں سے واقف ہو جائیں جس میں چانس کر دہ ہمیں مار سکتے۔“

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ ظفر اور تھیلما دونوں ہی بیک وقت مسکراتے تھے۔

لیکن انہیں یہ بیک سمجھیدہ ہو جاتا پڑا۔

اب وہ تینوں آہتہ کسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے.... اور نظریں چراچرا کر ان کی طرف دیکھے بھی جا رہے تھے۔

”ان کے خیالات میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔!“ ظفر آہتہ سے بولا۔

”اوہ نہ جہنم میں جائیں....!“

”ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے....! وہ میری طرف سے مطمئن نہیں ہیں مجھ کو اسی کا آدمی بھجئے ہیں۔!“

”تو یا تم ان سے ڈرتے ہو....؟“

”ہرگز نہیں.... مجھے تو تمہارا خیال ہے....!“

”میں اپنی حفاظت کی ذمہ داری تم پر نہ ڈالوں گی اگر کوئی ایسا موقع آیا....!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ اتنے میں ایک آدمی اٹھ کر ان کے قریب آیا اور تھیلما سے بولا۔

”نادم ذرا الگ چل کر میری ایک بات سن لجئے۔!“

وہ اُسے ظفر سے تھوڑے فاصلے پر لے جا کر آہتہ اُس سے کچھ کہنے لگا۔ ظفر کا اندازہ

قاکہ وہ گھنگوای کی مخالفت میں ہو رہی ہے لیکن وہ خاموش بیٹھا ہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر واپس آکر وہیں بیٹھ گئی اور وہ آدمی اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

ظفر محسوس کر رہا تھا کہ تھیلما میں کوئی فوری تبدیلی ہوئی ہے۔

”کیا کہہ رہا تھا....؟“ ظفر نے اس کی طرف جھک کر آہتہ سے پوچھا۔ لیکن وہ اس سے کچھ

اور دور سرک گئی۔!

”اوہ.... کوئی خاص بات....؟“ ظفر نے تھیرانہ لجئے میں پوچھا۔

”نہیں تو....!“ تھیلما نے خنک لجئے میں کہا۔

”اچھی بات ہے....!“ ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ ”اب میرا جو دل چاہے گا کروں گا۔!“

وہ تینوں بھی اٹھ گئے۔ ظفر سمجھ گیا تھا کہ اس آدمی نے تھیلما کو اس کے بارے میں کسی نئی

غلط نہیں میں بتلا کرنے کی کوشش کی ہے۔!

”بیٹھ جاؤ....!“ ان تینوں میں سے ایک نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو....؟“ ظفر خنک لجئے میں بولا۔

”تم تمہیں سمجھائیں گے....!“

”بات بڑھ جائے گی....!“ ظفر نے تھیلما کی طرف مڑ کر کہا۔

لیکن تھیلما نے جواب دینے کی بجائے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ ٹھیک اسی وقت ایسا

محسوں ہوا جیسے غار میں بیک وقت بے شمار قسم کی آوازیں گونجئے گی ہوں۔!

دربارہ ہوش میں آنے پر اس نے خود کو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پایا تھا اور اس کے چاروں طرف چکلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر تھیما پر پڑی اور اس نے محسوس کیا کہ وہ اسے حیرت سے دیکھ رہی ہے۔!

وہ اس کے سامنے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ ظفر بوكلا کر کر سی سے اٹھ گیا۔

”ہم کہاں ہیں....؟“ اس نے تھیما کی آواز سنی۔

چاروں طرف چنانیں بکھری ہوئی تھیں اور سر پر کھلا آسمان تھا۔ ظفر کے آس پاس اور بھی کئی فولڈاگ کر سیاں پڑی نظر آئیں لیکن وہ غالی تھیں اور آس پاس کچھ اس قسم کا سامان بکھرا پڑا تھا جیسے وہ پنک پر آئے ہوں....! تھیما جھپٹ کر اس کے قریب آگئی۔

”یہ سب کیا ہے ظفر.... ہم کہاں ہیں....؟“

”میں کچھ نہیں جانتا....!“ ظفر نے کہا اور یادداشت پر زور دینے لگا۔ پچھلی رات کے واقعات کی قدر دھندا لامہت لے شور کی سطح پر ابھرنے لگے تھے۔

کسی نے اس کی کپٹی پر گھونسamar تھا اور وہ بالآخر بیوشاں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے اب اس نے آنکھیں کھوئی تھیں۔!

اس نے تھیما انداز میں پلکیں جھپکائیں اور تھیما کی طرف دیکھا۔

”مم.... میں غار میں بے ہوش ہو گئی تھی کس نے میری کپٹیاں دبائی تھیں....!“ تھیما بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں یو.... کے سے واپس ہی کیوں آیا تھا....?“

”ہم کہاں ہیں....؟“

”کاش مجھے معلوم ہوتا۔!“

”وہ تینوں کہاں ہیں....؟“

”پڑھ نہیں.... لیکن یہ کر سیاں.... اور یہ سامان.... دیکھوں اس باسکٹ میں شاید کھانے کی نیزیں معلوم ہوتی ہیں۔!“ ظفر نے کہا اور جھپٹ کر باسکٹ اٹھا لیا۔

”اوہو....!“ وہ باسکٹ کا ڈھکن اٹھاتا ہوا بولا۔ ”بہت کچھ ہے۔ سینڈوچز.... بن.... اور.... بیکٹ....!“

کہتے ہوکر رہے تھے، بلیاں چیخ رہی تھیں، بندروں کی تقداریاں بھی شامل تھیں، اس شہر میں.... ایک بار شیر بھی دہڑا اور تھیما اچھل کر ظفر کی طرف دوڑی.... پھر وہ اسے سنبھال رہا تھا تو دشت زدگی کے عالم میں زمین ہی پر چلی آئی ہوتی۔

اُن تینوں کے چہروں پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں اور آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آوازیں ہوا کے بھکڑوں کے ساتھ غار میں آرہی ہوں۔

خود ظفر بھی بوکھلا گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔!

وھعتا بائیں جانب ایک جگہ ایسی روشنی نظر آئی جو موم تینوں کی روشنی سے مختلف تھی۔ ایسا الگ تھا جیسے کوئی دراز روشن ہو گئی ہو....!

موم تینوں کی دھنڈی روشنی میں غار کے ہتھیرے گوشے اُن کی نظر وہ پوشیدہ رہے تھے۔

اب وہ سب ایک ہی جگہ اکٹھے ہو گئے تھے....! بدلتے ہوئے غیر متوقع حالات نے انہیں

غیر شوری طور پر ایک دوسرے سے قریب ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ظفر بوکھلا یا ہوا ضرور تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ ماہول میں تبدیلی محسوس نہ کر سکتا۔ شر اہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن دراز میں نظر آئے والی روشنی بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا کہ کچھ دیر بعد اس پر نظر نہ ٹھہر سکے گی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے....؟“ تھیما ظفر کا بازو جھنجھوڑ کر بولی۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ دراز کی بڑھتی ہوئی روشنی کو پرتوشیں نظر وہ سے دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک اسی دراز سے ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور موم بیان بجھ گئیں....! اساتھ ہی دراز دلا روشنی بھی غائب ہو گئی۔

سب سے پہلے تھیما چینی تھی اور پھر وہ سبھی بالکل ایسے ہی انداز میں چینخ لے گئے تھے جیسے انہیں فرنچ کہا جائے۔

ظفر نے جلد ہی اپنے اعصابی امتحان پر قابو پا کر ہونٹ بھینچ لئے لیکن دوسرے بدستور چینخ رہے۔! پھر ظفر انہیں بھی خاموش کرانے کی کوشش شروع کرنے ہی والا تھا کہ کسی نے اس کا کپٹی پر ایک بھر پور ہاتھ رسید کر دیا۔ اندر ہیرا اور گہرا ہو گیا۔.... وہ گرا تھا لیکن چوت کا احسان کیوں نکر رہا تھا جب کہ گرنے سے پہلے ذہن ہی جواب دے چکا تھا۔

"تمہیں ہر وقت بھوک ہی گلی رہتی ہے۔!" تھیلماںہ اسامنہ بن کر بولی۔

"ظفر نے تو کری نیچے رکھ دی تھی اور اکڑوں بینے کر سینڈوچ پر ہاتھ صاف کرنے لگا تھا۔

"تم بھی لو....!" وہ جلدی جلدی منہ چلاتا ہوا بولا۔

لیکن تھیلماںہ پریشان نظرؤں سے چاروں طرف دیکھ جا رہی تھی۔!

چمکیلی دھوپ اچھی لگ رہی تھی، اس وقت.... کم از کم ظفر تو اس دھوپ سے بھی لطف اندوڑ ہو رہا تھا۔ لیکن تھیلماںہ اخائف بھی تھی اور بہت زیادہ فکر مند بھی۔!

ظفر نے اُسے پھر دعوت دی لیکن وہ اسامنہ بنائے بے تلقی سے کھڑی رہی۔!

"اچھا تو مجھے.... وہ قرماس ہی اٹھا دو.... اس میں یقیناً چائے یا کافی ہو گی۔!"

تھیلماںہ اُسے قرماس اٹھادی تھا۔ اس میں کافی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔!" تھیلماںہ بولی۔

"کیوں....!"

"تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہے کہ کس حال میں ہو اور پیٹ کی فکر پڑ گئی ہے۔!"

"جہاں بھی ہوں زندہ ہوں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ زندہ ہوں اور زندگی کے وسائل میر ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کہاں ہوں؟ وقت اور زندگی کے علاوہ اور کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی....!"

"تم شائد پاگل ہو....!"

"اور میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میری ہی طرح پاگل ہو جائے۔ زمین کی حد بندیوں کی طرف سے آدمی کا ذہن ہست جانا چاہئے۔! بس زندگی اور وقت اور کچھ نہیں.... آدمی کا جسم ہی اس کا دھن ہے، اور ہر آدمی کو ایک دوسرے کے دھن کی حفاظت کرنی چاہئے زمین کی حد بندی

کر کے اس کی حفاظت کرنے والے خون کی ہوئی کھیلتے ہیں.... میری طرف اس طرح نہ دیکھو.... میں اپنے دور کا پیامبر ہوں.... تمہارے دھن کی حفاظت میرا فرض ہے.... آؤ کچھ

کھالو.... ورنہ تمہارے دھن کی اینٹ نک جائے گی۔!"

وہ اُسے تھیرانہ نظرؤں سے گھورتی ہوئی اس کے پاس آکر بیٹھی.... ظفر نے اپنی ہی کافی

ہوئی سینڈوچ اس کے ہوتوں کی طرف بڑھائی اور تھیلماںہ یہ دیکھے بغیر کہ وہ اس کی کافی ہوئی ہے اس نے کھانا شروع کر دیا تھا۔

"تم میرے نظریہ و طبیت سے متفق معلوم ہوتی ہو۔!" ظفر بولا۔

"اگر ان حالات میں نہ ہوتی تو تمہاری اس انج سے کافی محظوظ ہوتی۔!"

"حالات بھی دیقاںوں کی انداز فکر کی پیداوار ہیں۔ مجھے تو آج تک حالات کی پرواہ نہیں ہوئی.... میں خود ہی حالات کا پروڈگار ہوں....!"

"تم ان حالات پر کیوں کر قابو پاؤ گے....!"

"پاپا....!"

"وہ کیسے....؟"

"دیکھ لو.... تمہاری طرح بورنے کے بجائے فراخ دلی سے پیٹ بھر رہا ہوں.... کیونکہ دھن کی حفاظت ہر حال میں مقدم ہے۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!"

"آج ایں گی.... پہلے تم اپنا پیٹ بھر لو.... ہر قسم کی باتیں اس وقت سمجھ میں آتی ہیں جب پیٹ بھر اہو....!" تھیلماںہ اخموٹی سے کھانے لگی۔

ایک بڑا سا پرندہ دری سے اُن کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ ظفر نے بھنے ہوئے گوشت کا ایک کٹر کافی بلندی پر اس کی طرف اچھالا اور اس نے چھٹا کار کا سے اپنے بخوبی میں پکڑ کر پرواہ کارخانہ بدل دیا اب وہ مشرق کی سمت تیرتا چلا جا رہا تھا۔

"کافی انڈیلوں تمہارے لئے....!" ظفر نے تھیلماںہ سے پوچھا۔

"انڈیلوں....!"

ظفر نے اتنے اطمینان سے اس کے لئے کافی انڈیلی تھی جیسے اپنے ڈرائیکٹ روم میں بیٹھا ہو۔ ہمہان نوازی کی روایات کو مزید زندگی بخش رہا ہو۔!"

"تمہیں شائد میں کبھی نہ بھلا کوں....!" تھیلماںہ کچھ دیر بعد بولی۔

"مجھے بھلا بھی دو.... تو کوئی پرواہ نہیں۔ اگر تم میرے نظریہ و طبیت کو دوسروں تک پہنچا کو تو.... ہمیشہ یاد رکھو.... آدمی کا جسم ہی اس کا دھن ہے اور ایک دوسرے کے دھن کی

”اُنکل...!“  
اُنکل کے نام پر بوزھا چو نکا اور ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔  
”بیلے مالی لیڈی ہاؤڈو یوڈو...!“  
”تھیمیں اُنکل.... فائن...!“  
”تم لوگ یہاں کیسے پہنچ...؟“  
”ہمیں کچھ یاد نہیں.... تفریح اس سردار گذھ سے ایک طرف چل نکلے تھے۔ راستے میں رہنوں نے گھیر لیا۔ ان سے جھٹکا ہوا تھا، پھر کچھ یاد نہیں!“  
”سردار گذھ...!“ بوزھے کے لبجھ میں حرمت تھی.... ”سردار گذھ تو یہاں سے ڈھانی  
و میل کے فاضلے پر ہے!“  
”اوہ....!“ تھیلما کا پنچ!۔  
”یہ آزاد علاقہ ہے.... بہت اچھا ہوا کہ تم لوگوں پر میری نظر پڑ گئی ورنہ تمہیں بڑی پیشانیاں اٹھانی پڑتیں۔ میں یہاں کا واحد ذاکر ہوں اور مقامی لوگ میرا بڑا احترام کرتے ہیں!“  
ظفر نے تھیلما کی طرف دیکھا اور بے چارگی کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھ سکا....!  
”ہم اکثر ادھر آتے ہیں!“ بوزھا بولا۔ ”میرا نام رجمنڈ ہے.... آئیون رجمنڈ.... اور یہ میری بیوی کلارا ہے....!“  
”میں ظفر ہوں.... اور یہ....!“  
”تھیلما....!“ تھیلما جلدی سے بول پڑی۔ ”ہم دونوں دوست ہیں!“  
لوگی نے انہیں گھور کر دیکھا۔  
”کلارا....!“ بوزھے نے نہ کہا ”تمہیں بہت دونوں سے ہم عمروں کی تلاش تھی....  
میرا خیال ہے کہ تمہارا وقت اچھا لگرے گا!“  
”تھیلما دیسی ہی تھی اور کلارا سے اس کی رنگت بہت دیتی ہوئی تھی.... اکلارا اس کے مقابله  
میں بہت زیادہ جوان بھی تھی....!  
”تو آپ لوگ اپنی مصروفیات جاری رکھئے....!“ ظفر بولا۔  
”نمیک ہے.... نمیک ہے.... ہم کچھ دیر یہاں نہیں گے!“

”خفاظت ہر آدمی کا فرض ہے!“  
”میں ہمیشہ یاد رکھوں گی....!“  
دفعتہ کسی جانب سے نوافی قبیلہ کی آواز آئی.... اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔  
بانیں جاتب والی ڈھلان سے ایک دلکش چہرا بھرا تھا، اور انہیں حرمت سے گھورا تھا۔  
یہ ایک بڑی خوب صورت سفید قام لاکی تھی! تھیلما کی دلکشی اس کے آگے ماند پڑنی تھی!۔  
وہ آہستہ آہستہ پلتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ اس کے ساتھ ایک بوزھا آدمی بھی تھا۔  
وہ دونوں حرمت سے انہیں دیکھتے رہے۔ دونوں ہی کی آنکھوں میں احتیاج بھی تھا۔  
تھیلما چوروں کی طرح کھڑی تھی۔ لیکن ظفر اب بھی باسکٹ میں کسی دوسرا آئینم کی  
تلاش میں تھا۔  
بوزھا بھرا اپنی آواز میں بولا ”ہمارا انتظار تو کیا ہوتا۔!“  
اور لوکی نے آگے بڑھ کر باسکٹ ظفر کے ہاتھ سے چھینتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے لئے بھی کچھ  
چھوڑو گے یا نہیں!“  
”کھانے دو.... کھانے دو....!“ بوزھا سر ہلا کر مشقانہ انداز میں بولا۔ ”بہت بھوکے  
معلوم ہوتے ہیں!“  
تھیلما بوزھے کے قریب آکر مری مری سی آواز میں بولی۔ ”ہم آپ کے بے حد مغلکوں ہیں  
لیکن ہم یہاں پہنچ کیے....!“  
”پہنچ کیے....؟“ بوزھے کے لبجھ میں حرمت تھی....! ”تم ہی بتاؤ مجھے اس کے بارے  
میں.... ہم نے تو تمہیں یہاں پڑے دیکھا تھا اور کچھ ایسے لوگوں کی تلاش میں پلے گئے تھے، جو  
تمہیں اٹھا کر مناسب مقام پر لے چلیں لیکن کوئی ملا نہیں....!“  
ظفر نے باسکٹ لوکی کو دے دی تھی اور اس سے کہہ رہا تھا ”میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں  
گا کیونکہ یہ میرا حق تھا۔“  
”میں نے تو تم سے نہیں کہا کہ تم شکریہ ادا کرو....! میں بھی سمجھتی ہوں کہ ہر ایک کے  
حصے سے محتاجوں کا حق نکلنا ہی چاہئے!“  
”یہ تمہارے ڈیٹی ہیں....!“ ظفر نے بوزھے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اگر سروٹ کو اڑا میں بھی سوتا پڑے۔!“  
بوز ہے رجمنڈ کی رہنمائی میں وہ پیدل چل پڑے۔ وہ ایک گلی سی ذرا اڑا میں داخل ہو رہا تھا۔!  
یک بعد دیگرے وہ سب اس میں داخل ہوئے۔ یہ درہ اتنا ہی تک تھا کہ دو آدمی برابرے  
نہیں چل سکتے تھے۔!

سوڑیوں سو گز تک وہ اندر ہیرے ہی میں چلتے رہے پھر راستہ کسی قدر کشاوہ ہو گیا اور تار کی  
ہند لامبی میں تبدیل ہو گئی۔ ذرا ہی کی دیر میں وہ اسی جگہ پہنچ گئے، جہاں سے آسمان بھی نظر  
آئتا تھا۔ یہ شامد آدھے مریع فرلاگ کا ایک گلکو اتھا جہاں ایک حد تک مسٹھ زمین تھی۔ اور  
بجے چاروں طرف اوپنی اونچی ناقابلی عبور چٹانوں نے گھیر رکھا تھا۔ یہاں پکھ درخت بھی تھے اور  
جا بجا جہاڑیوں کی شکل میں سبزہ بھی نظر آ رہا تھا یہ جنگلی گلب کی جہاڑیاں تھیں، جن میں کہیں  
کہیں سفید پھول بھی دکھائی دیتے تھے۔۔۔ انہیں جہاڑیوں کے درمیان ایک چھوٹا سا مکان نظر  
آیا۔۔۔ یہ پھر وہ اور لکڑی کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ تعمیر کافی پرانی معلوم ہوتی تھی۔!

بیکن بوز ہے رجمنڈ کی قیام گاہ تھی۔ انہوں نے اطمینان کا سائبیں لیا۔ تھوڑی دیر بعد بوز ہا  
رجمنڈ یہ کہہ کر چلا گیا کہ اسے ایک مریض کو دیکھنے قریبی گاؤں تک جانا ہے۔

اس کی پہنچتی کار اظفرب کا دماغ چائے جاری تھی اور تھیلما رہ کر اسے اس طرح گھورنے  
لگتی ہیسے ظفر سے اس کا قرب اسے سخت ناگوار ہو۔!

ایک ذرا اکار اسے چھوڑ کر ہٹی تھی کہ تھیلما بولی۔ ”یہ کیا شروع کر دیا تم نے۔۔۔؟“  
”کیا۔۔۔؟“ ظفر کے لبھ میں حرمت تھی۔!

”یہ لوگ ہمارے لئے اجنبی ہیں اور تم کچھ مجھے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔!“  
”وہ بے تکلف ہو رہی ہے تو پھر میں کیا کروں۔۔۔؟“

”اوہ تو تم ہر ایک سے اسی طرح بے تکلف ہو جاتے ہو۔! وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔  
”میں بہت خوش اخلاق آدمی ہوں۔۔۔ کسی کا دل توڑنا میرے بس سے باہر ہے۔!“

”خیر۔۔۔ خیر۔!“ وہ سرد لبھ میں بولی ”اب یہ سوچو کہ سردار گلڈھ کیسے پہنچیں گے۔ مسٹر میوری  
جسے غیر حاضر پا کرنے جانے کیا سوچیں، میں بہت فکر مند ہوں۔ پتہ نہیں ان لوگوں کا کیا ہوا۔!“  
”آنہوں نے شامد میرے خلاف کوئی سازش تیار کی تھی۔!“

تحیلما کچھ کہتے کہتے رک گئی۔۔۔! بوز ہاشماید اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ جلدی سے بولا۔ ”ہاں۔۔۔  
ہاں۔۔۔ تم مطمئن رہو۔۔۔ تھیں بخلافت سردار گلڈھ بھجوانے کی کوشش کی جائے گی۔!“  
پھر وہ دونوں بھی باسکٹ سے مختلف چیزیں نکال کر کھانے لگے تھے۔ ظفر تھرماس سے  
آن کے لئے کافی انٹیلی رہا تھا۔ لڑکی اس میں بہت زیادہ ڈپچی لے رہی تھی۔ ظفر بھی اسی طرز  
گھلامانظر آ رہا تھا جیسے بر سوں پر اپنی جان پہچان ہو۔۔۔!

کھاپی لینے کے کچھ دیر بعد بوز ہا کلار اسے بولا۔ ”اب ہمیں چلتا چاہئے۔!“  
کلار اٹھ کر کر سیوں کو فولڈ کرنے لگی۔ دفعہ تھیلما کلار کو مخاطب کر کے بولی۔ ”تم دو ہی تو  
تھے۔ پھر اتنی کر سیاں کیوں لائے تھے۔۔۔؟“

”وہ دراصل۔۔۔! اکثر مقامی لوگ بھی اور ہر آنکھتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہی وقت گزارنے  
کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔! پھر یہ کر سیاں اتنی ہلکی ہیں کہ پچاس بھی ہوں تو صرف ایک ہی آدمی  
انہیں ایک جگہ سے دوسرا جگہ بہ آسانی منتقل کر سکتا ہے۔!“

تحیلما نے پہ تشویش انداز میں سر کو جبشن دی۔  
ظفر محسوس کر رہا تھا کہ تھیلما ان لوگوں کے بارے میں شہبے میں بتتا ہے۔۔۔! اذہن تو خود  
اُس کا بھی صاف نہیں تھا۔ لیکن وہ اپنے رویے سے اُسے ظاہر نہیں ہونے دیتا چاہتا تھا۔

کلار نے جلدی جلدی کر سیاں فولڈ کر دلیں۔ بوز ہے نے ناشتے کی باسکٹ اور تھرماس اٹھائے  
اور ان تینوں نے دو دو کر سیاں سنبھالیں اور بوز ہے ہی کی رہنمائی میں ایک طرف چلنے لگے۔

ڈھلان سے اتر کر وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک جیپ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔! سامان جیپ پر بارہ  
کر دیا اور وہ خود بھی بیٹھ گئے۔۔۔! لڑکیاں پچھلی سیٹ پر تھیں۔ ظفر بوز ہے رجمنڈ کے پاس بیٹھا  
تھا۔ دو ڈھائی میل چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے گاؤں کے لئے آگے راستہ نہیں  
تھا۔ بوز ہے رجمنڈ نے انہیں اترنے کو کہا۔ ظفر سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں سے کسی طرف پیدل بھی  
جانا پڑا تو کم از کم تھیلما کے لئے یہ بہت دشوار ہو گا۔

کچھ عجیب سی چیزوں تھیں۔۔۔! ایسا لگتا تھا جیسے ان پر قدم جانا بھی حال ہو گا۔  
پھر وہ سب ہی گاؤں سے اتر گئے تھے۔۔۔! رجمنڈ نے ظفر سے کہا۔ ”ہماری رہائش گاہ زیادہ  
بڑی نہیں ہے۔ تھیں بے تکلف مہماںوں کی طرح قیام کرنا پڑے گا۔!“

”نہیں تو....!“

”وہ تمہیں الگ لے جا کر کیا کہتا رہتا۔!“

”اوہ....وہ....کچھ نہیں....!“

”باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو....اس نے میرے خلاف کوئی ایسی بات کہی کہ تو فوری طور پر مجھ سے بد نظر ہو گئی تھیں وہ تو اچانک وہ شور آڑے آیا تھا۔!“

”وہ کیسا شور تھا کیسی روشنی تھی....؟“ تمہیماں کی بات کا جواب دینے کی وجہ سے جرتا اظہار کرنے لگی....ظفر شرات آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

”تم میری بات کا جواب دینا نہیں چاہتی ہو....!“ وہ بالآخر بولا۔ ”میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا....لیکن یہ ملازمت میری کچھ میں نہیں آرہی....پہنچنے میں میر املازم کس حال میں ہو گا۔!“

تمہیماں کچھ نہ بولی....وہ بہت زیادہ فکر مند نظر آرہی تھی۔ ظفر نے بھی بات آگے نہ بڑھائی۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ اب کسی طرح اس چکر سے نکلا چاہئے....! آخر عمر ان چاہتا کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی کی حرکت معلوم ہوتی ہے، ورنہ اس غار سے یہاں تک کیسے پہنچتے۔!“ دفعناگوارا پھر اس کمرے میں داخل ہوئی اور ظفر کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”میں لمحہ تیار کرنے جا رہی ہوں....کیا تم باور پی گی خانے میں آکر میرا باتھ بناوے گے....؟“

”ضرور.... ضرور....؟“ ظفر اٹھ گیا۔۔۔ تمہیماں سے گھورتی رہی لیکن جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو بُراسامنہ بنا کر بولی۔ ”تم بیٹھو میں جا رہی ہوں اس کے ساتھ....!“

”نہیں تم نہیں.... تم بہت زیادہ تحکی ہوئی معلوم ہوتی ہو آرام کرو!“ کلارا بنس کر بولی۔ ”ہاں....ہاں.... تم چلو....!“ ظفر چل پڑا اور مڑ کر تمہیماں کی طرف دیکھا تک نہیں۔

”وہ بیٹھی بل کھاتی رہی۔!“

## O

وہ رات انہوں نے وہیں گزار دی تھی....! وہ کمروں کا مکان تھا اور چاروں آدمی ایک یہ کمرے میں سوئے تھے....! صبح ناشتے پر تمہیماں بہت زیادہ برآفر و نہ نظر آئی۔ وہ بوڑھے بُنہے

”باد بار کہہ رہی تھی کہ انہیں واپس بھجوانے کا انتظام فوراً کر دیا جائے۔“

”ہمارے متعلقین ہمارے لئے پریشان ہوں گے....!“ اس نے کہا۔

”بھی میں کوشش کر رہا ہوں، وہ آدمی مل جائیں تو....!“

”وہ آدمی.... کیسے آدمی....؟“ ظفر احتمانہ انداز میں بولا۔

”ناشترے کے بعد.... میں ان کی تلاش میں جاؤں گا.... تم لوگ تیار رہنا۔!“

”میں بھی چلوں گی انکل.... مجھے بستی سے تھوڑی تر کاریاں خریدنی ہیں....!“ کلارا ابوی اور

ظفر کی طرف دیکھنے لگی انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتی ہے۔

تمہیماں نے فوراً ظفر کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور بولی۔ ”واپسی کا سفر میری دامت میں آسان ہو گا۔!“

اور اس نے بھی بھی مناسب سمجھا کہ تمہیماں کو تھانہ چھوڑے، ان دونوں کے پلے جانے کے بعد تمہیماں بولی۔ ”تم جیسا آدمی بھی آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔!“

”اور عمران جیسا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔... آخر وہ چاہتا کیا ہے۔!“

”تم نے سن نہیں تھا.... وہ مسٹر میوری سے ملتا چاہتا ہے۔!“

”یہ بات میری بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ ویسے تم نے اسے کہتے سن ہو گا کہ اس نے ہمارے

ہتھ سے آدمی پکڑ لئے ہیں۔!“

”میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دونوں ہی پارٹیاں بد معافیوں کی پارٹیاں ہیں....!“

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو....!“ وہ اسے گھورتی ہوئی تیز لمحہ میں بولی۔

”اُرے پکڑو ہکڑو کوئی شریفوں کا شیوه ہے اس نے تمہارے آدمی پکڑ رکھے ہیں اور تم اسے

کھو لیئے کے چکر میں ہو۔ اگر کسی کو کسی کے خلاف کوئی شکایت ہے تو وہ قانون کو متوجہ کرے۔

قانون کوہاٹ میں لیتا چھٹے آدمیوں کا کام تو ہو نہیں سکتا۔!“

”یہی تو میں بھی سوچتی ہوں....!“ وہ ٹھٹھی سانس لے کر بولی اور اسے ٹوٹنے والی نظر وہ

سے دیکھنے لگی۔

دفعناگوارا کسی نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر گھستا چلا آیا۔ وہ دونوں اس کی صورت دیکھ کر اچھل

ہے اور یہک وقت ان کی زبانوں سے نکلا ”عمران۔“

”بچھ کھانے والے کو ہو تو لاو!“ عمران ان کی طرف توجہ دیئے تھیں لارپواہی سے بولا۔  
ظفر نے حسپت کر اس کا گریبان پکر لیا۔

”ارے.... ارے.... یہ کیا.... ہائی!...! اے تم تو وہی معلوم ہوتے ہو.... اوہ ماڑام  
تحمیما.... خیر.... میں بہت بھوکا ہوں۔ سمجھا تھا کوئی شریف آدمی یہاں رہتا ہو گا!“  
”میں تمہیں جان سے مار دوں گا ورنہ ہمیں سردار گذھ پہنچاؤ۔“ ظفر اس کے گریبان کو جھکا  
دیتا ہوا بولا۔

عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہ آہنگی اپنے گریبان سے ہٹا دیا۔ ظفر کو ایسا محسوس ہوا جیسے  
اس کا ہاتھ کسی آہنگی گرفت میں ہو، لیکن عمران کے چہرے پر وہی گھنڈرے پن کے تاثرات نظر  
آئے۔ ناگواری کی ہلکی سی جھلک بھی اس کی آنکھوں میں نہیں تھی۔  
”تم آخر چاہتے کیا ہو....؟“ تھیما بولی۔

”کہہ چکا ہوں کہ مسٹر میوری کو مجھ سے ملا ہی پڑے گا!“

”تو تم ان سے کہو ہم لوگوں نے تمہارا کیا گاڑا ہے!“

”میں چاہتا ہوں کہ وہ خود ہی مجھ سے ملنے کی خواہش کریں!“

”اچھی بات ہے میں کو شش کروں گا۔“ ظفر سر ہلا کر بولا۔

”خیر تم یہ کام کر دینا.... اور تھیما دوسرا کام کریں گی، میرے لئے....!“

”کون سا.... کام؟“ تھیما چوک کر بولی۔

”میں تم سے مسٹر میوری کی دوازدھ فیکٹری کا پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں!“

”مم.... میں کیا جاؤں....؟“

”تم ان کی سیکرٹری ہو.... تمہیں ہر حال میں معلوم ہونا چاہئے!“

”مسٹر عمران مجھے حیرت ہے....!“ ظفر بولا۔

”کس بات پر حیرت ہے تمہیں عزیز از جان....!“

”فیکٹری کسی چوہے کے بل میں تو ہو گی نہیں کہ آپ پتہ پوچھ رہے ہیں!“

”اتفاق سے وہ چوہے کے بل ہی میں واقع ہوئی ہے اور عنقریب تم بھی اسی بل میں پہنچا  
جاؤ گے!“

”میا مطلب....!“

”پہلے میں تحیما سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں....!“

”مجھے کسی دوازدھ فیکٹری کا علم نہیں!“

”پھر تم نے کس طرح باور کر لیا کہ ظفر کسی دوازدھ فیکٹری میں کام کرنے کے لئے ملازم  
رکھا گیا ہے!“

”میں ظفر کے بارے میں بھی اس کے علاوہ اور بچھ نہیں جانتی کہ مسٹر میوری نے ان کے  
قیام کا انتظام ایک ہوٹل میں کرایا تھا!“

”اور تم نے ان کے ذریعہ مجھے پہنانے کی کوشش کی تھی!“

”ظفر نے پھر بچھ بولنا چاہا لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہوا بولتا رہا۔  
”یہ صاحب زادے مجھے ٹھنڈک میں کھڑے رہنے کے مقابلے کا چیلنج دے کر ہوٹل سے  
باہر لے گئے تھے.... ہاں اب بولو عزیز القدر.... کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”ظفر صرف ہکلا کر رہ گیا۔ تحیما سختی سے ہونٹ بھینچے عمران کو گھوڑے جارہی تھی۔

”ہاں... اب بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو!“ عمران ظفر کے چہرے کے قریب ہاتھ لہرا کر بولا۔

”بچھ.... نہیں....!“

”تم نے کیسٹری میں ماسٹر ڈگری لی تھی!“ عمران جیب سے پلاسٹک کی ایک ڈبیہ نکالتا  
ہوا بولا۔ ”ذراد کھننا تو اس سیال کی خوبیوں کی جیزوں کا مرکب ہو سکتی ہے....؟“

”ظفر ڈبیہ اس کے ہاتھ سے لے کر اس کا چیزدار ڈھنکن کھونے لگا....!“

”ڈھنکن کھلتے ہی تیز قسم کی خوبیوں کے کمرے میں پھیل گئی....! ڈبیہ اس کے چہرے کے  
قریب ہی تھی....! اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ خوبیوں بر قرقفاری سے اس کے حواس پر  
حمل آور ہوئی ہو....! اس پھر لیا اور پھر اسے گردوبیش کی خرمند رہ گئی۔ بڑی تیزی سے پورا ماحول  
دھنڈا گیا تھا۔

”دوبارہ ہوش آنے پر اس نے ڈاکٹر رحمتؑ کو اپنے اوپر جھکا ہوا پالا۔

”وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا....!“

”تمہیں کیا ہوا تھا۔ لڑکی کہاں ہے....؟“ ڈاکٹر رحمتؑ نے اس سے پوچھا۔

”لڑکی....؟“ ظفر نے بستر سے چھلانگ لگاتے ہوئے بوکھلا کر دھرایا۔۔۔ وہ تھیما کو آوازیں بڑے توپیا ہوا دھر اور دھر تا پھر رہا تھا۔

ڈاکٹر رحمذ اور کلارا اس کے پیچے تھے۔ ادا ایک جگہ ٹھوک کھا کر گرا اور کلارا اور رحمذ نے پہنچ گئے۔۔۔ ادونوں نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور ظفر جلدی جلدی بلندی، بولنے لگا۔ وہ ان دونوں کو بتا رہا تھا کہ کس طرح انہی ڈاکوؤں میں سے ایک آدمی گھر میں کس آیا تھا۔ جنہوں نے پہلے انہیں پریشان کیا تھا۔

”تو لڑکی کہاں ہے....؟“ بوڑھا رحمذ متینہ لجھے میں بولا۔

”پتہ نہیں۔۔۔ اس نے مجھے بیہوشی لانے والا کوئی سیال سنگھادیا تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ تھیما پر کیا گذری....؟“

وہ ایک پل خاموش رہ کر پھر تھیما کو پکارنے کے سلسلے میں حلق چھاڑنے لگا۔

یک بیک سنائے میں ایک نسوائی تھی دور تک لمبائی چلی گئی۔۔۔!

”وہ.... اُدھر.... اُدھر سے آواز آئی ہے....؟“ کلارا ایک جانب ہاتھ انھا کر بولی اور ظفر اُدھر ہی دوز تا چلا گیا۔

آواز پھر سنائی دی تھی۔۔۔ ایک قد آدم چنان کے پیچے تھیما نظر آئی تھی۔۔۔ ایک آدھ کئے ہوئے درخت کے تنے سے اسے جکڑ دیا گیا تھا۔ ظفر کو دیکھتے ہی وہ ملبلک روپڑی۔

”اوہ.... تم.... ذرو نہیں۔۔۔ اب میں اسے جان سے مار دوں گا۔!“ ظفر ری کے ملنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

اسے میں کلارا اور رحمذ بھی دہاں آپنچے۔۔۔ انہوں نے سہارا دے کر اسے اس جھلا جھکلا سے باہر نکلا۔۔۔ اور سہارا ہی دیے ہوئے گھر کی طرف چل پڑے۔!

ظفر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تھیما سے کیا پوچھے۔ اس وقت اگر عمران مل جاتا تو یہ سوچے بغیر کہ خود اس کا حشر کیا ہو گا اس کی تکہ بوٹی کر دالتا۔

وہ تھیما کو گھر میں لائے اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کی تو جیے زبان ہی گلگ ہو گئی تھی۔۔۔ ایسی چپ سادھی کہ ڈاکٹر رحمذ کو ظفر کو الگ لے جا کر کھانا پڑا۔ ”شاید“ ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔!

”پتہ نہیں انہوں نے اس کے ساتھ کیا برتاو کیا ہو۔۔۔؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔۔۔؟“

”میں نے تم لوگوں کے بھجوانے کا انتظام کر لیا ہے۔۔۔؟“

”میں اب کہیں نہ جاؤں گی۔!“ تھیما کی آواز آئی۔ وہ چونکہ کرمزے تھیما دروازے میں کھڑی نظر آئی اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

”کیوں۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ مجھے بتاؤ میں۔۔۔!“ بوڑھے رحمذ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے مشقانہ انداز میں کہا۔

”پچھے نہیں۔۔۔ پچھے بھی نہیں۔۔۔ پچھے دن یہاں قیام کرنا چاہتی ہوں۔!“

”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ تمہارا گھر ہے۔۔۔ جب تک چاہو رہو۔۔۔! لیکن اس نے تمہیں دہاں لے جا کر باندھا کیوں تھا۔۔۔؟“

”میں پچھے نہیں جانتی۔۔۔ اس نے ظفر کو کوئی چیز سمجھائی تھی۔۔۔! پھر مجھ پر جھپٹا تھا میں یہوش ہو گئی تھی، ہوش میں آئے پر خود کو دہا بندھا ہوا لیا۔!“

”وہذا کو تم لوگوں سے کیا چاہتے ہیں۔!“ بوڑھا رحمذ ظفر کی طرف مڑا۔

”پتہ نہیں۔۔۔ جو کچھ ہمارے پاس تھا پہلے ہی چھین لیا تھا۔!“

”بڑی عجیب بات ہے! اب مجھے اس مکان کی حفاظت کیلئے پیاریوں کی مدد لینی پڑے گی۔!“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے انکل۔۔۔!“ کلارا اکانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

”نہیں تم ذرو نہیں۔۔۔ ابھی میری بوڑھی ہنریوں میں اعتماد ہے کہ تم اوں کی حفاظت کر سکوں۔۔۔!“ بوڑھے نے بڑے جوش سے کہا۔

”ڈاکونے تمہیں مار اپیٹا تو نہیں تھا۔!“ کلارا نے تھیما سے خوف زدہ لجھے میں پوچھا۔

”مجھے کچھ یاد نہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔!“

”تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔۔۔ چلویں جاؤ۔۔۔!“ بوڑھا رحمذ بولا۔ پھر وہ پچا سمجھی ان لوگوں کو دیں چھوڑ کر دسری طرف چلے گئے تھے۔!

”ظفر خاموش کھڑا تھیما کو دیکھے جا رہا تھا۔!

”تم پر۔۔۔ کیا گذری۔۔۔!“ تھیما نے آہستہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں..... میں یہاں بیہو ش پڑا تھا۔!

”اس نے مجھے بے ہوش نہیں کیا تھا۔ بس کمر پر لاد کر ادھر لے جھاگا تھا۔!

”تم نے شور نہیں ملایا تھا۔!

”بہت چیزیں تھیں ..... مگر دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔!

”پھر....؟

”اس نے مجھے باندھ دیا..... اور..... اور اب اس دنیا میں تمہارے علاوہ میر اور کوئی نہیں؟“

”باندھ دینے کی وجہ.....؟“ ظفر نے بوکھلا کر پوچھا۔

”میر امداد نہ اڑاؤ.....!“ وہ روپا نی ہو گئی۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں.....!“ وہ اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ ”لیکن تم یہاں سے جانا کیوں

نہیں چاہتیں۔؟“

”میں کیا بتاؤں ..... وہ عمران بڑا بھیاک آدمی ہے.....! اس نے مجھے درخت سے باندھ کر

اپنے تھیلے سے ایک ڈبہ نکالا جس میں بڑے خوف ناک پچھو تھے.....! اس نے انہیں زمین پر ڈال

دیا تھا اور وہ ریگتے ہوئے میری طرف بڑھنے لگے تھے.....! پھر اس نے مجھے سے وہی سوال کیا۔“

”کون سا سوال ....؟“

”دواز کارخانے کے متعلق ....!“

”اچھا تو پھر....!“

”میں نے اس کا پتہ بتادیا.....!“

”تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ....؟“

”تم نہیں سمجھ سکتے ....! کارخانے کے محل و قوع کا علم میرے اور مسٹر میوری کے علاوہ اور

کسی کو نہیں۔!“

”تم غلط کہہ رہی ہو.....! یہ کیوں نکلن ہے...! یہاں کام کرنے والے بھی واقف ہو گے۔“

”لیکن کارخانے سے نکل کر پیر و فی دنیا سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔!“

”کیا مطلب ....؟“

”وہاں کے وہ قیدی ہیں ....! انہیں آسمان دیکھنا نصیب نہیں ہوتا اور تم بھی وہیں پہنچ

دیے جاتے ...!“

”اوہ....!“ ظفر کا حیرت سے منہ کھلا رہ گیا۔!

”تمہیں وہاں ساری آسائشیں میر ہوتیں لیکن تم آسمان نہ دکھ سکتے ... کبھی کھلی فضائیں

نہ آ سکتے ...!“

”خدا کی پناہ ...!“ ظفر ناٹے میں آگیا۔

”حصیماں چند لمحے خاموش رہ کر گلوکیر آواز میں بولی۔“ اس نے مجھ سے پچھے معلوم کر لیا ہے۔

اب اگر اس کی رسائی وہاں تک ہو جاتی ہے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں بھی اس کی

معلومات کا ذریعہ بنی ہوں۔!“

ظفر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو تفصیلی جنبش دی۔ اور پھر حصیماں کو کپاٹی ہوئی

آواز میں کہتی رہی۔ ”میوری مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ نہیں اب میں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔!“

”دواز کارخانے میں کیا ہو رہا ہے۔ اتنی رازداری کے ساتھ ....?“ ظفر نے پوچھا۔

”یہ میں نہیں جانتی۔!“

”عمران کیا چاہتا ہے ....!“

”اس کے بارے میں میں نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ مسٹر میوری اُسے مقابی پولیس سے

مغلظت سمجھتے ہیں۔!“

”اوہ....!“ ظفر کے چہرے پر سر اسیگکی کے آثار نظر آنے لگے۔

”اور وہ اس کے ذرے اپنی قیام گاہیں بدلتے رہتے ہیں۔!“

”کیا وہ کوئی پولیس آفیسر ہے ....?“

”مجھے اس کے بارے تفصیل سے کچھ نہیں معلوم لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ مسٹر میوری کے

اعصاب پر بری طرح سوار ہے۔!“

”کتنا چھا ہوا کہ مجھے قبل از وقت علم ہو گیا۔!“

”لیکن اب تم ہی کیا کرو گے .... میوری کا عتاب تم پر بھی نازل ہو گا۔!“

”مجھے اس کی پرواہ نہیں ....! قوانین کا احترام میرا جزو ایمان ہے اب میں دیکھوں گا کہ

عمران کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!“

”یقیناً وہ فیکٹری غیر قانونی طور پر قائم کی گئی ہے ورنہ اتنی رازداری کی کیا ضرورت تھی!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!“

”جب آدمی ایسی ذہنی کیفیت میں جلا ہو تو پھر اسے دوسروں پر اعتناد کرنا چاہئے!“

”میں کیا کروں....؟“

”مجھ پر اعتناد کرو... حتی المقدور تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچنے دوں گا۔“

اتنے میں بوڑھار ہمنڈ پھر کمرے میں واپس آیا۔

”ہاں تو پھر... چلو... میں تم لوگوں کو وہاں تک پہنچاؤں!“

”کہاں تک....؟“ ظفر نے پوچھا۔

”جہاں سے وہ لوگ تمہیں سردار گذہ لے جائیں گے....!“ رہمنڈ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ظفر کو الگ لے جا کر کچھ کہنا چاہتا ہو....!

ظرف اس کے پہنچے باہر چلا آیا۔

”کیا بتایا اس نے....!“ دفعہ تر رہمنڈ نے اس کی طرف مڑ کر پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں....!“

”مطلوب یہ کہ اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔“

”پہنچا بھی ہو گا تو مجھے کیوں بتائے گی!“

”ہوں.... اوں....!“ وہ پر تشویش انداز میں سر ہلا کر رہ گیا پھر بولا ”بہتر ہو گا کہ تم اس جلد یہاں سے چلے جاؤ، پتہ نہیں وہ کون ہیں اور تم سے کیا چاہتے ہیں!“

”کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اب وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ نقدر تو پہلے ہی چھین چکے تھے۔!“

”لڑکی یہاں سے جانے پر کیوں رضامند نہیں!“

”یہ بھی میں نہیں جانتا....! میرے خیال سے خائف ہے سوچتی ہو گی کہیں راستے میں پھر ان سے مدد بھیز نہ ہو جائے!“

باتیں ختم ہو گئی تھی....! ظفر نے تھیلما کو بتایا تھا کہ بوڑھار ہمنڈ بھی خائف معلوم

ہوتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اب ہم لوگ یہاں نہ ہیں....!“

”میں دن کے ابھاں میں سردار گذہ نہیں پہنچا جاہتی۔“ تھیلما بولی۔

”کیا مطلب....؟“

”اگر یہ مسٹر میوری کوئی غیر قانونی کام کر رہا ہے تو میر افرض ہے کہ قانون کا ساتھ دوں۔“

”اچھوں کی طرح نہ سوچو... میوری بہت خطرناک آدی ہے بہتر ہو گا کہ ہم دونوں سردار گذہ کی بجائے کہیں اور چلے جائیں۔!“

”وہ میرے ملازم کو پریشان کرے گا۔ میں اسے سردار گذہ میں تھا نہیں چھوڑ سکتا۔!“

تھیلما کچھ نہ بولی۔ اس کا چہرہ مت کر رہ گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے برسوں کی بیمار ہو...!“

ظفر پہنڈ لمحے خاموش رہ کر بولا۔ اس نے میوری کی قیام گاہوں کے بارے میں بھی پوچھا

ہو گا!“

”نہیں صرف فیکٹری کے بارے میں۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....! اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ وہ ان ساری قیام گاہوں سے واقع

ہے.... ورنہ فیکٹری کا پہنڈ لگانے کے بعد وہ اسے کہاں ڈھونڈتا پھرے گا۔!“

”بہر حال.... میری ہی طرح تم بھی خطرے میں ہو.... اب اسے یقین آجائے گا کہ تم عمران سے ہی تعلق رکھتے ہو....!“

”نہ ہو....!“ وہ تھا اٹھا کر بولا۔ ”مجھے سوچنے دو۔!“

تھیلما نہ حوال سی ہو کر ایک اشول پر بیٹھ گئی اور ظفر اس کے قریب کھڑا اسچارہا... اگر

عمران مقامی پولیس سے تعلق رکھتا ہے تو تھیلما کو گرفتار کر کے ساتھ کیوں نہ لے گیا... کیونکہ

وہ تو.... میوری کے خلاف ایک گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔!“

دفعہ اس نے تھیلما کے شانے پر ہاتھ رکھ کر یہی سوال دہرا لیا۔

”میں کیا بتاؤں....؟ مجھے خود بھی حیرت ہے....!“ تھیلما بولی۔

”اچھی بات ہے... تو ہمیں سردار گذہ واپس چلانا چاہئے۔!“ ظفر نے فیصلہ کن لمحے میں کہا۔

”میں اپنی موت کو دعوت نہیں دے سکتی۔!“

”قانون سے بچے بچھنے میں بھی زندگی جہنم ہی بن جاتی ہے... وعدہ معاف گواہ بن کر

تم باعزت زندگی گذار سکو گی۔!“

”لیکن میں یہ تو نہیں جانتی کہ وہاں کیا ہو رہا ہے....!“

بلدی زیادہ نہیں تھی وہ بے آسانی اس تک پہنچ سکتے تھے....! تموزاہی فاصلہ طے کرنے کے بعد ظفر نے محسوس کیا کہ وہ انہیں حیرت سے دیکھ رہا ہے۔!

اوپر اس کے قریب پہنچ کر ظفر نے پوچھا ”ہمیں کتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔“ وہ کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کی آنکھوں کے سوالیہ انداز سے ظفر کو وحشت ہی ہوئی تھی۔ اس نے پھر اپنا سوال دہرا دیا اور پھر تو ان کے پیروں تسلی سے زمین ہی نکل گئی تھی۔!

”وہ بولا تھا.... لیکن حلق سے بے ہنگم سی آوازیں نکل کر رہ گئی تھیں۔ وہ گونگا تھا.... اور نفعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کے بارے میں کچھ جانتا ہے کیونکہ اس کی آنکھوں کا متبرانہ انداز بدستور قائم تھا۔ انہوں نے نیچے ڈھلان میں کچھ بھیزیں بھی چرتی دیکھیں۔!

”چوٹ ہو گئی....!“ ظفر کرہا۔

”کیا مطلب....؟“ تھیلما بہت زیادہ بوکھلا گئی تھی۔

”وہ تیس دھوکہ دے گیا۔ یقین کرو کہ وہ بھی عمران ہی کا کوئی آدمی تھا اور یہ ڈرامہ اس لئے اٹھ کیا گیا تھا کہ تم سے کارخانے کا پتہ معلوم کیا جائے۔“ تھیلما سر تھامے ہوئے ویس ایک پھر پریشہ گئی۔ اگونگا انہیں حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

”اب کیا کریں، کدھر جائیں....؟“ ظفر کچھ دیر بعد بولا۔

آہستہ آہستہ دن ڈھلتا جا رہا تھا۔

”بُوڑھا سخت مردود ثابت ہوا۔!“ تھیلما بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”اب اُسے گالیاں دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔!“

”پھر کیا کریں....؟“ تھیلما جھنجھلا گئی۔

”ٹھہر.... میں کوشش کرتا ہوں کہ اس گونگے سے کچھ معلوم کروں۔!“

پھر وہ ہاتھ ہلا ہلا کر اس سے اشاروں میں پوچھتا رہا تھا کہ شہر جانے کے لئے انہیں کیا کرنا ہے گا۔ کوئا کچھ دیر بعد اس طرح سر ہلانے لگا جیسے وہ اس کے مانی افسوس سے آگاہ ہو گیا ہو لیکن ظفر مطمئن نہیں تھا۔

بہر حال وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگے۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کسی قسم کے اشارے بھی کرتا بلہ تھا لیکن وہ کچھ نہ کچھ سکے....! اب چلتے رہے اس کے ساتھ، زیادہ نہیں چلانا پڑا تھا کہ گونگے تو اونچائی پر کھڑے ہوئے آدمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ البتا سے مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔

”تم چلو تو.... میں اس کا بھی انتظام کرلوں گا۔!“

پھر بُوڑھے رحمذ نے انہیں جیپ پر بٹھایا تھا اور اسی راستے سے ان کی روائی ہوئی تھی جو سے اس مکان تک پہنچے تھے۔!

جیپ میں کلارا بھی موجود تھی۔ اس نے ان کی اتنی جلد روائی پر کئی بار افسوس ظاہر کیا تھا ”وہ آدمی قابلِ اعتماد ہے....!“ رحمذ بولا۔

”کون آدمی....؟“ ظفر نے پوچھا۔ ”جو سردار گذھ سکتے تھے ہیں۔!“ وہاں تم بھی رک کر کارروال کا انتظار کرنا۔!

”کارروال....؟“

”ہاں.... چھوٹے چھوٹے کارروال ہر وقت ہی گذر اکرتے ہیں۔!“

”پیدل....!“ ظفر نے بوکھلا کر پوچھا۔ ”کیا ہمیں پیدل چلتا پڑے گا۔!“

”ضروری نہیں۔... ان کے ساتھ خچر بھی ہوتے ہیں۔!“

”اتا طویل سفر....!“ تھیلما خوف زد لمحے میں بولی۔ ”مجھ سے تو ممکن نہیں۔!“

”اس سے زیادہ تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔!“ رحمذ نے کہا۔

جیپ اونچے نیچے راستے پر چلتی رہی۔

”وہ دیکھو....!“ کچھ دور چلنے کے بعد رحمذ نے کہا۔ ”وہ آدمی وہاں کھڑا ہے۔!“

”وہ تو کافی اونچائی پر ہے۔!“

”ہاں آں.... راستہ دوسری طرف ہے۔!“ رحمذ نے کہا اور گاڑی روک دی۔

ظفر حیرت سے اسے دیکھتا ہا کیونکہ اس کے لمحے میں پہلا ساتاپک نہیں رہا تھا۔

”جلدی.... کرو.... اُتر جاؤ.... مجھے جلدی ہے۔ خدا حافظ۔!“

ظفر اور تھیلما نے بے بی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

کلارا بھی اب کچھ نہیں بول رہی تھی۔

بالآخر دونوں گاڑی سے اُتر گئے۔ اور رحمذ نے انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے گاڑی موزدی۔

دونوں ہی دور ہوتی ہوئی جیپ کو بے بی سے دیکھتے رہے پھر جب وہ نظر وہ سے او جھل ہوئے۔

تو اونچائی پر کھڑے ہوئے آدمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ البتا سے مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔

”سوال یہ ہے کہ اندیشے بیدا کیوں ہوئے تھے!“  
 ”میں بحث کے مودع میں نہیں..... ہم دونوں ہی فی الحال مسٹر میوری کے دست نگر ہیں!“  
 ”میں تواب لعنت بھیجا ہوں مسٹر میوری پر....!“  
 ”غیر دانش مندانہ حرکت ہوگی۔ ہم کیوں نہ اسے مل کر ماریں۔ یہ تو سچا اگر تم اس کی مالی  
 اولاد سے محروم ہو گئے تو اس ہوٹ میں کیوں کفر قیام کر سکو گے۔ یہ ضروری نہیں کہ تمہارے معیار  
 کے مطابق تمہیں کوئی دوسرا ملزامت فوری طور پر مل جائے!“  
 ”لیکن اگر اس دوران میں عمران کی طرف سے کوئی حرکت ہو گی ہو تو....!“  
 ”دیکھا جائے گا۔ میں دیکھا جا چاہتی ہوں کہ میں کتنی باصلاحیت ہوں!“  
 ظفر سوچ رہا تھا کہ اب اس پر اعتماد کرے یا نہ کرے۔ ان حالات سے گذرنے کے بعد خود  
 اس پر تھیما کا اعتماد ختم ہو جانے کا امکان تھا وہ اُسے عمران ہی کا آدمی سمجھ سکتی تھی!“

## O

ویران گر جئے کی عمارت قبرستان ہی کی حدود میں تھی۔ اب وہاں عبادت نہیں ہوتی تھی  
 لیکن تدبیں کے لئے آنے والے کچھ دیر وہاں بیٹھ کر اپنی تحکیں ضرور اتارتے تھے۔  
 یہ گرجا گنگریزوں کے دور حکومت کی یاد گار تھا اور..... قبرستان میں زیادہ تر انگریز فوجی و فن  
 تھے۔ مقامی عیسائی آبادی اپنے مردوں کی تدبیں اس قبرستان میں بھی کرتی تھی۔!  
 ویسے مقامی آبادی کے لئے دوسرا قبرستان مخصوص تھا۔ گر جئے کی دیکھ بھال کے لئے ایک  
 آدمی بھی یہاں رہتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ لوگ کچھ دونوں کے لئے اپنے تابوت گر جئے  
 مل کر جاتے اور کئی دونوں کی رسومات کے بعد ان کی تدبیں ہوتی، ایسے تابوتوں کے لئے گر جئے  
 کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا تھا، جس میں تابوتوں کے نگران بھی قیام کرتے، لیکن ایسا شاکر  
 شاذ نادر ہی ہوتا تھا۔

ایسا ہی ایک تابوت آج بھی آیا تھا اور ایک بوڑھی یوری یشین عورت اس کی نگران کی حیثیت  
 کے وہاں مقیم تھی۔

نے رک کر ایک دراز کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اتنی چوڑی تھی کہ تمنے چار آدمی بیک وقت اس میں  
 داخل ہو سکتے تھے۔ گونگا ہاتھ ہلا ہلا کر غالباً بھی کہہ رہا تھا کہ انہیں اس دراز سے گذر جانا چاہئے۔  
 پھر وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اپنی بھیڑوں کی طرف پلٹ گیا۔ ظفر اور تھیما نے ایک دوسرے کی  
 طرف دیکھا۔

”آؤ....!“ ظفر نے تھیما کے شانے پر باتھ رکھ کر دراز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔  
 ”بے سمجھے یو جھے۔“ تھیما بچکچائی۔

”چلو بھی.... تم تو یہ بھی میوری کے ہاتھ لگانا نہیں چاہتیں!“  
 وہ دونوں دراز میں داخل ہوئے.... اشائد میں باسیں گزر کے فاصلے پر دراز کا اختتام ہوا تھا۔  
 دوسرے سرے پر پہنچتے ہی تھیما کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔  
 ”کیا بات ہے....؟“

”وہ دیکھو....!“ اس نے کپکاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”سردار گذھ کار میوے اٹیشن....!“  
 ”کہاں....! اوہ.... بوڑھا واقعی خبیث تھا.... تو گواہم سردار گذھ ہی میں رہے ہیں....  
 میرا خیال ہے کہ یہاں سے اس کامکان زیادہ سے زیادہ پانچ میل کے فاصلے پر ہو گا!“  
 یک بیک تھیما بہت زیادہ سُست پڑ گئی....! پل بھر پہلے کی بیشاشت کا نام و نشان تک چہرے  
 پر نہیں تھا۔  
 یہ فوری تبدیلیاں ظفر نے محسوس کیں لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ جانتا تھا اس کی وجہ... تھیما  
 میوری کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اوہ دونوں بلا خ سڑک پر آتی آتیے....! یہاں سے کوئی  
 جیکی یار کشا نہیں شہر تک پہنچا سکتا تھا۔ تھیما کچھ دور جل کر رک گئی۔ ظفر بھی رک گیا...“  
 عجیب انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔!

”کیا بات ہے....!“ ظفر سکرایا۔  
 ”کچھ نہیں.... چلو....!“ میں نے اسکیم بدلتی ہے اب ہم میوری تک پہنچنے کی کوشش  
 کریں گے....!“ تھیما بولی۔

”کیوں....?“  
 ”ہو سکتا ہے۔ میرے اندیشے غلط ہوں....!“

اندھیرا بچھل کیا اور وہ کھانے کے لئے ظفر کے اقسامی ہوٹل میں آئے جن بہت زیادہ پوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس نے ظفر کو بتایا کہ مسٹر میوری کے آدمی اسے کئی بار پوچھ چکے ہیں اور ان کے تیوار اچھے نہیں معلوم ہوتے۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جن نے آگے بڑھ کر دروازے کا بولٹ گر لیا۔ ایک آدمی اندر گھس آیا۔

”اوہ.... مادام....!“ وہ دروازے کے قریب ہی ٹھنک گیا!

”باس کہاں ہے....؟“ تھیلما نے اس سے پوچھا۔

”ان کے کہیں ہونے نہ ہونے کے بارے میں تو آپ ہی جانتی ہوں گی لیکن وہ ہم سے کئی بار فون پر آپ کے متعلق پوچھ چکے ہیں۔“

”اچھی بات ہے تم جاسکتے ہو۔ میں ان لوگوں کی دیکھ بھال کر رہی ہوں۔“

”وہ چلا گیا۔ جن سے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”پہلے ہم کھانا کھائیں.... اس کے بعد پھر اور کچھ ہو گا۔“ ظفر بولا۔

جن نے وہیں سے فون کر کے کھانا طلب کرنا چاہا لیکن تھیلما بولی۔ ”نہیں.... تم خود یونچ چاؤ.... اور کھانے کے لئے کہو۔!“

جن ظفر کو گھورتا ہوا باہر چلا گیا اور تھیلما دروازہ بولٹ کر کے ظفر کی طرف مڑی۔

ظفر نے بھر اس کے چہرے پر اجنبیت سی محسوس کی۔

”جب وہ کہیں نہ مل سکے تو پھر وہیں ملتا ہے۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کہاں!“ ظفر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کیا تم یہاں کی جگہوں کے نام سے واقف ہو!“ تھیلما نے جھنجلا کر سوال کیا۔

ظفر نے انکار میں سر ہلایا اور وہ بولی۔ ”بس کھانے کے بعد وہیں چلیں گے وہ میں کتنی تھکن

محسوس کر رہی ہوں۔“

”وہ آرام کر سی پر نہیں دراز ہو گئی۔“

ظفر نے بے چینی سی محسوس کی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے تھیلما میں کوئی فوری تبدیلی ہوئی ہو۔

کھانے کے بعد وہ باہر نکل تھے۔ جن مصر تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جائے گا۔! لیکن تھیلما

تھکن تو نہیں مل سکا تھا۔

گرجے کے محافظ نے اسے اطمینان دلایا تھا کہ وہ خود بھی رات بھر اس کے پاس موجود رہے گا۔ اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔

”یہ ایک مجبوری ہے۔!“ بوزہمی عورت تھنڈی سانس لے کر بولی۔

”ہمارا بیٹا یہاں موجود نہیں ہے۔ مجھے اس کا انتظار ہے اس کے آئے بغیر تم فین میکن نہیں۔ گھر پر لاش رکھ نہیں سکتے کیونکہ پڑوسیوں میں اس کاررواج نہیں ہے۔!“

”آپ اطمینان سے قیام کجھے۔!“ بوزہما محافظ ہاتھوں سے سینے پر کراس بنانکر بولا۔ ”اس آواز کی طرف سے کوئی اپنے کان بند نہیں کر سکتا۔ ایک دن مجھے بھی اسی آواز پر لبیک کہنا ہے۔ ایں قادر میوریل سے کہوں گا کہ وہ تابوت پر ہاتھ رکھ کر مردے کے لئے دعا کریں۔“

”اوہ کیا یہاں کوئی قادر بھی ہیں۔ میں نے تو سنا تھا کہ یہ چیز بالکل دیران رہتا ہے۔“

”وہ بڑے عبادت گزار ہیں۔ رات کو یہیں عبادت کرتے ہیں۔ اس چیز سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہاں کے پر سکون ماحول میں وہ ایک کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔“

”تو کیا.... یہیں.... اسی جگ...!“

”ہاں.... وہ سامنے والا کمرہ.... لیکن آپ ان کی موجودگی سے تقویت ہی محسوس کریں گی۔ آپ محسوس کریں گی کہ آپ کا غمہ بکھرا ہو گیا ہے۔“

بوزہمی عورت خاموش ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھیں غمگین تھیں۔ لیکن زندگی سے بھر پر معلوم ہوتی تھیں۔ اس نے تابوت کی طرف دیکھ کر تھنڈی سانس لی۔

”میرا خیال ہے کہ یہاں روشنی ناکافی ہے۔“ محافظ نے کہا۔ ”میں کچھ موی شمعیں اور لاؤں!“

## O

تھیلما ظفر کو ساتھ لئے مسٹر میوری کی مختلف قیام گاہوں میں بھلکتی پھرتی تھی۔ لیکن وہ ابھی تک تو نہیں مل سکا تھا۔

تھیلما نے مختلف ٹھکانوں پر ان تیوں کے متعلق بھی پوچھ گئے کی تھی جنہیں غار میں چھوڑا تھا، لیکن ہر جگہ سے یہی اطلاع ملی کہ وہ تقریباً ایک ہفتہ سے وہاں نہیں دیکھے گئے۔

اس پر تیار نہ ہوئی۔ اس نے میوری کی ایک قیام گاہ سے کار بھی فرہم کر لی تھی اور خود نی آئے  
ڈرائیور کر رہی تھی۔

ظفر ناموش تھا۔ چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ کسی بڑی دشواری میں پڑنے والا ہے۔  
”کیا تم اعتراف کر لوگی کہ عمران تم سے ان کا کوئی راز معلوم کر چکا ہے۔“ بالآخر ظفر نے اس  
سے پوچھا۔

”یقیناً! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں مجھے سب کچھ بتانا پڑے گا۔... ورنہ میں اپنی غیر  
حاضری کا کیا جواز پیش کروں گی!“

”اچھی طرح سوچ لو۔... اسے تم بخوبی جانتی ہو گی!“  
”بس یہی ایک صورت ہے۔... ورنہ الجھا جھک مر جاؤں گی۔...! موت گوارا ہے لیکن زہن  
پر کوئی بارے کر جینا میرے بس سے باہر ہے۔...!“  
”تو پھر قانون کی طرف دار بن جاؤ!“

”قانون۔! قانون مجھ سے جرم کی نویعت پوچھنے گا۔ لیکن میں اس سے واقف نہیں!“  
”جو جی چاہے کرو۔...!“ ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ ”میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن  
اس دوسرا فیکٹری کی ملازمت مجھے منظور نہیں!“

”ہم دونوں ہی کو اس جنگال سے نکلا ہے۔!“  
کار ایک سنان سڑک پر تیز رفتاری سے مسافت طے کر رہی تھی۔ شہری آبادی پیچھے رہ  
گئی تھی۔ بالآخر ایک جگہ تھیلما نے گاڑی روک دی۔ یہاں ہر طرف گہر اندر ہی رہا۔ تھیلما نے  
ظفر کو پیچے اُترنے کو کہا اور خود بھی گاڑی چھوڑ دی۔!

جہاں گاڑی چھوڑی تھی، وہاں سے تھیلما کے بیان کے مطابق کچھ دور پیدل ہی چلتا تھا۔  
توہڑی ہی دیر بعد ظفر نے محسوس کیا کہ وہ کسی قبرستان میں چل رہا ہے۔ ایک جانب روشنی  
نظر آئی جو غالباً کسی عمارت کی چند کھڑکیوں سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ اسی جانب بڑھتے رہے۔  
عمارت کا بیشتر حصہ تاریکی میں تھا۔ ساخت کے اعتبار سے وہ کوئی گر جاہی ہو سکتا تھا۔  
”کون ہے۔...؟“ کسی نے انہیں ٹوکا اور پھر تیز قد مow سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔  
انہیں سے کی بنا پر ظفر اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔

”فادر میوریل سے ملتا ہے۔!“ تھیلما بولی۔

”وہ تو بھی تشریف نہیں لائے۔“ آنے والے نے جواب دیا۔

”ہم ان کا انتظار کریں گے۔!“

”یہ بالکل نی بات ہو گی۔...!“ وہ آدمی بڑی بڑی۔ ”ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔!“

”انہوں نے مجھے ابازد دے رکھی ہے۔!“ تھیلما بولی۔

”اچھی بات ہے۔... تو چلے۔!“

وہ ایک بڑے سے کمرے سے گذرتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے۔ بڑے کمرے میں  
انہیں ایک معمر عورت دکھائی دی تھی اور ایک تابوت بھی نظر آیا تھا۔

ظفر عجیب سی الحسن میں متلا ہو گیا تھا۔ بوڑھے آدمی نے کہا۔ ”آپ لوگ یہیں بیٹھیں۔...  
وہ یہیں عبادت کرتے ہیں۔“ پھر وہ انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

”یہ فادر میوریل۔...!“ ظفر نے کہا۔ لیکن وہ ہاتھ انہا کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتی ہوئی  
بولی۔ ”تم یہاں صرف سنو گے خود کچھ نہیں بولو گے۔!“

ظفر نے بے نی سے سر کو جھنس دی۔

اس کمرے میں موی شمعیں روشن تھیں اور ماحول کچھ ایسا تھا کہ حیات بعد لمحات کے علاوہ  
اور کسی چیز کا دھیان نہیں آسکتا تھا۔ کچھ عجیب تھی بوفھا میں رپی بھی تھی۔ تھیلما کے چہرے پر  
اُسے سکون ہی نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ ماحول اس کے لئے نیا نہ ہو۔

”وہ تن بے تقدیر ہو بیٹھا۔!“

پندرہ یا میں منٹ۔... بو جھل سی خاموشی میں گذرے تھے۔ اور پھر پرہ بہنا کر ایک یخم شیخ  
پاری ڈھیلے ڈھالے لبادے میں ملبوس اندر داخل ہوا تھا۔

ظفر بوجھا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ میوری یا فادر میوریل تھا۔

”کیا مطلب۔...؟“ وہ دروازے کے قریب ہی رک کر انہیں گھورتا ہوا غریا۔

”ہم سب خطرے میں ہیں مسٹر میوری۔!“ تھیلما کا نبیتی ہوئی آواز میں بولی۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب آگیا اور تھیلما نے مشینی انداز میں اپنی کہانی شروع  
کر دی۔ ظفر بتنا کھڑا ہے۔ میوری بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ کبھی اس کی آنکھیں ظفر کے چہرے

پر جم جاتیں اور کبھی تھیلما کی طرف دیکھتے گا۔  
تھیلما کے خاموش ہونے پر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے  
نہ سکون لجھ میں پوچھا۔

”تو تم کیا کہنا چاہتی ہو!“  
”یہی... یہی... لک... کہ... آپ ہوشیار ہو جائیں!“ تھیلما ہکلائی۔ ”اگر وہ مجھ پر  
بچھونہ چھوڑتا تو... میں...!“

”ختم کرو... میں تو چاہتا ہوں کہ وہ وہاں پہنچنے کی کوشش کرے!“  
ظفر نے تھیلما کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دیکھیں!

دفتارہ ظفر کی طرف مڑا اور اسے گھورنے لگا۔ اور تھیلما بولی ”تو آپ بھی اسی تیجے پر پہنچے؟“  
”کس تیجے پر...؟“ میوری نے اس کی طرف مڑ کر سرد لجھ میں پوچھا۔  
”یہ شخص...؟“ وہ ظفر کی طرف ہاتھ انھا کر پر جوش اور تنفس آمیز انداز میں بولی۔ ”اس  
کے ساتھیوں ہی میں سے معلوم ہوتا ہے!“

”یہ غلط ہے... کبواس ہے؟“ ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”جو شی میں نہ آؤ... بیٹھ جاؤ...“ میوری نے دھیے لجھ میں کہا۔

”ہمیں ڈاکٹر رجمند کے جھونپڑے پر ریڈ کرنا چاہئے!“ تھیلما بولی۔

”حماقت... وہ اب سننان پڑا ہو گا!“

اس کے بعد کوئی کچھ نہ بولا۔

ظفر کی بے اطمینانی بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔  
یہ خاموشی ذرا ہی سی دیر میں اسے بے حد زہر لیلی لگنے لگی اور اس نے کھکار کر کہا۔ ”میں بھی  
سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔!“

دفتارہ باہر سے آواز آئی۔ ”فادر... کیا میں اندر آسکتا ہوں...؟“

”آ جاؤ...!“ میوری پر وقار اور گونجی آواز میں بولا۔

وہی آدمی اندر داخل ہوا جس نے ظفر اور تھیلما کو اس کمرے تک پہنچایا تھا۔  
”فادر...!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ ”آپ نے ایک تابوت دیکھا ہو گا... عورت

کے اعزہ آگئے ہیں اور وہ اسی وقت تدفین کرنا چاہتی ہے۔!“

”سروس...!“

”ہاں قادر!“

”چلو...!“ وہ اٹھتا ہوا بولا اور ان دونوں کو وہیں بیٹھنے کو کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
لیکن ابھی پر دہ بھی نہیں ہٹایا تھا کہ دوسری طرف سے ایک چیز سنائی دی۔ میوری نے ایک  
چیلنے کے ساتھ پر دہ ہٹادی۔

” قادر... فادر...!“ بوزھی عورت چھینت ہوئی اس کی طرف دوڑی اور قریب آکر نکراتے  
نکراتے بچی۔

ظفر اور تھیلما بھی اسی بڑے کمرے میں آگئے تھے جہاں تابوت رکھا ہوا تھا۔!

”کیا بات ہے... کیا بات ہے...؟“ میوری نے بوزھی سے پوچھا۔

”وہ... وہ... قادر...!“ اس نے خوف زدہ لجھ میں کہا۔ اسکا ہاتھ تابوت کی طرف اٹھا ہوا تھا۔  
دفتارہ تابوت کا ڈھکن تھوڑا سا اٹھا اور پھر ویسی ہی چیز اس میں سے برآمد ہوئی جیسی پہلے  
گوئی تھی۔!

”ہم تو سامنے سے...!“ میوری نے بوزھی کو ایک طرف جھک دیا اور خود اچھل کر تابوت پر  
جاپڑا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تابوت کے ڈھکن کو اس کی جگہ روکے رکھنا چاہتا ہو۔ پوری قوت  
سے اس پر چھا گیا تھا۔

ایک بار چیز پھر انھری اور میوری تابوت کے ڈھکنے سمیت دوسری طرف جاپڑا۔  
مردہ تابوت میں کھڑا ہو گیا تھا۔

”آہ...!“ تھیلما اور ظفر کی زبان سے بیک وقت تک ”ڈاکٹر رجمند...!“

”میا... ڈاکٹر رجمند...!“ میوری حلق چھاڑ کر دہڑا۔ ”کون ڈاکٹر رجمند...؟“

وہ انھیں گیا تھا اور نہیں طرح ہاپ رہا تھا۔

”ڈاکٹر رجمند...!“ تھیلما جلدی جلدی بولنے لگی تھی۔ ”وہی ڈاکٹر رجمند جس نے ہمیں کل  
اپنے جھونپڑے میں پناہ دی تھی۔!“

”خبردار....!“ میوری کی آواز کمرے میں گوئی۔ ”اگر کسی نے بھی کمرے سے باہر جانے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا!“ اس نے ریو الور نکال لیا تھا۔  
گرچے کے محافظ کامنہ جیت سے کھل گیا۔ لیکن اس نے اپنی جگہ سے جبکش بھی نہ کی۔  
بوز ہی عورت میوری کو گھوڑے جارہی تھی اور ڈاکٹر رحمذاب بھی تابوت ہی میں کھڑا ہوا تھا۔  
لیکن انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس پوری پھویش سے کوئی تعلق ہی نہ رکھتا ہو....!  
دفتراً میوری پھر بولا۔ ”تمہیماً اگر ظفر سے متعلق اپنے شہبے کی تصدیق کرنا چاہتی ہو تو اس سے کہو کہ ڈاکٹر رحمذاب کے ہاتھ باندھ دو....!“

”نہیں...!“ ڈاکٹر رحمذاب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اس کی ضرورت نہیں، میں تو عمران کا اپنی ہوں۔ اسکا ایک بیغام ہے تمہارے لئے۔ وہ تم سے ملنا چاہتا تھا اور تم بھاگے بھاگے پھر رہے تھے!“

”کیا مطلب...?“

”کل ہی اسے معلوم ہوا ہے کہ تم یہاں بھی مل سکتے ہو۔ لہذا یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا!“

”وہ مجھ سے کیوں ملتا چاہتا ہے...?“

”محض یہ بتانے کے لئے کہ تمہارا باس ہاکپکنر اپنی بینائی کھو بیٹھا ہے اور اب تھریسیا کی قید میں ہے۔!“

”یہ بکواس ہے...!“

”یہ تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ لفڑ رائٹ والے کوڈ میں اب بھی پیغامات وصول کر رہے ہو۔“  
ظفر نے رحمذاب کے اس جبلے پر میوری کو چوڑکتے دیکھا۔ پھر یک بیک اس کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ بھیانک نظر آنے لگا اور اس نے غرما کر کیا۔ ”ظفر اس کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دو۔ یہ ایک بہت بڑے دشمن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ عمران سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ہے، عمران اس کی بھی فکر میں ہے...!“

”میں ڈاکٹر رحمذاب.... تھریسیا بمل بی آف بوہیما سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اگر اس کی طرف تمہارا اشارہ ہے...!“ رحمذاب نے پر سکون لجھ میں کہا۔

”ظفر میں نے کیا کہا تم سے...!“ میوری پھر دہاز۔

”مسٹر میوری...!“ دفعٹاً ظفر سینہ تان کر بولا۔ ”میں تمہاری کسی غیر قانونی حرکت کا

ٹریک نہیں بن سکتا۔!“

”اچھا تو پہلے تم ہی جاؤ....!“ میوری نے دانت پیس کر کھا لیکن قبل اس کے کہ وہ ریو الور کا زیگر دباتا ریو الور ہی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ رحمذاب نے تابوت سے چھلانگ لگائی تھی اور اس کے ہاتھ سے ریو الور جھپٹتا ہوا دوسرا طرف نکل گیا۔ لیکن اتفاق سے وہ اس کے ہاتھ سے بھی گر گیا تھا۔

ظفر جی ان رہ گیا بوز ہے کی پھر تی پر۔

پھر شائد تھیلما ریو الور ہی اٹھا لینے کے لئے جبکی تھی کہ ظفر نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لئے اور وہ ایک چیخ کے ساتھ پلٹ کر اس سے لپٹ پڑی۔

اوھر رحمذاب اور میوری کے درمیان ریو الور کے حصوں کے لئے زور آزمائی شروع ہو چکی تھی۔ اگرچے کے محافظ نے برابر والے کمرے میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ وہ بہت زیادہ دہشت ذدہ نظر آ رہا تھا۔

تھیلما را ہی کی دیر میں ظفر سے لئے مصیبت بن گئی....! اگر ذرا بھی ڈھیلا پڑا ہوتا تو وہ اسے گرا کر چڑھتے ہی بیٹھتے، البتہ چہرے پر اس کے ناخنوں نے بڑی بڑی خراشیں ڈال دی تھیں۔

وہ اس نیزی طرح اس میں الجھا تھا کہ بڑی دیر تک میوری اور رحمذاب کی طرف توجہ دینے کی بھی مہلت نہ ملی تھی۔ تھیلما کو شش کر رہی تھی کہ کسی طرح ظفر کی گردان اس کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں آجائے۔

ظفر دماغ ٹھنڈا رکھ کر اس سے صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ خود کسی قسم کے تشدید کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔! بہر حال اس جبال سے کسی طرح نجات حاصل کرنی ہی تھی اور یہ اس وقت سے ناگزین تھا جب تک کہ وہ ہوش میں تھی۔!

وہ نیزی طرح کانپ رہی تھی۔ تھک بھی چکی تھی لیکن ہاتھ مشتعل طور پر چل رہے تھے۔!  
دفعٹاً ظفر مشتعل ہو گیا۔ پھر جو ایک اللہا تھے تھیلما کے منہ پر پڑا ہے تو چل کر دور جا پڑی۔  
گردیوار سے نکل کر یا تھا اور وہ دھم سے فرش پر چل آئی تھی۔!

اس کے بعد پہ نہیں اس نے بے حس و حرکت ہی پڑے رہنے میں عافیت سمجھی تھی یا کچھ بے ہوش ہو گئی تھی۔!

اُدھر رِمَنْڈ اور میوری کے درمیان اب بھی ریوالوں نی کے لئے زور آزمائی جاری تھی ریوالوں رِمَنْڈ کی گرفت میں تھا اور میوری، اُسے چھین لینے کے لئے ایڈی چھوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ ظفر متبرھ تھا اس بوڑھے کی جی داری پر... اس عمر میں اور یہ دم خم میوری جیسا گیندا جھوما جا رہا تھا، لیکن ریوالوں کی گرفت سے نکلا تھا نکلا... اسی دوران میں بوڑھے رِمَنْڈ نے اسے کرپے لاد کر دے پڑا... ایک فائر ہوا اور باسیں جانب والی دیوار کا پلاسٹر اُدھر گیا!

فائر کے ساتھ ہی ریوالوں بھی رِمَنْڈ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ہو سکتا تھا کہ اس نے اس حصے پلے جانے کے بعد خود ہی اُسے چھوڑ دیا ہو۔ ظفر نے بوڑھی عورت کو ریوالوں اٹھاتے دیکھا۔ وہ ذرہ برابر بھی حراساں نہیں معلوم ہوتی تھی۔

ڈاکٹر رِمَنْڈ نے میوری کو زمین پر گرا کر بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ ظفر کی آنکھیں جرحت سے پھیلی ہوئی تھیں، یقین نہیں آتا تھا کہ میوری جیسا دیوبیکر اس سالخوردہ بوڑھے کے ہاتھوں میں کھلوانا بن کر رہا گیا ہے۔

”م... میں...!“ میوری کی گھنی گھنی سی آواز سنائی دی ”میں عمران سے ملنے کے لئے تیار ہوں...!“

رمَنْڈ اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ کچھ عجیب ساماحول لگ رہا تھا۔ ظفر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اور بے سر پا خواب دیکھ رہا ہو۔

میوری اٹھ گیا تھا چہرہ لال بھجوکا ہو رہا تھا اور سانس بڑی تیزی سے چل رہی تھی شائد سانس ہی پر قابو پانے کے لئے بار بار نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایتا تھا۔

”م... مجھے لے چلو اُس کے پاس...!“ وہ خونخوار لبجھ میں بولا۔ ”میں اچھی طرح جانتا ہوں میوری!“ رِمَنْڈ نے مسکرا کر کہا۔ ”تم اتنی دیر کی مہلت چاہتے ہو کہ اپنے آدمیوں کو یہاں کی صورت حال سے آگاہ کر سکو...!“

دفتار میوری نے پھر رِمَنْڈ پر چھلاگ لگا دی۔ لیکن رِمَنْڈ بہت زیادہ ہوشیار ثابت ہوا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر ایسی ناگہ ماری کہ میوری تیوار کر بائیں کروٹ گر اور پھر فوری طور پر نہ اٹھ سکا۔

رمَنْڈ اپ ظفر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نظر تھیڈا کی طرف اٹھ گئی۔ اور اس نے

ظفر سے پوچھا۔ ”کیا گلا گھوٹ کر مار دیا!“  
”نہیں ڈاکٹر رِمَنْڈ! تم لوگ مجھے غلط سمجھے ہو...! مجھے زندگی سے پیارے ہے چاہے وہ کسی کچھوے ہی کی کیوں نہ ہو!“  
”واہ... وہ... بہت اچھے آدمی ہو تم...!“ ڈاکٹر رِمَنْڈ نہ پڑا۔ ظفر کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کا نہ اپنے اڑا رہا ہو۔

میوری پھر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن شائد اب کھڑے ہو جانے کی سکت اس میں نہیں رہی تھی۔ اپاک ڈاکٹر رِمَنْڈ اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم پوری طرح میرے قبیلے میں ہو میوری...!“ باہر میرے آدمی موجود ہیں۔ سروس کا انتظار کر رہے ہیں۔ چلو اور میری رسمی تدبیح کے لئے رسمی دعا کراؤ...!“  
”ہاپنکز بہت جلد تمہارا خاتمہ کر دے گا!“ میوری پہنچی پہنچی سی آواز میں بولا۔ اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔

”تم ابھی تک اس غلط فہمی میں ہو کہ میں تھریسا کا آدمی ہوں۔!“ رِمَنْڈ مسکرا کر بولا۔  
”اچھی بات ہے، دیکھو میں کون ہوں...?“

وہ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ لے گیا۔ سر کے گھنے سفید بالوں میں زلزلہ سا آگیا۔ اور پھر ظفر نے دیکھا کہ ان بالوں سمیت پورے چہرے کی کھال اُدھر تی چلی آئی۔  
”عمران...!“ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

باکل ایسا ہی لگا تھا جیسے عمران کے چہرے سے رِمَنْڈ کا چھکلا اتر گیا ہو۔ میوری نے اٹھنا چاہا۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر نہ سکون لجھ میں بولا۔ ”بیکار ہے...! خود کو پوری طرح میرے حوالے کر دو...! ساری عمر میں میں پڑے رہنے کے لئے تمہاری کیمیکل فیکٹری ہی کافی ہے۔ لیکن اگر ظفر نے ملتا تو شائد تم اپنایہ گند کام جاری رکھ سکتے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بازار میں زہر میں ادویات بھی تمہاری ہی پارٹی پھیلاتی رہی ہے۔!  
”زہر میں ادویات...!“ ظفر اچھل پڑا۔

”ہاں... میرے دوست...!“ عمران کمی پھر لجھ میں بولا۔ یہ ایک میں الاقوامی فراؤ تھا۔ ہمارے ایک دوست ملک نے ہمیں کچھ ضروری ادویات تحفتاً بھیجی تھیں۔ انہیں عوام کی سبوالت

ہم کے نثارات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ خالی خالی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے رہی تھی۔! عمران شوگر بینک کی کہانی ختم کر کے چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا پھر بولا۔ ”میں وہ تنہ فضائیں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس فیکٹری کا جھگڑا انکل آیا ہے۔!

”اگر تمہارا بیان درست ہے تو میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتا ہوں۔ ری فیکٹری نام اس پر چھپا پڑ سکتے ہو....! مجھے الگ ہی رکھواں معاملے سے.... میں شوگر بینک تک تمہاری رہنمائی کروں گا۔!

”میں کس طرح یقین کرلوں کہ تم اپنے الفاظ پر قائم رہو گے۔!

”اگر وہ ہاپنکنز پر ہاتھ ڈال چکی ہے تو میرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ اس کے شنوں کا ساتھ دوں۔!

”اگر تم واقعی میرے ساتھ پر خلوص رہ سکتے ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔....!

”مجھ سے کیا چاہتے ہو....؟

”جس ملک کے لئے تم فیکٹری والا کام کر رہے ہے۔ اس کا نام بتا دو۔... اور اپنا بیان ریکارڈ کرو۔!

”یہ نامکن ہے۔!

”تو پھر میں اکیلے ہی علاش کرلوں گا شوگر بینک....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”معنی.... یعنی....!“

”یعنی یہ کہ اب تم ہٹکڑیاں پہنون گے۔....!

”مجھے سوچنے کا موقع دو۔... ویسے اپنے خلوص کا اس طرح ثبوت ضرور دوں گا کہ تمہیں انہاں میں موجودگی میں فیکٹری کا وہ راستہ اختیار کرنے سے روک دوں، جس کا علم تمہیما کو تھا۔!

”کوں....؟“

”تمہیما کو اتفاقاً ہی راستہ معلوم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے وہاں ڈائیٹیٹ نگاہ دیا تھا، جس پر کسے دروازہ ظاہر ہوتا تھا اسی سوچ کو ڈائیٹیٹ سے اٹھ کر دیا تھا تاکہ اگر کبھی وہ مجھے دھوکا پیش کرے تو خود بھی فنا ہو جائے۔

”چلدا یک تو ثبوت ملا۔ خلوص کا۔....! لیکن یہ نامکمل ہے۔....!

کے لئے بازار میں لایا گیا تھا، اچانک ان کے استعمال سے غلط نتائج برآمد ہونے لگے۔ جب ان کا تجربہ کیا گیا تو وہ زبردی ثابت ہوئی۔ اس دوست ملک کو معاملہ ریفر کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی گم سم تھا۔ اس معاملے میں....! بہر حال یہ حرکت اس لئے ہوئی تھی کہ اس دوست ملک سے ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں۔!

”لیکن زہری ادویات....؟“ ظفر نے کہا لیکن جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی تھی۔ ”یہ لوگ اپنی زمین دوز فیکٹری میں انہیں ادویات کی نقل تیار کر کے بازار بیجج رہے تھے۔ ان کے ایجنت اصلی ادویات خرید کر بازار سے غائب کرنے کا کام انجام دے رہے تھے۔!

”تم اس فیکٹری کا پتہ معلوم کر ہی چکے ہو۔....! جاؤ۔... اسے تباہ کر دو۔....!“ میوری پاگلوں کی طرح چینا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو۔....!<sup>1</sup>

”مجھ سے کیا چاہتے ہو۔....!<sup>2</sup> لہجہ اب بھی جارحانہ تھا۔

”تم مجھے شوگر بینک تک پہنچا دو گے۔!

”گک.... کیا....؟“ میوری بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”شوگر بینک....!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میں.... میں نہیں جانتا۔....!

”اچھی بات ہے۔....! تم مجھے دہیں تک پہنچا دو جہاں ویہم ہاپنکنز مقیم تھا۔!

ظفر نے دیکھا کہ میوری کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے اس نے اس کے چہرے پر خوف زدگی کے آثار نہیں دیکھے تھے۔....!

”تم یقین کرو۔....!“ عمران نرم لمحہ میں بولا۔ ”ہاپنکنز تھریسیا کی قید میں ہے اور اس کی بیانی شائع ہو چکی ہے۔ تھریسیا بڑی خاموشی سے اس کے ساتھیوں کا صفائی کر رہی ہے۔ اوہر کارخ اس لئے ابھی تک نہیں کیا کہ میں بھی اس کی تاک میں ہوں گا۔!

پھر عمران نے اپنی اور تھریسیا کی مذہبیہ کی کہانی شروع کر دی۔ ظفر کے لئے یہ سب بڑی عجیب ہی باتیں تھیں، لیکن وہ خاموشی سے کھڑا رہا۔ تمہیما بھی اب اٹھ بیٹھی تھی، لیکن اس کا جہا

خوبی میں ہاتھ لگا کر من اور اخدادیا...!  
”میں تمہیں اپنا قائم مقام بنانا چاہتا ہوں...!“  
”آپ ہیں کیا بلا پسلے یہ تو متابیے...!“  
”قانون کا ایک محافظ... تمہیں اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا!“  
”جی ہاں... یہ بات تو سمجھ میں آگئی...!“  
”تم سے کچھ دل مل سارا ہے۔ کیونکہ میں بھی تمہاری ہی طرح بزرگوں کی تالائیوں کا شکار ہو چکا ہوں۔ خیر اپنی یہ میں بھاتی کہانی پھر بھی سناؤں گا۔ فی الحال اتنا سمجھ لو کہ تم ملازمت نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کرنے جا رہے ہو۔!  
”پہلے سمجھ لیا!“

”تم میری ہی جیسی ہی جسمات اور قدر رکھتے ہو...! چہرہ بھی ایسا ہے کہ میرا میک اپ قبول کر لے گا۔ فی الحال تمہاری ڈبیوٹی یہ ہو گی کہ تم میرے میک اپ میں چند لوگوں کے ساتھ میں کی ایک عمارت میں قیام کرو گے، اوکارانہ صلاحیت بھی رکھتے ہو۔ لہذا صرف ایک ہفتے کی ٹریننگ کافی ہو گی!“

”اوہ تو آپ مجھے اپنے میک اپ میں یہاں چھوڑ کر شوگر بینک کی تلاش میں جائیں گے۔!  
”سمجھ دار بھی معلوم ہوتے ہو۔!“ عمران مسکرا یا۔

”میں نے کچھل رات وہ جیرت اگریز کہانی سنی تھی! بڑے خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!  
”پوری انسانیت کے لئے خطرہ ہیں۔!  
”مجھے خوشی ہو گی اگر آپ کے کسی کام آسکا...!“

عمران کچھ نہ ہوا۔ جیب سے چیو ٹکم کا پیکٹ نکال کر کچھ سوچتا ہوا اُسے چھڑانے لگا۔  
کچھ دیر بعد ظفر نے پوچھا۔ ”کیا میری آپ کی شرائط سے متفق ہو گیا ہے۔!  
”ہوتا ہی پڑے گا... مائی ڈسیر... تم اس کی فکر نہ کرو... ہاں ایک بات اور کہہ دوں...  
میں تم لوگوں کے ساتھ ایک خاتون بھی ہوں گی... آدی دل پھیک معلوم ہوتے ہو۔ ذرا  
انظیطر رکھنا اگر کہیں تم نے میرے میک اپ میں اس سے اظہار عشق شروع کر دیا تو بھانڈا پھوٹ جائے گا!“

”میں کہتا ہوں مجھے سوچنے کا موقع دو...!“ میوری اپنی پیشانی ملتا ہوا بولا۔

## O

دوسری صحیح ظفر کے لئے بڑی عجیب تھی....! اب وہ عمران کے خرچ پر اسی ہوٹل میں تیم تھا اور جمن اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس جاں سے نکل بھاگنا چاہئے۔  
”دونٹ بی سلی جیسن...! ظفر بولا۔“ ہمیں دوسری ملازمت مل گئی ہے... اور یہ ذرا ذہنک کی معلوم ہوتی ہے۔!

جمن کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ جمن نے دروازہ کھول دیا اور بُر اسماں بنائے ہوئے پیچھے ہٹ آیا۔

اندر آنے والا عمران تھا۔ اپنی تمام ترماتھوں سمیت....!  
اس وقت اس کی شکل پر دیکھی ہی مخصوصانہ بے بسی طاری تھی جیسی پہلی بار ظفر نے زین پر دیکھی تھی۔!

”اگر مسٹر جیسن کی موجودگی فی الحال یہاں ضروری نہ ہو تو...!“ اُس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر ہونقوں کی طرح منہ کھول دیا۔

جمن نے اُسے قبر آلوں نظرؤں سے دیکھا اور پیر پتھنا ہوا باہر چلا گیا۔ ظفر منتظر تھا اس بات کا جس کے لئے تخلیہ کر لایا تھا لیکن عمران مضبوطی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا احتقانہ الہا میں اُسے دیکھتا ہا۔

”تحوڑی دیر بعد بھرا ہی آواز میں بولا۔“ میں تمہیں متنبی کرنا چاہتا ہوں۔!  
”جی... میں نہیں سمجھا...!“

”جب اولاد ہی نہیں ہے کوئی تو یہوی کہاں ہو گی۔!“ عمران کی آواز کچھ اور زیادہ گلگی ہو گئی۔...! ”سوچتا ہوں...! میرے بعد کس کی شادی ہو گی۔!  
”میں بالکل نہیں سمجھا جتاب....!“

عمران اٹھ کر اس کا چہرہ ٹوٹنے لگا کبھی گالوں کی ہڈیاں دباتا۔... کبھی کپٹیاں ٹوٹا اور کچھ

”کیا آپ نے ابھی تک اس سے انہمار عشق نہیں کیا۔“ ظفر کے لمحے میں جھٹ تھی۔

”برخوردار اگر اسی قابل ہوتا تو تمہیں مستمنی کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ بہر حال اس معاملے میں مختار رہنا۔!“

تو کیا آپ کے آدمیوں کو بھی اس کا علم نہ ہو گا کہ آپ کے میک اپ میں کوئی دوسرا آدمی ان کے درمیان موجود ہے۔!

”ہرگز نہیں....!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”بعض معاملات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اور یہ جو تمہارے مسٹر جیکسن ہیں انہیں چلتا کرو۔!“

”یہ ناممکن ہے جناب....!“

”کیوں....?“

”وہ بھی میری ہی طرح بے سہارا ہے۔!“

”اچھی بات ہے تو تم اسے یہیں مقیم رہنے دو۔۔۔ اس کے اخراجات پورے ہوتے رہیں گے۔!“ لیکن تم اسے بتاؤ گے کہ تم سردار گذھ سے باہر جا رہے ہو۔ اور اسے یہیں رہ کر تمہارا انتظار کرنا ہو گا۔!

”ہاں.... یہ ہو سکتا ہے....!“ ظفر پر تفکر اندماز میں سر ہلا کر بولा۔

”اچھا.... شام کو پھر ملاقات ہو گی....!“ عمران اٹھ گیا۔

## عمران سیریز نمبر 52

# فضائی ہنگامہ

(تیراحصہ)

گے۔ کچھ ترتیب ہو گاڑی کسی نہ کسی طرح۔

بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ اب بھی آپ نے کتاب کی قیمت میں معمولی سا اضافہ منظور نہ کیا تو کہیں گاڑی ٹھپ ہی نہ ہو جائے۔ مجھے توقع ہے کہ اب آپ قیمت بڑھانے کی مخالفت نہیں کریں گے۔

فریدی پسندوں نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ اگر میں نے فریدی کے سلسلہ کا بھی ایک مختینم ناول نہ لکھا تو وہ میری کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

بھی.... خفا ہونے کی ضرورت نہیں.... انشاء اللہ.... جلد آپ ایسا ایک ناول پڑھ سکیں گے جس کا جاسوسی دنیا سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

فریدی کا مختینم ناول۔!

ابن صفحہ

۱۹۷۸ء / اپریل ۱۹۷۸ء

## پیشہ رس

”فنائی ہنگامہ“ حاضر ہے۔

اس کتاب میں اس کہانی کا اختتام ہوتا ہے، جو شوگر بینک سے شروع ہوئی تھی۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ مہماں بنایا کر پیش کروں۔ ”مہماں“ کہانیوں کے لئے زیادہ تر فرمائش آتی ہے۔

مجھے توقع ہے کہ نیا کردار ظفر الملک آپ کو پسند آیا ہو گا۔ پچھلا ناول ”تابوت میں چیز“ میں نے دراصل اسی کردار کی تشكیل کے لئے لکھا تھا۔

ایک بار پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ کتاب کی تیاری میں کام آنے والی ہر چیز کے دام بڑھ گئے ہیں۔ صرف ایک کاغذ تھا سو وہ بھی انہیں اشیاء کی صفت میں آکھڑا ہوا ہے۔ مل کی طرف سے اس کے دام بڑھادیئے گئے ہیں! لہذا اب یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ چلو بھی کاغذ کی کمی کی بنا پر دام بڑھے ہیں۔ اگلے شنبث پر معمول پر آجائیں

”تو بس آپ کی عدم موجودگی میں محنت میں کر دوں گا اور آپ واپسی پر پے پکانے مشق  
سے لف اندوز ہو سکیں گے!“

عمران منہ چلانے لگا۔ لیکن احتمالہ انداز میں ظفر ہی کو دیکھے جا رہا تھا۔  
”مشق کے بغیر زندگی بے کار ہے!“ ظفر ٹھنڈی سانس لے کر رہا گیا۔

”بس آپ قصور معاف کرو میرا۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر تم اسی رفتار سے مشق  
مشق دھراتے رہے تو میرا کو اٹھا ہو جائے گا!“  
”میں نہیں سمجھا!“

”طلق میں ایک عدد چوچ نما چیز ہوتی ہے جسے کو اکتھتے ہیں؟ کنیوں کہتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم!“  
”غیر چھوڑ یئے.... آپ مجھے گولیوں سے بچنے والا آرٹ کب سیکھا رہے ہیں؟“  
”نہیں تم شعر ہی سناتے جاؤ مجھے!“ عمران بُر امان جانے والے انداز میں بولا۔  
”خفا ہو گئے.... بڑے بھائی!“

”خفا ہو جانے کی بات ہی ہے!“ بھی ہمارے کھلینے کھانے کے دن ہیں۔ عشق و شق تو بڑھا پے  
کی چیز ہوتی ہے۔ جب کوئی کام و ہندانہ ہو تو عشق کرلو!“  
”عشق کیا نہیں جاتا بلکہ ہو جاتا ہے۔“

”اچھا....؟“ عمران نے اس طرح حرمت سے آنکھیں چھاڑیں جیسے پہلی بار یہ اطلاع ملی ہو!  
”جی.... ہاں....!“  
وفعتاً کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی۔

”دُخْمُوش ہو کر ایک دوسرے کامنہ دیکھنے لگے۔“ فعتاً ظفر بولا۔  
”آپکے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اور وہی شخص یہاں پہنچ سکتا ہے، جسے آپ نے پہتے تھا یا ہو!“  
عمران ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ظفر نے  
دیکھا کہ وہ قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا کر برآمدے میں جھانک رہا ہے۔  
پھر وہ اس کی طرف پلٹ آیا اور آہستہ سے بولا۔ ”کوئی عورت معلوم ہوتی ہے؟“  
”خوش قسمتی ہے میری!“ ظفر کی باچھیں کھل گئیں۔  
”ہوش میں.... ہوش میں! میں دوسرے کمرے میں موجود رہوں گا۔ دیکھو کون ہے....“

ظفر الملک ایک ہفتہ تک عمران کی آواز کی نقل اتنا تارہا اور پھر اسے تجھے اپنی صلاحیتوں پر  
حرمت ہونے لگی۔ گویا اسے علم ہی نہیں تھا کہ خود اس میں کتنے جو ہر چھپے ہوئے ہیں۔

کبڑا وہ بڑی دیر تک آئینے کے سامنے کھڑا خود کو عمران کے زوپ میں دیکھا رہا۔  
ایک بڑی خوب صورت رہا۔ اس کا میں وہ آج کل تھا مقیم تھا۔ نیکسن کو ایک ہفتہ قبل ہی اس  
نے بتا دیا تھا کہ وہ باہر جا رہا ہے اور اسے تباہ اسی ہوٹل میں قیام کرنا پڑے گا....!  
عمران نے اپنے ساتھیوں کو بھی دکھایا تھا۔ ان کے بارے میں ساری معلومات بھی ہم پہنچائی  
تھیں۔

ظفر کو اب معلوم ہوا کہ ڈاکٹر رجمیٹ کے ساتھ کلارا کارول کرنے والی لڑکی سو سیسیں تھیں اور  
اس کا اصل نام جولیانا فنٹر واٹر تھا۔ وہ اسے بہت اچھی لگتی تھی۔ لیکن عمران کی ہدایت کے مطابق  
اوے جذباتی طور پر اس سے لا تعلق ہی رہتا تھا۔  
اس کے لئے صرف یہی کام بے حد کٹھن تھا۔ کسی جوان العمر اور دل کش عورت کو نظر انداز  
کر دینا اس کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اس نے عمران کو اپنی اس کمزوری سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔  
”اگر وہ اب تک آپ سے بھاگتی رہی ہے تو آئندہ نہیں بھاگے گی!“  
”جی.... ای....“ عمران نے آنکھیں نکالیں!  
”میرا خیال ہے کہ آپ کو انہاں عشق کا سلیقہ ہی نہیں ہے!“  
”نہیں.... عزیز از جان.... نہیں!“

اور کیا چاہتی ہے۔؟

ظفر نے دروازہ کھولا اورٹھک گیا۔... برآمدے میں میوری کی سیکریٹری تھیں اسے تھی۔ اس نے ایک طرف ہٹ کر تھیرانہ انداز میں عمران ہی کی طرح دیدے نچائے اور صورت سوال بنا ہو اسے دیکھتا رہا۔

”کیا اندر آنے کو بھی نہ کہو گے؟“ وہ بڑے دلاؤز نبسم کے ساتھ بولی۔

”آؤ.... آؤ....!“ ظفر نے پچھے ہٹتے ہوئے بوکھلا ہٹ کا مظاہرہ کیا۔

وہ دروازہ بند کر کے کرسیوں کی طرف بڑھی اور پھر یکایک مڑکر بولی۔ ”تم بہت زیادہ سبھے ہوئے لگ رہے ہو....!“

”اک.... اک.... اکیلا ہوں نا بالکل یہاں....!“ ظفر ہکلایا  
وہ ہنس پڑی۔

”کیا میں تمہیں کھا جاؤں گی۔!“

”پپ.... پپہ نہیں....!“ ظفر نے خوفزدگی کی ایکنگ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”بہت بن پکے زیادہ بورنہ کرو.... کیا مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔“

”بیٹھو میخو.... لیکن تم یہاں پہنچیں کس طرح؟“

”تم احمد تو نہیں ہو.... صرف بور کرتے ہو!“

”چلو ہیں سہی۔ لیکن تم آئی کیوں ہو.... میں آج کل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔!“

”کفیو شس کے اقوال سننے آئی ہوں!“ اس نے طریقہ لجھے میں کہا۔

”کفیو شس نے کہا تھا کہ کبھی بھی خاموش رہنے میں بھی کوئی مضاائقہ نہیں۔!“

”میں تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ میوری پاگل ہو گیا ہے!“

”کیا مطلب؟“

”پاگل ہو گیا ہے....! کیا تم پاگل ہو جانے کا مطلب نہیں سمجھتے۔!“

”سک.... سمجھتا ہوں.... تو پھر....؟“

”میرے ساتھ چلو ورنہ خسارے میں رہو گے!“

”گک.... کہاں؟“

”جہاں میں لے چلوں۔!“

ظفر سوچ میں پڑ گیا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے! پھر یک بیک بولا۔!

”اچھا تھہر و.... میں لباس تبدیل کر آؤں۔!“

وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔



کچھ دیر بعد عمران اسی کمرے سے برآمد ہوا اور تھیما کھڑی تھی۔

”چلو کہاں لے چلتی ہو۔!“

”کیا تم اب بھی مجھ پر اس حد تک اعتاد کر سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں؟“ عمران احتمانہ انداز میں مسکرا یا۔

”اگر میں تمہیں کسی صیبیت میں پھنسا دوں تو؟“

”پھر پھنس جاؤں گا....“ عمران نے ملخصانہ لجھے اختیار کرنے کی کوشش کی۔!

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”بعض

اوقات ایسا لگتا ہے جیسے تم ساری دنیا کا نداق اڑا رہے ہو۔!“

”پی اپنی سوچ ہے۔“ عمران بھی بالکل اسی کے سے انداز میں ٹھنڈی سانس لے کر کر رہا۔

”مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے تمام دنیا مجھے الٰ سمجھتی ہو۔!“

”میں ان میں شامل نہیں ہوں۔!“ تھیما مسکرا یا۔

”تب پھر تم اپنے طور پر الوبتانے کی سوچ رہی ہو!“

”یقین کرو میں تمہیں ایک بڑے خطرے سے بچانا چاہتی ہوں۔“

”کیا خیال ہے میوری مجھے دھوکہ دے گا!“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہتا! لیکن وہ اس حد تک خائن ہے کہ پاگلوں کی اسی

رکشی کرنے لگا ہے!“

”مثال کے طور پر۔!“

”پچھلی رات اس کے کمرے سے عجیب سی آوازیں آرہی تھیں!“  
”کیا مطلب؟“

”میں نے دروازے سے کان لگا کر سُنا تھا..... پتہ نہیں کیا لفت رائٹ کر رہا تھا۔ ہندسوں  
کے ساتھ لفت رائٹ.... رائٹ تھری لفت فور.....“

”ہوں.... اچھا....!“ عمران سر ہلا کر رہ گیا پھر بولا۔ ”تم مجھے کہاں لئے جل رہی ہو۔!“  
”اس کے پاس.... وہ صح سے بے ہوش پڑا ہے!“

”بہت زیادہ پی گیا ہو گا!“

”نہیں وہ شراب کا نشہ نہیں ہو سکتا!“

”اچھا تو پھر چلو!“

وہ دونوں عمارت سے باہر آئے.... کپاڈ میں تحیما کی گاڑی موجود تھی۔  
لیکن عمران نے اس کی گاڑی میں جانے سے انکار کر دیا۔

وہ اسے لانہ ہی میں چھوڑ کر گیراج میں داخل ہوا اور ایک موڑ سائکل نکالی۔

”کیوں اس کی کیا ضرورت تھی! آخر تم میرے ساتھ سفر کرنا کیوں مناسب نہیں سمجھتے؟“  
تحیما کسی قدر اضحاک کے ساتھ بولی۔

”پڑوں مفت ملتا ہے مجھے! تم فکرنا کرو۔ اپنی گاڑی میں چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے ہی چلا  
رہوں گا!“

تحیما اپنے سامنہ بنائے ہوئے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

عمران موڑ سائکل اسٹارٹ کرنے لگا! لیکن وہ اسٹارٹ نہ ہوئی!

تحیما پھر گاڑی سے اتر کر اس کے قریب آئی اور بولی ”آخر کون سی آفت آجائے گی اگر  
میرے ساتھ چلے چلو گے؟“

”یہ نامعقول کیوں نہیں اسٹارٹ ہوتی؟“ عمران موڑ سائکل کو گھوڑا ہوا غصیلے لمحے میں بولا۔

”چلو! میری گاڑی میں!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

”نہیں.... اب تو اسے ہی اسٹارٹ ہونا پڑے گا!“

”تم آخر اتنے خدی کیوں ہو؟“

عمران سیدھا کھڑا ہو کر اسے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔  
”اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟“

”اس وقت تمہارا الجہ بالکل میرے والد صاحب کا ساتھا!“  
”میں کہتی ہوں، وقت خالع نہ کرو!“

”تم جسمی ہمدرد خواتین بھی نظر سے کم ہی گزری ہوں گی!“  
”تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں کسی قسم کا دھوکہ دینا چاہتی ہوں۔“

”ہر گز نہیں.... یہ نامعقول موڑ سائکل!“

ٹھیک اسی وقت ایک گاڑی ہارن دیتی ہوئی کپاڈ مذکور کے چھانک کے سامنے سے گزر گئی!  
”عمران پھر موڑ سائکل پر چھانک پڑا.... اس بارہ اسٹارٹ ہو گئی....!“

تحیما اپنی گاڑی میں جا بیٹھی....!

وہ دونوں یکے بعد دیگرے چھانک سے گزرے! سڑک پر پیچ کر تحیما نے رفتار تیز کر دی۔

اس کی گاڑی کے پیچھے عمران کی موڑ سائکل تھی.... اور وہ گاڑی ان دونوں کا تعاقب  
کر رہی تھی۔ جس نے کچھ دیر پہلے چھانک کے قریب سے گزرتے ہوئے ہارن دیا تھا....!

تحیما کی گاڑی شہری آبادی کو پیچھے چھوڑتی جا رہی تھی۔

عمران نے اس کی گاڑی سے اپنا فاصلہ میں باہمیں گز سے زیادہ نہیں رکھا تھا.... البتہ تعاقب  
کرنے والی گاڑی بہت دور تھی اس وقت اس سڑک پر ان تین گاڑیوں کے علاوہ اور کسی قسم کا

ٹریک نہیں تھا....!

دفعتاً تحیما نے اپنی گاڑی باہمیں جانب والے ایک دترے میں موڑی۔!

عمران کی موڑ سائکل بھی اسی دترے میں داخل ہوئی۔ راستہ قریب قریب مسطح تھا اور  
درے کی کشادگی بھی اتنی تھی کہ کم از کم دو مت و سطح درجے کی گاڑیاں برابر سے چل سکتی تھیں۔

درے سے گزر کر وہ پھر کھلے میدان میں آئے لیکن تعاقب کرنے والی گاڑی کا اب کہیں پڑے  
نہ تھا۔ تحیما کی گاڑی ایک جگہ رُک گئی! عمران نے بھی موڑ سائکل اس کے قریب پیچ کر رہو کی

تھی۔ تحیما سیٹ پر ہی بیٹھی رہی۔

”آب ہم یہاں سے آگے پیدل چلیں گے!“ تحیما نے کہا۔

گاڑی پر ہی بیٹھے بیٹھے پیدل چلوگی!  
وہ ہنستی ہوئی نیچے آتی آتی.....

"لیکن ان گاڑیوں کی دیکھ بھال کون کرے گا.....؟" عمران نے پوچھا۔

"کون آتا ہے ادھر..... ہماری گاڑیاں تو کئی کئی دن تک یہیں کھڑی رہتی ہیں!۔"

"پیدل کتنی دور چلانا پڑے گا؟"

"بس سامنے والی چنان کے پیچھے!۔" اُس نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"چلو!..!" عمران خندی سانس لے کر بولा۔

"تم خائف نہیں ہو! تھیما اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی.....

"دم نکلا جا رہا ہے ذر کے مارے....!"

وہ ہنس پڑی..... اور بھر سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی۔ "تم جیسا لاپرواہ اور بے جگر آدمی

آج تک میری نظر وہ سے نہیں گزرا.....!"

"بے جگر!..!" عمران چلتے چلتے ٹھہر گیا.....

"ہاں... ہاں... میں غلط نہیں کہہ رہی۔"

دفعہ عمران نے سر ہلا کر پڑا طمیان لجھ میں کہا.....!" چلو تخلص کا مسئلہ بھی حل ہو گیا.....

فارسی میں بے دل تھا۔ اُردو میں اُب بے جگر ہو گا۔"

"میں پھر کہتی ہوں۔ وقت ضائع نہ کرو۔ لیکن تھیماں سمجھنا بہت مشکل ہے۔ پہ نہیں تم

اس وقت کس چکر میں ہو۔"

"چلو!..!" عمران اُس کا شانہ پکڑ کر آگے بڑھاتا ہوا بولा۔

چنان کی دوسرا طرف ایک چھوٹا سامکان نظر آیا۔ جس کے آس پاس کچھ سر بیز جھازیاں تھیں!

"وہ یہیں ہے....!" تھیما نے مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا!

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کے ساتھ چلتا رہا۔ تھیما نے مکان کا قفل کھولا اور دروازہ کو دھکا

وے کر اندر جا ہی رہی تھی کہ عمران نے بازو پکڑ لیا۔

"کیوں!..!" وہ چونک کرمزی۔

"کیا وہ اندر موجود ہے؟"

"ہاں...!.."

"تم نے باہر سے قفل کیوں ڈال دیا تھا!؟"

"وہ بے ہوش تھا۔"

"تو کیا تھا ہے؟"

"میں تھی اس کے ساتھ!؟"

"چلو!.."

وہ دونوں دروازے سے گزر کر ایک کرے میں آئے۔ سامنے بستر پر میوری چٹ پڑا تھا!

عمران اس سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا! تھیما بھی اُس کے قریب ہی ٹھہر گئی تھی۔

عمران نے اُسے گھوڑتے ہوئے پوچھا "کیا یہ بے ہوش ہے؟"

"میں تھیں یقین دلاتی ہوں کہ اس نے پچھلی رات سے شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں لیا!"

"مجھے یقین ہے کہ اس وقت یہ دوسرا دنیا میں انگروں کی کاشت کر رہا ہو گا!؟"

"کیا مطلب؟"

"یہ مرچ کا ہے، اگر تم نہ رانے مانو....!"

"نہیں....!" وہ خوفزدہ ہو کر کئی قدم پیچھے پہٹ گئی! "یقین کرو!۔"

وہ ہنپتی ہوئی بولی۔ "... وہ صرف بے ہوش تھا۔ وہ گھنٹے پہلے کی بات ہے۔!"

"تھیما کسی ڈاکٹر کو یہاں لانا چاہئے تھا!۔"

"یہاں... ہاں.... ٹھیک ہے غلطی ہو گئی....!" وہ بہت زیادہ سراسرہ نظر آرہی تھی۔

"اب تمہاری پوزشیں کیا ہو گی....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میری.... پپ.... پوزشیں.... اوه.... یہاں سے ہٹ چلو.... مجھے وحشت ہوتی

ہے.... کچھ دیر پہلے یہ زندہ تھا.... اور اب.... چلو دوسرا کمرے میں چلو!۔"

لیکن دوسرا کمرے میں جانے سے پہلے عمران نے قریب سے لاش کا جائزہ لیا تھا۔

اور دوسرا کمرے میں داخل ہوتے وقت اُس نے تھیما کو بتایا کہ میوری کی موت کا سبب

کیا تم کا ہر ہی ہو سکتا ہے۔

"اوہ....!" وہ چلتے چلتے رُک گئی! اس کے چہرے پر خوف کے آثار پہلے سے بھی زیادہ گہرے

ہو گئے تھے!

”زز... زہر...!“ وہ ہکلائی۔

عمران اُسے ٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔!

”میں نہیں سمجھ سکی!“

”میرا خیال ہے کہ واپسی کے سفر میں سمجھ لینا... آؤ!“ وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر نکاسی کے راستے کی طرف لیتا چلا گیا۔

”ٹھہر و...!“ دفتار پشت سے غراہت سنائی دی۔

وہ رُز کے اور عمران تیزی سے آواز کی طرف مڑا۔ ایک موٹی گردن والا چوزا چکلا آدمی ریو الور کارخ ان کی طرف کے ہوئے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔

کچھ عجیب سی شکل تھی۔ رنگت سے کسی سفید قام نسل کا فرد معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آنکھیں سیاہ تھیں۔ تاک موٹی اور بھدی تھی۔

”اس میں شک نہیں کہ ولیم ہاپکنز انداز ہو گیا ہے!“ وہ سفاک لبھے میں بولا۔ ”لیکن اس میں کس کا ہاتھ تھا۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر حماقت طاری ہو گئی تھی۔

ایسا لگتا تھا کہ اجنبی کی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔!

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ!“ اجنبی دھڑا اور عمران نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیے۔

”میں نہیں جانتی یہ کون ہے؟“ تھیلہ ماہیانی انداز میں بولی۔

”کوئی بھی ہو! مجھے تو اچھا نہیں لگتا!“ عمران کی آواز کا نبض رہی تھی۔

”مجھ سے نہیں چلے گی تمہاری مکاری!“ اجنبی غریا۔

”بھر کیا ہو گا!“ عمران نے لاپرواں سے پوچھا۔

”میں تمہیں بڑی بے دردی سے مار ڈالوں گا۔ مجھے میوری کی طرح یودا نہ پاؤ گے!“

”مرنے سے پہلے میں تمہارا نام معلوم کرنا چاہتا ہوں!“

”وہ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ مجھے گردن تو زیخار کہتے ہیں۔!“

”صورت ہی سے ظاہر ہے!“

پھر عمران نے دیکھا کہ دو آدمی بائیں جانب والے دروازے سے بھی داخل ہوئے ہیں۔  
تمہدا پھر بولی۔ ”میں نہیں جانتی۔ یہ لوگ کون ہیں... قطعی نہیں جانتی۔!“  
بدستور خاموشی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے عمران سیست ان سب نے اُسے نظر اندازتی کر دیا ہو۔

”دفتار مٹوئی گردن والے نے کڑک کر... نوار دوں سے کہا۔ ”اس کو باندھ لو۔!“

”مجھے نہیں... اس کو۔!“ عمران نے بوکھلا کر تھیلہ ماہی طرف اشارہ کیا۔!

”کیوں؟“ موٹی گردن والا غریا۔

”سارا قصور اس عورت کا ہے!“

”مم... میں نے کیا کیا ہے۔“ تھیلہ ماہیانی... اس کے چہرے پر حرمت کے آثار تھے۔!

”کوئی مرد مجھے بہلا پھسلا کر یہاں نہیں لاسکتا تھا۔ یہ اسی کا کارنامہ ہے۔!“

”کبواس مت کرو۔!“

”میری ایک بات سن لو!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”بکو!“

لیکن دفتار ایسا محسوس ہوا جیسے عمران کسی اندر وہی تکلیف میں بنتا ہو گیا ہو۔ اُس کے دونوں اٹھنے پر دل کے مقام پر تھے اور چہرہ متغیر ہو گیا تھا پھر اچانک وہ کتوں کی طرح بھونکنے لگا۔ ان تینوں کی توجہ صرف اس کی طرف مبذول ہو گئی اور اتنے میں چار آدمی پھرے ہوئے۔ مانڈوں کی طرح کمرے میں در آئے۔

یہ عمران کے ساتھی تھے... شاند ان دونوں عمران نے کتوں کی آواز کو اپنا مخصوص اشارہ فاردوں رکھا تھا۔

تیری گاڑی میں بھی لوگ شروع ہی سے ان کے پیچھے لگے رہے تھے۔ عمران نے روائی سے پہلے انہیں مطلع کر دیا تھا اور شاید موڑ سائیکل شارٹ ہونے میں اسی لئے دیرگی تھی کہ اسے لانا کا انتظار تھا۔

انہوں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی موٹی گردن والے کے دونوں ساتھیوں کو گردایا تھا۔ موٹی گردن والے نے ان پر فائر جھوک مارا... لیکن اس سے پہلے ہی عمران نے اس پر

چھلائگ لگادی تھی! اور اس کا فائز بے کار گیا تھا...!

عمران نے پوری قوت سے اس پر حملہ کیا تھا۔ لیکن بس وہ اپنی جگہ سے کسی قدر رہت گیا تھا۔ عمران نے صرف اس حصے سے اندازہ کر لیا کہ مقابل کسی جنگلی ہمینے کی طرح طاقتور ہے۔ اُس پر قابو پان آسان نہ ہو گا۔ لہذا دوسرا فائز ہونے سے پہلے ہی اس نے زیو الور پر پاتھر ڈال دیا۔ ایک فائر پھر ہوا۔ لیکن زیو الور کا رخ چھٹ کی طرف تھا۔ گولی لکڑی کی چھٹ کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

عمران کے دو ساتھی ان کی طرف جھپٹے۔ موئی گردن والے نے شاید خطرے کو بھانپ لیا تھا....! دفتار اس نے زیو الور پاتھر سے چھوڑ دیا۔ غالباً اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ زیو الور سمیت اپنی کلائی عمران سے نہ چھڑا سکے گا۔!

عمران کے ساتھی زیو الور کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ اس نے عمران کو ان پر دھکیل دیا۔ پھر جھنڈی دیر میں وہ سنجھلتے موئی گردن والا چھلائگ لگا کر دروازے میں ہولیا۔

عمران اُس کے پیچے لپکا! اور دوسرا سے کمرے میں پہنچا تو وہ کھڑکی کے باہر چھلائگ لگا رہا تھا۔ مکان کی پشت پر بھنی جھاڑیاں تھیں! دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

عمران نے بھنی کھڑکی سے چھلائگ لگائی اور جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا۔ جھاڑیاں کا تدار تھیں۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ آگے نہ بڑھ سکے گا۔.... اس نے کچھ دور جا کر پلٹ آیا۔ لیکن بھاگنے والا کدھر گیا ہو گا....!

اس نے کئی جگہ سے جھاڑیوں کا جائزہ لیا۔ لیکن وہ اُسے ناقابلِ غور ہی نظر آئیں۔ تھک ہا کر پھر عمارت میں واپس آگیا۔ صدر کو اشارے سے الگ بلکہ اس کھڑکی کے قریب لے گیا۔ جس سے موئی گردن والا فرار ہوا تھا۔

”وہ نکل گیا.... تم ان جھاڑیوں پر نظر رکھنا! میں ان دونوں کو دیکھتا ہوں....!“ اس نے صدر کے شانے پر پاتھر رکھ کر کہا۔

”میوری.... میوری تو مر پکا ہے....!“ صدر بولا۔ ”ہاں....!“ عمران نے کہا اور اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرا سے کمرے میں آیا۔ تھیلیہاں پوارے گلی کھڑی تھی اور عمران کے تینوں ساتھی ان دونوں کے ہاتھ پر باندھ رہے تھے۔

عمران خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر تھیلیہ کے قریب پہنچ کر اس سے پوچھا۔ ”ان دونوں پر پہلے بھی دیکھا ہے!“

”نبیں یقین کرو....! یہ سب میرے لئے اجنبی ہیں! لیکن ٹھہر و شاید میں نے اس بھگوڑے کی تصور میوری کے الجم میں دیکھی تھی!“

”الجم کہاں ہے؟“  
”رانیڈر زوال میں!“

”میں یہاں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں!“  
”تمہیں کون روک سکتا ہے؟“

ان دونوں کو جکڑ دینے کے بعد چوبان، صدیقی اور نعمانی عمران کی طرف متوجہ ہو گئے!  
”ان سے پوچھو کہ یہ کون ہیں؟“ عمران نے ان سے کہا۔

”کافی پوچھ چکے ہیں!“ نعمانی بیزاری سے بولا۔

”ہوں....!“ عمران ان دونوں کو گھوڑتا ہوا کچھ سوچنے لگا۔ پھر خٹک لجھے میں بولا۔ ”یہاں پہلے ہی سے ایک لاش موجود ہے.... ان دونوں کو بھی اسی کے برادر لانا کر مکان میں آگ لگادو!“

”نبیں.... نبیں....!“ وہ دونوں بیک وقت بول پڑے۔

”یہ دیکی ہی تھے!“ لیکن وضع قطع سے مہذب معلوم ہوتے تھے!۔

”مجھوڑی ہے!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بڑویا۔ ”ہمیں تین عدد جلی ہوئی لاشوں کی خودرت ہے۔ ورنہ تمہیں تکلیف نہ دیتے۔“

”ہم کو ہمارا قصور تو بتاؤ....!“ ان میں سے ایک بولا۔

”اُرے ہیکی کیا کم ہے کہ ہم تمہارے ہاتھ لگ گئے!“

”دیکھو منز..... ہم نبیں جانتے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ہم تو شرط جیتنے آئے ہیں!“

”چھوٹیں کہانی سن لوں گا۔ کچھ بولو تو....!“

”ہم ایڈنجرز کلب کے ممبر ہیں.... گالویڈا بھی ممبر ہے! اس نے اس ہٹ کی نشان دہی کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ ایک دیرانہ ہٹ ہے لیکن جب بھی اوہر سے گزر دکوئی نہ کوئی جوڑا بیال خرد موجود ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ ناممکن ہے اس پر شرط ہو گئی....! ہم تینوں یہاں آئے

پھر وہ دوڑتا ہوا بد حواسی میں عمران سے آگلکرایا۔

”کسی نے عمارت میں آگ لگادی ہے۔ لکڑی کی دیوار دھڑادھڑ جل رہی ہے!“

عمران تیزی سے ان دونوں کی طرف بڑھا اور جیب سے چاقو نکال کر ان کی رسیاں کاٹنے لگا۔ پھر ان سے بولا۔ ”بھاگو!“

”کل بھاگے... لیکن اس نے اپنے ساتھیوں کی راہ روک لی۔!“

”یہ کیا الغویت ہے!“ چوہاں جھلا کر بولا۔

ٹھیک اسی وقت پے درپے تین فائر ہوئے اور بھاگتے ہوئے قیدیوں کی طویل چینوں سے فنا مر لش ہو گئی۔ وہ باہر عمارت سے تھوڑے ہی فاصلہ پر پڑے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔!

”اس لغویت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“ عمران نے ان کی طرف ہاتھ اٹھا کر چھٹے ہوئے لجھے میں کہا۔

”تو پھر اب کیا ہو گا....!“ تھیلما رہانی آواز میں بولی۔

”جب آگ اس کمرے تک آجائے گی۔ پھر سوچیں گے!“

”لیکن.... لیکن!“ صدر کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

عمران نے گالویڈا کاریو اور اٹھایا، جو میز پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے خالی چیزبر بھرے اور ان لوگوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میں باہر جا رہا ہوں... تم لوگ اسی وقت یہاں سے نکلا جب آگ اس کمرے تک پہنچ جائے۔!“

”نہیں۔ آپ تھا نہیں جا سکتے۔!“

”یہ تو کسی ایک کو کرنا ہی پڑے گا!“

”میں جا رہا ہوں....!“ صدر بولا۔

”نہیں....!“ عمران نے سخت لجھ میں کہا۔ ”میرا حکم ہے کہ تم سب یہیں نہ ہو گے!“

پھر وہ فرش پر لیٹ کر سینے کے مل کھلتا ہوا باہر نکل گیا۔

ظفر الملک کو افسوس تھا کہ عمران خود ہی تھیلما کے ساتھ چلا گیا۔ جب وہ اس کی نقل کر رہا

اور مختلف کروں میں چھپ گئے!“

”لاش نہیں دیکھی تھی تم نے...!“ عمران نے پوچھا۔

”جب ہم یہاں پہنچے تھے....!“ دوسرہ اہم پتا ہوا بولا۔ ”یہاں کوئی لاش واش نہیں تھی۔!“

”یہ کون ہے؟“ عمران نے میوری کی لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”ہم نے اسے پہلے بھی نہیں دیکھا۔“ دونوں یہیں وقت بولے۔

”گالویڈا کون ہے؟“

”گالویڈا.... گالویڈا ہے.... اس کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا۔!“

ایک نے کہہ کر دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی یہی کہا۔ پہلا بو تارہ۔

”کلب کے ملکی اور غیر ملکی مجرم صرف کلب ہی کی حد تک ایک دوسرے سے واقف ہیں।

”ہمیں قطعی نہیں معلوم کہ گالویڈا کون ہے؟“

”وہ خود کو فرانسیسی کہتا ہے.... کوہ پیانی اس کا محبوب مشغله ہے جب وہ تم سے گفتگو کر رہا تھا۔

”تو ہم دونوں ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔!“

”گالویڈا بہ کہاں ملے گا۔?“

”وہ کسی ہوش میں مقیم ہے!“

”تم لوگ اسے کب سے جانتے ہو؟“

”چھپلے تین ماہ سے.... اور تم ہو کون....؟“ ہم سے اس لجھ میں گفتگو کر رہے ہو ہم یہاں

کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔!“

”بے غماد کیہے ہیں تم جیسے.... تمہیں اس لاش کیلئے.... جواب دی کرنی پڑے گی....!“

”ہم کر لیں گے۔!“ لاپرواہی سے کہا گیا۔ اب وہ دونوں شیر ہوتے جا رہے تھے۔!

عمران چند لمحے انہیں گھور تارہ۔... پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ”انہیں لے جاؤ!“

”تم ہمارے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے!“

عمران اس کمرے کے دروازے کی طرف مڑ گیا، جہاں صدر کو چھوڑ آیا تھا۔ لیکن انہیں پہلا

قدم بھی نہیں اٹھایا تھا کہ صدر کی چیخ سنائی دی۔!

”آگ.... آگ.... باہر نکلو.... بھاگو....!“

”اپنے علاوہ تم ساری دنیا کو بے وقوف سمجھتے ہو!“ جو لیکا لبچ زہریلا تھا۔  
 ”اپنی ہی طرح دوسروں کو بھی سمجھو! بزرگوں کا قول ہے اور کفیوں نے بھی یہی کہا ہو گا!“  
 ”میں تم سے یہ کہتے آئی ہوں کہ میں واپس جانا چاہتی ہوں۔!“  
 ”ابھی تو بیٹھو.... مطلب یہ ہے کہ .... اررر... میں تمہیں وہاں چیسمین پلاؤں کا ...  
 پلیز.... ڈو کم....!“  
 وہ اسے ڈرائیکٹ روم کی طرف چلنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔  
 ”میں یہاں قیام نہیں کر سکتی.... آب و ہوا موافق نہیں ہے اور پھر کوئی کام بھی تو....!“  
 ”لکھ... کام... تو پھر یہیں آجائی... صبح مجھے ناشستہ کرنا پڑتا ہے۔ سخت کوفت ہوتی ہے!“  
 ”نوكر ہوں تھاہرے باپ کی!“  
 ”مطلوب یہ کہ کوفت تو ہوتی ہے.... لیکن میں تھاہرے لئے بھی چائے بنایا کروں گا....  
 اٹھے تلنا بھی کوئی ایسا شکل کام نہیں ہے!“  
 ڈرائیکٹ روم میں پہنچ کر وہ اُسے گھوڑتی ہوئی بیٹھ گئی....!  
 ”میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت تمہیں مینڈولین پر ایک اطالوی نغمہ سناؤ۔“ ظفر مسکرا کر بولا۔  
 ”میں اوٹ پلائگ باتیں سننے کے موڑ میں نہیں ہوں!“  
 ”پھر بتاؤ.... میں تھاہرے لئے کیا کروں؟“  
 ”میں واپس جانا چاہتی ہوں۔!“  
 ”اچھا.... اچھا.... وہ بھی ہو جائے گا۔“  
 ”نہیں...! تم پر پھر تھریسیا کا مکوت سوار ہو گیا ہے... تم دوسروں کا وقت اسی طرح برباد  
 کراتے رہو گے....!“  
 ”مکھی... بھوت... ہاں... ہاں... میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ... مینڈولین پر اطالوی نغمہ...!“  
 ”ہاں.... ضرور سنوں گی!“ لبچ بہت زہریلا تھا۔  
 ظفر تھاں ہو گیا۔

تھریسیا کا تذکرہ اُس نے بڑے جلے کئے لبجھ میں کیا تھا اور عمران نے اسے تھریسیا کی کہانی  
 جس انداز میں سنائی تھی۔ اس سے وہ صرف ایک بہت بڑی مجرمہ ثابت ہوئی تھی۔ اور بس۔!

تھا تو پھر اُسے ہر قسم کی پجوشیں سے دوچار ہونے کا موقع ملتا چاہئے.... اس طرح بیادہ سے زیادہ  
 خود اعتمادی پیدا ہونے کا امکان تھا....!  
 لیکن یہ حقیقت تھی کہ ظفرالملک بھی عمران کو نیم روائی ہی سمجھ کر درگزر کر دینے کا عاری  
 ہوتا جا رہا تھا۔

اس عمارت میں کئی بڑے بڑے کمرے تھے اور ان میں اسے اپنی تھائی کچھ عجیب سی لگتی۔  
 یورپ میں وہاں جہاں بھی رہا تھا۔ لڑکوں میں گھر ارہا تھا۔ اب یہ تھائی سخت جا نسل معموم  
 ہو رہی تھی۔!

تحصیلما کے ساتھ اس نے اپنا وقت کچھ بڑے خطرات میں گزارا تھا۔ لیکن اُسے زندگی اتنی  
 کٹھن نہیں لگتی تھی! جتنی اب معلوم ہو رہی تھی۔ اس وقت تحصیلما کی آمد نے اسے بڑا سہارا دیا تھا۔  
 لیکن عمران کی موجودگی نے سارا کھیل بلگاڑ دیا۔ اُوہ مگر.... وہ عمران ہی کے پاس آئی  
 تھی.... اس کا نام تک نہیں لیا تھا۔ اونہہ اس سے کیا ہوتا ہے جو وقت اس کے ساتھ گزارا تھا،  
 خوٹگوار تھا۔ کبھی اپنائیت محسوس ہوئی تھی اور کبھی اجنبیت.... یکسانیت تو نہیں پیدا ہونے پائی  
 تھی زندگی میں طویل خوب صورت لمحے بھی تھکا دیتے ہیں۔!

دفعتا وہ چونک پڑا.... پھر کوئی کال بیل کا بن دبا رہا تھا.... بڑی مکھڑتی سے صدر دروازے  
 کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے سوچا۔ شاید عمران واپس آگیا ہے.... اب وہ اسے وہاں چھوڑ کر  
 خود باہر جائے گا۔

دروازہ کھول کر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دم پیچھے ہٹ آیا۔ باہر جو لیانا فشر واٹر کھڑی  
 ہوئی اسے قہر آلوہ نظرلوں سے دیکھ رہی تھی۔

”تواب آ جاؤتا....!“ وہ تھوڑی دیر بعد خوشامد ان لمحے میں بولا۔

”میں آج تھیرے کر کے آئی ہوں کہ تم سے نپٹ لوں گی!“

”اب تک پیٹتی ہی تو آئی ہو۔!“

وہ اندر آگئی اور ظفر یچھے ہٹا چلا گیا۔ اپنی دامت میں عمران کی پوری پوری ایکنگ کر رہا تھا۔

”یہاں اور کون ہے؟“ جو لیانے پوچھا۔

”گک.... کوئی بھی نہیں.... اور کون ہوتا.... لیکن تم یہاں پہنچیں کیسے؟“

”چج... چاؤں... بناوں تمہارے لئے!“  
”فضل باتیں نہ کرو!“

”اچھی بات ہے... اب بالکل خاموش بیٹھوں گا...!“  
”میں واپس جانا چاہتی ہوں!“ وہ نہیانی انداز میں چینی... غصے سے سرخ ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پھاڑ کھائے گی۔

”اچھی بات ہے... واپس چلی جاؤ...!“ ظفر بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے معقول بات کی ہے یا یہ عمران کے نکتے نظر سے غلط ہو گئی۔  
وہ اسے اسی انداز میں گھورے جا رہی تھی! اب ظفر سوچ رہا تھا کہ شاید وہ عمران کی لاعلمی میں یہاں آئی ہے۔ اگر اس اثنامیں عمران واپس آگیا تو کیا ہو گا!

”اچھی بات ہے... تم جب چاہو... واپس جاسکتی ہو!“ اس نے پھر کہا۔  
”میرے پچاس روپے واپس کرو، جو تم نے کل لئے تھے!“

”اتی جلدی واپس کرنے کے لئے تو نہ لئے ہوں گے!“

”میں کچھ نہیں جانتی... ابھی واپس کرو!“

”ابھی تو نہیں ہیں میرے پاس!“

”میں لے کر ہی واپس جاؤں گی...!“

”یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے!“ ظفر نے جھنگلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”پکھ بھی ہو...!“

”میں کوڑی کوڑی کا مقنح ہو رہا ہوں ان دونوں...!“

”روپے واپس کرو...!“

”ایسے لگتا ہے جیسے تم خواہ خواہ لڑانا چاہتی ہو!“

”ایسی ہی غیر مہذب ہوں... کیوں؟“ اس نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”میرا سر پلکرا رہا ہے!“ ظفر اپنے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولा۔

”تم میری طرف سے جنم میں جاؤ... میں اپنے روپے اسی وقت واپس لوں گی...!“  
ظفر نے جیب سے پرس نکالا۔ اس میں صرف تمیں روپے پھر پیسے تھے... اس نے اسے

میز پر الٹ دیا۔

”تم اتنے شریف کیوں ہو رہے ہو!“ دفعٹا جو لیا کا الجہہ بدل گیا۔  
”میا کروں... نہیں چاہتا کہ تم خفا ہو جاؤ...!“  
”اتنا ہی خیال ہے میرا۔!  
”اس سے بھی زیادہ!“

”تم مکار ہو... تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔“  
”میں... صرف تمہارے لئے مکار نہیں ہوں۔ دل سے چاہتا ہوں تمیں!“ ظفر مختندی سانس لے کر بولا۔ اس وقت اس کا الجہہ عمران کا سا نہیں تھا۔ ظفر الملک کا خاص رو میک الجہہ تھا۔ جس کے لئے اس کے گرد لا کیوں کی بھیڑ رہتی تھی۔

وہ اٹھا اور اس کے قریب فرش پر دوز انوں بیٹھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ بھی دیا۔!  
جو لیا نے بڑی نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے رکھا تھا اور عجیب سی نظروں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

”تم عمران ہی ہونا؟“ دفعٹا وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”یقین نہیں آتا...!“  
یہ جملہ ظفر کے لئے ایسا ہی تھا، جیسے بچھو نے ذمک مار دیا ہو۔ اچھل کر کھڑا ہو گیا!  
اس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ کیا پول کھل گیا!  
”کیا ہوا تمیں؟“ وہ بدستور زم لجھ میں بولی۔  
”لک... کچھ نہیں... والد صاحب!“

”شٹ اپ... ایسے لمحات میں مخفکہ خیز بننے کی کوشش مت کیا کرو۔ چلو ہمیں بیٹھ جاؤ... اسی طرح!“

ظفر سوچ رہا تھا کہ بوکھلاہٹ میں یہ کیا حرکت ہو گئی! عمران نے اس سلسلے میں مختار ہنئے کی ہدایت کی تھی! بار بار یاد ہانی کر اتا رہا تھا کہ وہ بھیثیت عمران جو لیا سے رومانس لڑانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

بہر حال اب تو ندو قچل ہی گئی تھی! وہ پھر اس کے پاس دوز انوں جا بیٹھا اور اس نے پھر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس بار تو یو سہ ظفر کو ایسا ہی لگا جیسے حلقت میں پھر انک گیا ہو۔

”تو پھر تم اسے اتنی چھوٹ کیوں دیتے رہتے ہو؟“  
 ”تم غلط سمجھی ہو! بعض اتفاقات کی بنا پر وہ بہیشہ نئے نکلی ہے!“  
 ”لیکن اسے تو تم تسلیم کرو گے کہ وہ بھی تمہیں چھوٹ دیتی رہتی ہے!“  
 ”بس میرے ہی ہاتھوں اس کی موت آئی ہے اسی لئے چھوٹ دیتی رہتی ہے مجھے!“  
 ”وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”یقین نہیں آتا!“  
 ظفر کا دل ایک بار پھر حق میں جانکا! ”مگر... کیوں؟“  
 ”تم پلی بلی بدلتے ہو۔ اس وقت اس قسم کی باتیں کرتے ہو کچھ دیر بعد شاید مجھے پہچانتے  
 سے بھی انکار کر دو.... تم ایسے کیوں ہو عمران!“  
 جولیا کے لجھ میں گھرے غم کی جھلکیاں تھیں۔ ظفر کچھ نہ بولا۔۔۔ خنک ہوتے ہوئے بلوں  
 پر زبان پھیرنے لگا تھا۔  
 ”میں جانتی ہوں کہ تم کن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچ ہو! تمہاری شخصیت غیر  
 متوازن ہو گئی ہے لیکن میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں آدمی بنا دوں گی۔ جس عورت نے تمہیں  
 پیدا کیا تھا وہ حالات سے مجبور ہو کر تمہاری طرف توجہ نہیں دے سکی تھی!“  
 ”ہاں... یقیناً!“ ظفر نے بھی آواز سے سوز و گداز پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ”مل...  
 لیکن.... تم تو وہ اپس جانا چاہتی ہو۔“  
 ”میں اب نہیں جاؤں گی....!“ جولیا نے کہا اور پھر چونک کرا سے گھورنے لگی۔  
 ”مگر.... کیوں....؟ اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو۔“  
 ”میں سمجھی۔“ وہ اسے تیز نظر وہن سے دیکھتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔  
 ”ارے... ارے.... کیا ہوا!“  
 ”تم....!“  
 ”ہاں... ہاں... میں کیا ہوا؟“  
 ”مجھے روک رکھنے کے لئے تم نے یہ چال چلی ہے!“  
 ظفر نے قہقهہ لگایا۔ اس بات پر بہت زیادہ محفوظ ہونے کی ایکٹنگ کرتا رہا۔۔۔ پھر کچھ کہنے  
 علاوala تھا کہ جولیا جھینپھنے ہوئے انداز میں بولی۔

وہ اپنا ہاتھ ڈھیلا چھوڑے بیٹھی رہی۔ عمران کا خیال ظفر کا گلا گھونٹے ڈال رہا تھا۔ سمجھ میں  
 نہیں آتا تھا کہ اس پچویش سے کیسے پیچھا چھڑائے۔  
 ”چائے...!“ وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔  
 ”میں خود بنا لوں گی....!“ وہ مسکرائی۔ ”اور تم مجھے کوئی اطا لوی نغمہ سنانے جا رہے تھے!“  
 ”ہاں... ہاں...!“ وہ جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ گیا ”میں ابھی مینڈولین اتا ہوں...!“  
 جھپٹتا ہوا خواب گاہ میں آیا اور مینڈولین اٹھا کر سونپنے لگا۔ اگر اس وقت عمران آگیا تو یہ  
 ہو گا!  
 چاروں چار ڈرائیوریں روم کی طرف آنا پڑا۔ جولیا کو جس انداز میں چھوڑ گیا تھا وہ اسی طرح بیٹھی  
 ملی... اچھے پر کر خنکی کی جگہ بڑی دلاؤیزی سی نرمی نے لے لی تھی!۔  
 وہ دروازے ہی کے قریب کھڑا ہو کر مینڈولین بجانے لگا۔  
 جولیا ٹھوڑی پر ہاتھ بیکے اسے بڑی میٹھی نظر وہن سے دیکھے جا رہی تھی!۔  
 ظفر حالانکہ اب بہت بے دلی سے بجا رہا تھا۔ لیکن جولیا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات  
 تھے.... نغمے کے اختتام پر وہ اٹھی اور ظفر کے قریب آکھڑی ہوئی۔  
 ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ میرا پسندیدہ نغمہ ہے....!“ اس نے بھرا ہوئی آواز میں کہا۔  
 ”تمہارے بارے میں میں سب کچھ جانتا ہوں!“ ظفر بو کھلاہٹ میں کہہ گیا۔  
 ”پھر مجھ سے کیوں ہاگے ہاگے بھرتے ہو۔ میرے بارے میں... سنجیدگی سے کیوں  
 نہیں سوچتے!“  
 ”اب سوچوں گا...!“ اس کے علاوہ اور جواب ہی کیا ہوتا۔  
 ”لیکن یہ تھریسا؟“  
 ”سب کو اس ہے.... لعنت بھیجو تھریسا پر!“  
 ”وہ تمہیں چاہتی ہے!“  
 ”تو اس میں میرا کیا قصور ہے!“  
 ”تم اسے نہیں چاہتے؟“  
 ”ہرگز نہیں۔“

"یہی بات ہے نا؟"

"اب میں کیسے یقین داؤں... بد اچھا بنام بُرَا...!"

وہ خاموش ہو کر صونے پر جانشی اس کے چہرے پر خالت کے آندر تھے!

پل میل بدلتے ہوئے حالات نے ظفر کو نچا کر رکھ دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اس کا رویہ کیا ہوتا چاہئے۔ عمران کی صدر ریگ طبیعت کے اسرار اب کھل رہے تھے۔

جو لیا ب ظفر کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی! ایسا لگتا تھا جیسے وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہو۔

"میں واپس جاؤں گی....!" دفعاً وہ اٹھتی ہوئی سخت لمحے میں بولی۔

"اس کے باوجود بھی میرے رویے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی.... مینڈولین پر تمہارے پسندیدہ نغمے چھیڑتار ہوں گا۔"

وہ اسے گھوٹی ہوئی صدر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ظفر اس طرح منہ چلا رہا تھا جیسے کوئی کڑوی چیز بڑی سرعت سے زبان کی نوک سے ہٹنے تک پھیل گئی ہو۔!

جو لیا کی پشت پر زور دار آواز کے ساتھ دروازہ بند ہوا تھا۔



وہ اسے دیکھ رہے تھے اور وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دفعتاً گرے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تھی کہ ایک فائر پھر ہوا اور وہ دھرم سے گر کر چاروں خانے چلتے ہو گیا۔

انہوں نے عمران کو رکتے دیکھا!!... اس بار انہوں نے فائر کی سمت متعین کری تھی! فائر کرنے والا شاید اس سٹھ سے نیچے تھا جس پر عمران ریگ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی تک اس کی سمت کوئی فائر نہیں ہوا تھا۔

دوسرے کمرے کی کھڑکی دھرم دھرم جل رہی تھی۔

"بڑی غلطی ہوئی...!" صدر بولا۔ "ہمیں اسی طرف سے نکل جانا چاہئے... تھا... وہ آدمی

چالو یہ اتھا ہے اور صدر ایک ہی سمت فائر کر سکتا ہے!"

"اُف فوہ..... ہم بھی کتنے بے عقل ہیں! چوہاں جلد جلد کہنے لگا۔

"جتنی دور تک وہ ریگ کیا ہے۔ کم از کم اتنی دور تک تو ہم بھی ریگ سکتے ہیں۔ ایکو کہ ابھی تک اس کی طرف کوئی فائر نہیں ہوا۔"

"مم.... میں کیا کروں....!" تھیما منٹانی۔

"تم بھی وہی کرو۔ جو ہم کرنے جا رہے ہیں!" صدر بولا اور سینے کے مل زمین پر لیٹ گیا۔ عمران کی تقلید سب سے پہلے اسی نے کی تھی۔ پھر وہ سب ہی کیے بعد دیگرے اسی طرح

رینگتے ہوئے ہٹ سے باہر آگئے۔ تھیما سب سے پیچھے تھی اور وہ بڑی طرح ہانپ رہی تھی۔

اچانک انہوں نے اپنے قریب ہی سے فائر کی آواز سنی۔

عمران کے روپ اور کی نال سے دھواں نکل رہا تھا۔

لیکن جس طرف سے اس نے فائر کیا تھا۔ وہاں کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔

پھر انہوں نے اس کو تیزی سے اسی جانب بڑھتے دیکھا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی رینگنے والا جانور ہو۔ کسی تیز رفتار چھپل کی طرح سینے کے مل گویا دروازہ جا رہا تھا۔!

وہ سب حیرت سے منہ چھاڑے اُسے دیکھتے رہے! جو جہاں تھا وہیں کھڑم گیا تھا۔

پھر وہ ان کی نظروں سے او جھل بھی ہو گیا! اب عمارت کے سامنے والے حصے تک آگ کی پیشی پہنچنے لگی تھیں اور وہ ان کی آنچ محسوس کر رہے تھے۔ ویسے اب انہیں آگ سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

کافی وقت گزر گیا۔ لیکن عمران واپس تھا پلٹا جلتی ہوئی لکڑیوں کے چٹخنے کی آواز سنائے میں عجیب سی لگ رہی تھی اور بھورے بھورے دھوئیں کے بادل اور فضائیں اٹھ رہے تھے۔

دفعتاً صدر بولا۔ "ہمیں بھی اُدھر ہی چلانا چاہئے!"

"نہیں.... کچھ یہاں نہ ہے اور کچھ جائیں! چوہاں نے کہا۔

"اس سے کچھ فائدہ نہیں! اگر کسی راگیر کی نظر اس طرف اٹھ گئی تو توزہ مت میں پڑیں گے!"

"میں کیا کروں.... میں کیا کروں! تھیما منٹانی اور صدر نے پلٹ کر کہا۔

"اس عورت کو نگرانی میں رکھو!"

انٹاگز

چوہاں کچھ نہ بولا۔ غالباً اب اُسے احساس ہوا تھا کہ عمران نے ان کی بھلائی ہی کی سوچی تھی۔  
”لیکن..... ہم اسے کہاں ساتھ لئے پھریں!“ چوہاں نے تھیلیما کاباز و جھگھوڑتے ہوئے کہا۔  
”مجھے جانے دو..... خدا کے لئے مجھے جانے دو.....!“ وہ پھر گھصیائی۔ ”کشت و خون میں  
نہیں، کہہ سکتا ہے!“

”تم عمران کو یہاں کیوں لائی تھیں؟“ چوہاں اس سے الجھ پڑا۔  
”مسٹر میوری کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ ان پر دیواًگی کا دورہ پڑا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ امیں عمران کو سیکی بتانے گئی تھی!“

”کہا تم کو اس کی قیام گاہ کا علم تھا؟“

”ہاں... میں اکٹھاں کا تعاقب کیا کرتی تھی۔“

”اس کا یہ رے یا س کوئی جواب نہیں۔!“

”اور یہی سے زیادہ اہم ہے۔!

صفہ، انہیں وہی حیوں کر آگے بڑھا دیتے۔

عین اے ایک خاص سمٹ پر جلتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔

عینے اُسے ایک خاص سمت پر پڑھتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔  
کچھ اور آگے بڑھنے پر دوسرا دھبہ دکھائی دیا۔ یہ خا  
ادی یہاں گر کر گھشتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔!

اور پھر وہ اس جگہ چاپنے والا چاپ سے چٹانوں کی اس دیوار کو پار کرنے کا مکان تھا۔

یہ ایک پتلا سا درہ تھا..... یہاں بھی زمین پر خون کا بڑا سادھبہ ملا.....!

صدر مذکور ایسے ساتھیوں کو دیکھنے لگا... لیکن وہ یہاں سے نظر نہیں آ رہے تھے!

وہ پھر اسی سمت چل رہا۔ سہاں تھیلےماں اور چوپان کے درمیان بحث و تکرار چاری تھی۔

"کھجور! مس کی سنو...!" صدر جوانان کے شانے سر ہاتھ رکھ کر پول۔ "ہ عمران کے

ساتھ آئی تھی اور عم الان نے اس کے ہمراے میں ہمیں کوئی مذاقت نہیں دی!

”تو پھر...؟“ جوہان آنکھیں نکال کر بولے۔

”میں دشمن نہیں ہوں... میں دشمن نہیں ہوں!“ وہ گزگزائی لیکن کسی پر اس کا اثر نہیں ہوا۔ صدر ارب اٹھ بیٹھا تھا۔ دوسروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ چوبان نے تھیلہ ما بازو پکڑ لیا۔ ”چھوڑ دو مجھے!“ وہ اپنا لام تھ جھکتی ہوئی چینی۔

”خاموش رہو.....!“ چوبان غریلیا..... اور اسے اسی طرف کھینچنے لگا جدھر سب بارے بے شکر جہاں عمران آنکھوں سے او جھل ہوا تھا وہاں سے ایک طویل ڈھلان شروع ہوتی تھی۔

وغلہ صدر چلتے رک گیا اس کے پیروں کے قریب ایک رانفل پڑی نظر آئی اور وہیں خون کا ایک بڑا دھبہ بھی دکھائی دیا۔ تازہ خون کا دھبہ جو آہستہ آہستہ سایہ مائل ہوتا جا رہا تھا صدر نے رانفل اٹھا لی اور پھر چل پڑا۔

حد نظر تک ویرانی ہی بکھری ہوئی تھی۔ دُور ڈور تک ان کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اونہوڑھلان میں اترتے رہے۔

جلنے والے مکان کے دھوئیں کی پر چھائیں اس ڈھلان پر بھی دھکائی دتی تھی۔

ڈھلان کے اختتام پر ناقابلی عبور چنانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کی راہ میں دیواریں حائل ہو گئیں ہوں۔ اب یہاں بھی ڈور ڈور تک کسی کا یہہ نہیں تھا۔

وہ سب پر تشویش نظرؤں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے چہاں بولا۔ ”ہماری گاڑیاں ادھر موجود ہیں اور یہ خطرناک ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”عمران کو تنہا نہیں چھوڑا جاسکتا۔“

”تم بے تکی باتیں نہ کرو۔!

”تم جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔ میں اپنی ذمہ داری پر یہاں رکوں گا!“

”تمہیں تو اپنی ذمہ داری پر اس مکان میں جل مرتا چاہئے تھا!“

”بیکار باتھیں نہ کرو.... اس سے زیادہ خناط آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزر۔ وہ سردوں کے لئے امکانی بچاؤ کی صورت پیدا کرنے کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ ہمیں وہیں رکنے کا مشورہ اسی لئے دیا تھا کہ ہم صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد کوئی قدم

”ان سکھوں میں صرف تم پر اعتماد کر سکتی ہوں۔!“  
 ”تم مجھے کیا جاؤ؟“  
 ”ان معاملات کے لئے عورت میں چھپی جس ہوتی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ کس پر  
 اعتماد کر سکتی ہے اور کس پر نہیں۔!“  
 ”اچھا آؤ....!“ صدر را درپیش ہوا کہ وہاں کون ٹھہرے اور کون واپس جائے جلتے ہوئے مکان  
 کے آس پاس گاڑیوں کی موجودگی مناسب نہیں تھی۔!  
 ”وہ اس کے ساتھ چلتے گی!“  
 ”میوری کے بقیہ لوگ کہاں ہیں؟“ اس نے تھیلما سے پوچھا۔  
 ”جو جہاں تھا وہیں ہو گا۔ عمران نے صرف فیکٹری پر قبضہ کیا تھا۔!“  
 ”وہ کیسے مر گیا؟“  
 ”میں نہیں جانتی۔ اس کے بارے میں میرا بیان بالکل سچا ہے، ویسے عمران کا خیال تھا کہ اس  
 کی موت کسی قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہو گی۔!“  
 ”لیکن اس پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ تم گالویدا سے تاتفاق تھیں۔!“  
 ”جس طرح میوری کے بارے میں میرے بیان پر یقین کر لیا گیا ہے!“  
 ”تم نے کیسے سمجھ لیا کہ ہمیں یقین آگیا ہے؟“  
 ”خود عمران کو یقین تھا وہ نہ میرے بارے میں تمہیں کوئی واضح ہدایت دیتا۔!“  
 ”ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ مجرموں کے ساتھ کیسا برناو کیا جاتا ہے اس کے لئے کسی  
 ہدایت کی ضرورت نہیں!“  
 ”اچھی بات ہے تو اسکا فیصلہ عمران ہی پر چھوڑ دو کہ میرے ساتھ کیا برناو کیا جانا چاہئے۔“  
 ”تم نے عمران کا تعاقب کیوں کیا تھا؟“  
 ”وہ میرے لئے دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے!“  
 ”وہ دراڑ کے قریب پہنچ چکے تھے! فعتا تھیلما پھر بولی۔“ تم یہ بھی سوچ سکتے ہو کہ میں  
 نہ لے ساتھ اسی لئے رہ گئی ہوں کہ تمہیں گالویدا انکے نہ پہنچنے دوں۔!  
 ”میں ہمیں سوچ رہا ہوں۔!“ صدر دراڑ کے قریب پہنچ کر رکتا ہوا بولا۔!  
 ”یہ تشویش کی بات ہے!“ تھیلما نے مکرا کر کہا۔ ”وہ لوگ بھی چلتے گئے.... اچھا تم مجھے

”تو پھر یہ کہ تم میں سے کوئی اسے اپنے ساتھ لے جائے اور عمران کی واپسی انکے روکر کر کے۔“  
 ”میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتی....!“ تھیلما جلائے ہوئے بجھ میں بولی۔  
 ”خاموش رہو!“ صدر را سے گھورتا ہوا سخت لمحے میں بولا۔  
 اس کے بعد یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ وہاں کون ٹھہرے اور کون واپس جائے جلتے ہوئے مکان  
 ”صرف.... میں یہاں ٹھہرہوں گا تم سب جاؤ۔!“ صدر بولا۔  
 ”میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔!“ تھیلما نے کہا۔  
 ”کیا بات ہوئی....؟“ صدر را سے گھورتا ہوا بولا۔ پھر سنجل کر نرم بجھ میں کہنے لگا  
 ”مطمئن رہو.... یہ لوگ تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کریں گے.... عمران کی واپسی تک تم  
 ہماری مہمان رہو گی۔!“  
 ”از راہ کرم مہمان نوازی کی میری یہ درخواست منظور کرلو کہ میں تمہارے ساتھ رہنا  
 چاہتی ہوں۔!“  
 ”میاں تم خود اپنی حفاظت کر سکو گی۔?“  
 ”ہاں.... میں اپنی ذمہ داری پر یہ بات کہہ رہتی ہوں!“  
 ”اچھی بات!“ صدر نے طویل سانس لی۔  
 ”ٹھنڈی سانسیں نہ لو....!“ صدیقی باہمیں آنکھ دبا کر طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ”اس  
 سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟“  
 ”صدیقی پلیز۔?“ صدر بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔  
 ”چلو.... چلو....!“ صدیقی اپنے دونوں ساتھیوں کو مخالف سمت میں دھکیلتا ہوا بولا۔ ”  
 لوگ اتنے خوب صورت نہیں ہیں۔!“  
 صدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے انہیں گھورتا رہا۔ جب وہ کچھ دور پڑے گئے تو اس نے پلا  
 کر کہا۔ ”تینوں گاڑیاں واپس جائیں گی۔!“  
 لیکن ان میں سے کوئی مڑا بھی نہیں تھا! صدر تھیلما کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 ”یہ تم نے اچھا نہیں کیا! وہ میرا نہاد اڑا رہے ہیں؟“

وہ چلتے رہے... صدر اب تھیلما کی چال میں لڑکھراہٹ محسوس کر رہا تھا!

”شاید تم بہت زیادہ تحکم گئی ہو....!“ صدر بولا۔

”ہاں تحکم تو گئی ہوں۔ لیکن تمہیں یقین بھی تو دلانا ہے کہ میں عمران یا اس کے ساتھیوں کی دشمن نہیں ہوں۔!“

صدر کچھ نہ بولا۔

دراز بذریعہ زیادہ سے زیادہ کشاورگی اختیار کرتی جا رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ بالکل ہی کھلے میں نکل آئے!

”یہاں... یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے!“ تھیلما چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

” غالباً ہم... غلط آئے.... نہیں وہی راستہ اختیار کرنا چاہئے تھا... جسے چھوڑ آئے ہیں!“

اب میں کچھ دیر پیٹھ کردم لینا چاہتی ہوں... پروں میں چلنے کی سکت نہیں رہی۔!

”اچھی بات ہے!“ صدر طویل سانس لے کر بولا۔

اس کے پھرے پر گھرے تشویش کے آثار تھے۔

”اگر وہ زخمی تھا... تو... اسے اتنا تیز رفتار نہ ہونا چاہئے!“ تھیلما بولی۔ صدر خاموش ہی رہا۔

”کیا عمران تم لوگوں کا آفیسر ہے!“ تھیلما نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”وہ ہم ہی میں سے ہے۔!“

”تم اس کو براخیال کرتے ہو!“

”میں اس سے محبت کرنے کا تھا!“ صدر مسکرایا۔

”وہ ہے ہی محبت کرنے کے قابل۔!“

”اوہ...!“ صدر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

”اس دنیا کا آدمی تو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کیا اس نے ہم سب کے لئے اپنی زندگی کا جوانیں فلکاٹد کوں ہے ایسا؟ مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آتا!“

”تم اسے کب سے جانتی ہو۔?“

”جب سے مسٹر میوری اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔“

گولی مار دو۔ اور ہر دلاشیں اور بھی پڑی ہوئی ہیں اور ہر شاید کوئی آنے کی زحمت نہ گوارہ کرے۔“

”چلو... تم آگے چلو!“ صدر نے دراز کی طرف اشارہ کیا۔ پھر بولا۔ ”نہیں... نہیں!“ وہ اسے ٹوٹنے والی نظر دیں دیکھنے لگی۔

”تمہارے پاس اگر پستول ہو تو میرے حوالے کر دو!“ صدر اسے گھورتا ہوا بولا۔

”پستول... ہاں میرے پاس پستول ہے!“ صدر نے بڑی مکھتی سے اپناریوالہ نکال کر اس کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”نکال کر زمین پر ڈال دو!“

تھیلما نے اپنے بلاوز کے گردیاں سے اعشاریہ دوپائی کا پستول نکال کر زمین پر ڈال دیا۔

اس نے اسے اٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اب چلو!“

تھیلما درازی میں داخل ہو گئی۔

کچھ دور تک تو انہیں آسمان نظر آتا رہا اور پھر وہ یک لخت تار کی میں چلے گئے! صدر نے جیب سے چھوٹی سی نارچ نکالی اور اس کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے رہے۔

اگھی تک یہ درازی کشاور نہیں ہوئی تھی کہ وہ برابر سے چل سکتے ایک جگہ انہیں رک جانا پڑا۔ کیونکہ یہاں یہ دراز دشاخوں میں بٹ گئی تھی۔!

”اب کدھر چلو!“ تھیلما نے پوچھا۔

”جدھر مناسب سمجھو۔!“

”تمہارے لجھے میں اب بھی شہبز کی جملک باقی ہے!“

”حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے!“

”بس تو پھر تم جدھر کو گے اور ہر چل پڑوں گی!“

”اوھ...!“ صدر نے سیدھا راستہ چھوڑنے کو کہا۔

دراز کی یہ شاخ نسبتاً کشاور ثابت ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھتے رہے اور اب وہ اندر ہرے میں نہیں چل رہے تھے! دراز سے آسمان بھی دکھائی دیتا تھا۔

”کہیں ہم غلط نہ جا رہے ہوں۔!“ تھیلما کچھ دیر بعد بولی۔

”کچھ کہا نہیں جا سکتا۔!“

بغیچے میں آکر کام شروع کر دیا۔

آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک چھوٹی فیٹ کپڑا نہ دا خل ہوئی۔ اسے جو لیڈر ایج کر رہی تھی اور اس کے ساتھ عمران کا ایک ساتھی بھی تھا۔

اس کا نام شاید تویر ہے! ظفر نے سوچا....!

اس نے کdal رکھ دی تھی اور سیدھا کھڑا ہو کر انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں گاڑی ہے اذکر اس کے قریب آئے۔

”اوہ... تو یہ تم ہو....!“ تویر خشکوار لبجھ میں بولاد۔

”ہاں.... آں.... کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟“

”تم ظفر الملک ہوتا....!“

”جی ہاں.... میرا بھی نام ہے!“ ظفر نے اپنے لبجھ کی حیرت برقرار رکھی۔

”عمران کہاں ہے؟“

”کچھ دیر پہلے.... سیئں تھے.... غالباً آپ ہی ان سے ملتے آئی تھیں۔ تھوڑی دیر قبل!“

”ہاں.... میں آئی تھی لیکن میں نے تو تمہیں نہیں دیکھا تھا!“

”میں اس طرف کام کر رہا تھا....!“ ظفر نے کر انکی باڑ کی دوسری طرف اشارہ کیا۔

”کیا وہ اندر ہے؟“

”جی نہیں.... یہاں تو میں رہتا ہوں.... کبھی کبھی وہ آتے ہیں۔“

”کیا وہ بیکیں رہتا ہے؟“

”جی نہیں.... یہاں تو میں رہتا ہوں....!“

”اور کون کون آتا ہے یہاں۔؟“

”معاف کیجئے گا.... آپ کا یہ سوال قطعی غیر ضروری ہے!“ ظفر الملک نے نتھنے پھلانے۔

”گرم ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم مجرموں کے ساتھ تھے۔ ہم تم پر اعتماد نہیں کر سکتے!“

”میں مجرموں کے ساتھ تھا تو پھر یہاں باغچے کیوں سنوار رہا ہوں۔ جیل میں کیوں نہیں ہوں!“

”وقتی ضرورت کے تحت یہ اقدام کیا گیا ہے!“

”میری تو ختم ہو گیا۔۔۔ اب تمہارا کیا ہو گا؟“

”اگر میری کے جرائم کے سلسلے میں تم نے کوئی مقدمہ قائم کیا تو میں وہ عددہ معاف گواہی جاؤں گی۔“

”اس کا کوئی امکان نہیں۔!“

”کیوں....؟“

”میں کچھ نہیں جانتا....! اس کے بارے میں بھی آخری فیصلہ عمران ہی کا ہو گا۔“

”تم لوگوں کے معاملات ابھی تک تو میری سمجھ میں نہیں آئے....!“

”لیکا تمہاری تحکم ذور ہو چکی! زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔“

”چلو انہوں...“ تھیلما اٹھ گئی۔



جو لیا جس زور شور کے ساتھ دروازہ بند کر کے وہاں سے رخصت ہوئی تھی۔ اس سے تو یہاں اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ غصے میں ہو گی لیکن ظفر اس کے علاوہ بھی سوچ رہا تھا۔

اندیشہ تھا کہ اس سے بوکھلاہٹ میں کچھ ایسی حرکتیں ضرور سرزد ہوئی ہوں گی، جو عمران کا فطرت سے مطابقت نہ رکھتی ہوں! ایسی صورت میں جو لیا یعنی طور پر شے میں منہلا ہو سکتی ہے۔

پھر اسے کیا کرنا چاہئے۔ عمران نے تھیلما کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر کے اسی کی موجودگی میں صدر کو فون کیا تھا اور عمارت کا پتہ بتایا تھا۔

اب اگر جو لیا کوشہ ہو گیا ہے تو وہ پھر پلٹ کر آئے گی۔ ہو سکتا ہے اس پار اس کے ساتھ کوئی مرد بھی ہو۔!

وہ تیزی سے اٹھ کر اس کمرے میں آیا جہاں عمران نے میک اپ کا سامان رکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنا موجودہ میک اپ فی الحال ختم کر دینا چاہئے۔ جو لیا سمیت عمران کے سارے ساتھی اُنے

ظفر الملک کی حیثیت میں دیکھے تھے لہذا وہ اُن کے لئے اجنبی بھی نہیں تھا۔

عمران کا میک اپ ختم کرنے کے بعد اس نے شاگرد پیشے کی ایک کوڑی سے لdal نکالا۔

”ضروری نہیں ہے، موزیل... لیکن کبھی بھی ایسا بھی ہوتا ہے!“  
 ”چاچا کر باتیں نہ کرو!“ تنویر خا مخواہ بھڑک اٹھا۔  
 ”بھجے سے کیا گستاخی سرزد ہوئی ہے جناب!“  
 ”پچھے نہیں... پچھے نہیں...!“ جولیا حلہ سے بول پڑی۔ ”تم ہمیں مینڈولین پر کوئی اچھا سانگہ نداو!“  
 ”ما موزیل کی خواہش کا احترم کیا جائے گا!“ ظفر کسی قدر خم ہو کر بولا۔  
 ”لیکن تم ہمارا مذاق ازار ہے ہو!“ تنویر بھنا کر بولا۔  
 ”موسیو... آپ کے لئے بھی مناسب ہو گا کہ آپ سردار گڑھ سے بھی زیادہ بلندی والی کی جگہ پر قیام فرمائیں!“  
 ”میں تمہارا سر توڑوں گا!“ تنویر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔  
 ”سر حاضر ہے۔ موسیو!“ ظفر نے اس کے سامنے بھی جھکتے ہوئے کہا۔  
 جولیا نے جھنجھلانے ہوئے انداز میں تنویر کی طرف دیکھا لیکن تنویر اس سے بے خبر ظفر کو گھوڑے بخارہ تھا۔  
 ”مسٹر ظفر میں نے آپ سے سفارش کی تھی۔“  
 ”ابھی بیجھے... ابھی حاضر ہوتا ہوں...!“ ظفر نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے میں جاتے وقت سوچ رہا تھا کہ عمران کا روول او اکرتے وقت اس نے یقینی طور پر کسی جگہ ٹھوکر کھائی ہے!  
 مینڈولین اٹھا کر وہ پھر ڈرائینگ روم میں واپس آگیا۔ اُس نے ان دونوں کے چہروں پر پچھے ایسے آثار دیکھے جیسے اس کی عدم موجودگی میں ان کے درمیان تیز کلامی ہو چکی ہو۔!  
 ظفر نے کچھ کہنے بنے بغیر مینڈولین کے تاروں پر مسراپ لگائی۔ ایک عجیب سانگھ ڈرائینگ روم کی محدود فضائیں گوئختے لگا اور تھوڑی دیر بعد خود ظفر ہی کو محسوس ہونے لگا جیسے وہ اس وقت سے کہیں زیادہ اچھا بجا رہا۔ جب عمران کے روول میں جولیا کے لئے نغمہ چھیڑا تھا جو لیا اور تنویر مہوت سے ہو کر رہ گئے تھے۔ نغمے کے اختتام پر پچھہ دیر تک کمرے کی فضا پر سکوت طاری رہا۔ پھر جولیا بولی۔ ”واقعی تم بہت اچھے آرٹسٹ ہو۔!“

”پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں!“  
 ”اس عمارت کی تلاشی!“  
 ”اوہ... شوق سے... آئیے... ضرور آئیے!“ ظفر ہاتھ مجازتا ہوا بولا۔ پھر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ”معاف سمجھے گا محترمہ میں پچھ روڑ ہو گیا تھا لیکن بات ہی ایسی تھی۔ ابھی تک کسی کو میری بے گناہی پر یقین نہیں آیا۔“  
 ”کوئی بات نہیں۔“ جولیا بھی جواباً مسکرانی۔  
 ”آئیے میرے ساتھ۔“  
 ”وہ انہیں عمارت کے اندر لا لیا... اور تنویر کسی مشاق پولیس آفیسر کے سے انداز میں ایک ایک کمرے کی تلاشی لینے لگا۔  
 ظفر خاموشی سے اس کی حرکات و سکنات دیکھتا رہا۔  
 جولیا نے مینڈولین اٹھایا اور اس کے تاروں پر انگلی پھیرتی ہوئی بولی۔ ”تمہیں اس سے بھی شوق ہے۔“  
 ”لیں ما موزیل یہ تو میری زندگی ہے۔“  
 ”بکھی عمران کو بھی بجا تے ناہے۔“  
 ”مجھے حیرت ہے... ما موزیل وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مشاق ہیں.... موسیو عمران کا جواب نہیں ہے.... فرانس میں ہوتے تو لڑکیاں نہیں....!“  
 ”لیکن نے کچھ دیر پہلے اسے بجا تے ناہے!“  
 ”ما موزیل... میں صح سے باعیجے میں کام کر رہا تھا... مجھ سے بے کار نہیں بیٹھا جاتا....“  
 ”پچھہ دیر بعد وہ ڈرائینگ روم میں آگئے۔“  
 ”اب اگر آپ لوگ اجازت دیجئے تو میں آپ کے لئے کافی ہالاؤں!“ ظفر نے بڑے ادب سے کہا۔  
 ”نہیں شکر یہ!“ تنویر کا الجہ بے حد خنک تھا۔  
 ”کیا عمران رات یہیں بسر کرتا ہے؟“

ظفر نے خاموشی سے خم ہو کر اس کا شکر کیا۔  
”لیکن عمران...!“ جولیا کچھ کہتے رک گئی۔

”جی ہاں! ان سے بڑا آرٹسٹ آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔“

”ہمارے یہاں کے پاگل خانے آرٹسٹوں سے ہر وقت بھرے رہتے ہیں۔“ توری بولا۔

”کچھ پاگل خانوں کے باہر بھی نظر آتے ہوں گے!“

”کیا مطلب؟“ توری کی بھنوں تن گئیں۔

”میرا مطلب ہے کہ کچھ ایسے بھی ہوں گے!“

”کچھ اور سناؤ۔!“ جولیا بول پڑی۔

”بہت بہتر ماموزیل...!“

”نہیں! اب ہمیں چلنا چاہئے!“ توری اٹھتا ہوا بولا۔

”تمہیں جلدی ہے تو تم جاسکتے ہو امیں یہیں بیٹھ کر عمران کی واپسی کا انتظار کروں گی...!“

”نہیں یہ مناسب نہیں!“

”مناسب وہی ہے جو میں اپنے لئے چاہوں!“

توری پھر بیٹھ گیا۔ شاید وہ ایک اجنبی کے سامنے بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔!

”ہاں مشر ظفر...!“ جولیا اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

ظفر نے پھر ایک نغمہ چھینٹ دیا۔

توری اس بار مسحور ہو جانے کی بجائے غصے میں بل کھارا ہتا۔ جولیا غالباً اسے محسوس کر کے دل ہی دل میں محظوظ ہو رہی تھی اور ظفر سوچ رہا تھا یہ بھی نہ رہا ہوا۔۔۔ اگر اسی دوران میں عمران واپس آگیا تو کیا ہو گا۔۔۔ عمران اُسے جس چکر سے بچانا چاہتا تھا۔ غیر ارادی طور پر وہ اس میں پڑ گیا تھا۔!

تاروں پر مضراب چلتے چلتے رک گئی اور وہ اسی سوچ میں کھویا ہا۔

”کیوں؟ تم کیا سوچنے لے گے!“ جولیا نے بڑے رو میک انداز میں پوچھا۔ شاید توری کو جلانے کے لئے اس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا۔

”کچھ نہیں ماموزیل۔۔۔ میں بڑا بد نصیب آدمی ہوں!“ لہجہ اس کا بھی رو میک اور کسی قدر

در دل میں ڈوبتا ہوا تھا...!“

توری کی صورت دیکھنے کے قابل تھی اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس سے کوئی عزیز  
زین چیز چھین لینے کا ارادہ رکھتا ہوا۔

”ہم فضول وقت برپا کر رہے ہیں!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

”میں عمران کا انتظار کروں گی!“ جولیا نے سخت لمحے میں کہا۔

ظفر کو ان دونوں کے درمیان معاملات کا کچھ کچھ احساس ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ بھی توری کو  
چلانے پر قل گیا۔

”آپ شوق سے تشریف رکھیں ماموزیل... انہیں کی طرح میں آپ کا بھی خادم ہوں!“

”تم اپنی بکواس بند رکھو!“ توری اس پر الٹ پڑا۔

”آپ دوسرا گیت سننے ماموزیل... یہ ایک اپنی دھن ہے۔۔۔ دیکھنے اس پر عرب  
موسیقی کا لکھنا اٹھ رہے ہیں!“ ظفر نے کہا اور پھر مینڈولین بجانے لگا۔

”تم بڑے بد ذوق ہو توری!“ جولیا کہہ رہی تھی۔ ”تم جانتے ہی نہیں زندگی اور حسن میں کیا  
رشتہ ہے!“

”تمہیں یہاں سے فوراً چلتا چاہئے۔ عمران ہمارا انچارج ہے اور وہ اسے پسند نہیں کرے گا!“  
”عمران کو میں تم سے زیادہ جانتی ہوں!“

”اچھی بات ہے تو میں جارہا ہوں۔“

”شوق سے جاؤ! میں تو بیٹھوں گی!“

”یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہیں یہاں تھا چھوڑ دوں!“

”بھلا کیوں.... ممکن کیوں نہیں....!“

”تھت.... تم.... سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں!“

جو لیا ہنس پڑی اور بولی۔۔۔ ”میں سمجھی.... لیکن تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں یورپیں  
ہوں۔ تمہارے دلیں کی لڑکی نہیں جسے جوان آدمی کے ساتھ تھا جو چھوڑا جائے!“

”آپ تھیک فرمائی ہیں ماموزیل....!“ ظفر تھا روک کر بولا۔

”تم اپنی بکواس بند کرو....!“ توری اس کی طرف گھونسہ تان کر جھپٹا۔ ظفر بڑے اطمینان

سے جھکتا چلا گیا تھا۔

”آپ سب میرے محن ہیں!“

تو نور اس کے قریب کھڑا تھا ملتا اور دانت پیتا رہا۔ .. پھر ظفر سید حاکم را ہونے لگا تو اس کا سر اس کی ٹھوڑی میں لگا۔

”سوری....!“ ظفر کے چہرے پر پیشانی کے آثار بظر آئے اور نور نے اپنی ٹھوڑی دلوں ہاتھوں سے دبادی۔

بے آواز بُنی جولیا کا پیٹ پھلانے والے رہی تھی۔

تو نور نے اسے دیکھا اور جھلانے ہوئے انداز میں وزوازے کی طرف بڑھنے لگا۔ .. جولیا نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکنا چاہا لیکن اب وہ اس کی طرف کب دیکھ رہا تھا۔ غرانتا ہوا لکھا اور چلا گیا۔!

اب جولیا آواز سے ہنس رہی تھی اور ظفر بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا پھر جیسے ہی وہ سنجیدہ ہوئی۔ .. خود بھی حیرت انگیز بھرتی کے ساتھ سنجیدہ ہو گیا۔

”بالکل احمق ہے!“ جولیا اسرامنہ بنا کر بولی۔

”آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے ماموزیل!..!“

” عمران تم پر اتنا مہربان کیوں ہے!“

”وہ اچھی طرح جانتے ہیں ماموزیل کہ میں بے گناہ ہوں.... محض نادانستگی میں ان لوگوں کے ساتھ آپھا تھا!“

”تم کیا کرتے ہو؟“

”خوش رہتا ہوں۔“

”کیا بات ہوئی....؟“

”بڑا مشکل کام ہے ماموزیل ہر حال میں خوش رہتا۔“

”ہوں....!“ وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ ”میں پوچھ رہی تھی کہ ذریعہ معاش کیا ہے!“

”فی الحال عمران صاحب کا کرم ہے... اگر رہا تو رہے گا... ورنہ کوئی اور دروازہ دیکھوں گا۔“

”ان لوگوں کے ساتھ کیا کر رہے تھے۔“

”انہوں نے مجھے اپنی کسی دوازدھ کمپنی کے لئے انجیج کیا تھا۔ میں نے آسکفارڈ سے کمپنی

میں ماشر ڈگری لی ہے! پہنچن سے اب تک یورپ ہی میں رہا ہوں.... اب اپنے دلیں میں رہن سہن میں بڑی دشواری پیش آ رہی ہے!“

”پچھے بھی ہو تم مینڈولین بہت اچھا بجا لیتے ہو!“

”میرا خیال ہے کہ مسٹر عمران کی مشاتی مجھ سے زیادہ ہے!“

”وہ پتہ نہیں کیا کیا ہے!“

”میں کہتا ہوں مادام.... اگر وہ فرانس چلے جائیں تو لڑ کیاں ن پرسیں گی!“

”تم بار بار لڑ کیوں کا تذکرہ کیوں کرتے ہو؟“

”پھر اس دنیا میں تذکرے کے قابل اور کون ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ تم اسی لڑکی کے پچھر میں پڑ کر ان لوگوں تک پہنچے تھے۔“

”کس لڑکی کا تذکرہ کر رہی ہیں ماموزیل۔“

”حصیلہ!“

”نہیں ماموزیل وہ تو بعد میں ملی تھی!“

”پھر بھی.... اوہ.... ہاں.... کیا وہ یہاں آئی تھی؟“

”مسٹر عمران کو وہی تو کہیں لے گئی ہے اپنے ساتھ!“

”کیا....؟“ جولیا چھل کر کھڑی ہو گئی! اور ظفر نے سوچا اسے یہ نہ کہنا چاہئے تھا لیکن اب

تو کہہتی چکا تھا۔

”وہ اسے کہاں لے گئی ہے!“

”نہ انہوں نے مجھے بتانے کی ضرورت سمجھی اور نہ میں نے ہی مناسب سمجھا کہ ان سے اس کے بارے میں پوچھوں!“

”یہ تو بہت نہ ہوا!“ وہ پر تشویش لجھے میں بولی۔

”کیوں ماموزیل!..!“

”ان لوگوں پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا!“

”اب اس کے بارے میں تو میں پچھے نہیں جانتا! اس رات کے بعد سے جب گرجے میں لڑائی

ہوئی تھی میں نے ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔“

"میں جا رہی ہوں...!" وہ اٹھی اور جھپٹتی ہوئی ڈرائینگ روم سے نکل گئی! ظفر نے طویل سانس لی اور اس کے ہونٹوں پر شریری مسکراہست پھیلتی نظر آئی۔



وہ دونوں پھر اسی پوائنٹ کی طرف چل پڑے تھے جہاں سے یہ سرگ نمادروہ وہ حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

"او... ہو... یہ کیا؟" پوائنٹ کے قریب پہنچ کر صدر رزکتا ہوا بولا۔ پھر تمیمانے دیکھا کہ وہ جھک کر کوئی چیز اخہار ہاتھا۔

یہ ایک رومال تھا۔ جس پر تازہ خون کے دھبے تھے....! صدر اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "تعاقب کرنے والوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ اس راستے پر ڈالا گیا ہو گا!"

"میں نہیں سمجھیں!"

"وہ سیدھا ہی گیا ہے۔ اگر پہلے ہماری نظر اس رومال پر پڑی ہوتی تو ہم یقین طور پر ادھر ہی کا راستہ اختیار کرتے۔ یہاں پھر وہ کے درمیان اڑا ہوا تھا... میرا خیال ہے کہ عمران کو یہ کھلی گجھ پر ملا ہو گا اور اس نے اسے پھر وہ میں ڈال دیا تاکہ اس کے پیچھے آنے والے سیدھے ہی چڑھے آئیں۔ انہیں مخالف نہ ہو!"

"اس کی ذہانت کا تو جواب ہی نہیں ہے!"

"تم بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتی ہو اس سے!"

"یقیناً ہوں۔!"

"چلو۔ چلتی رہو..!" صدر طویل سانس لے کر بولا۔ "لیکن اس کے بارے میں کسی غلط فہمی نہ بتلا ہو جانا۔ وہ اکثر دوسروں کا دل رکھنے کے لئے بھی ان کے حق میں باطنی کہہ دیتا ہے۔" تمیمانہ کچھ نہ بولی۔ اب وہ پھر اسی ننگ سے راستے پر ہوئے تھے جہاں روشنی کا گزر نہیں تھا!

صدر نے تارچ روشن کر لی تھی اور وہ آگے پیچھے جل رہے تھے!

وہ دردہ تھا ایشیطان کی آنت.... کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔

"اب تو میرا امراض ہے....!" تمیمانہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔  
"چلتی رہو....! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔!"

"پتہ نہیں یہ راستہ کہاں لے جائے!"

"اسی لئے میں چاہتا تھا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ واپس جاؤ۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں ان میں سے صرف تم پر ہی اعتاد کر سکتی تھی!"

"کاش مردوں میں بھی یہ چھٹی حس ہوتی! بولتی رہو رہنہ اور زیادہ تھکن محسوس ہو گی!"

"اب بولنے کے لئے رہا ہی کیا ہے؟"

"میرے پاس تو بہترے موضوعات ہیں! ہاں تم کب سے میوری کے ساتھ تھیں۔!"

"آٹھ سال سے!"

"میں۔!"

"یہاں تو ہم پہنچے سال آئے تھے۔"

"اس سے پہلے کہاں تھے تم لوگ؟"

"جلپاں میں۔!"

"وہاں کیا ہو رہا تھا؟"

"وہاں میوری فولاد کی ایمپورٹ کرنے والے ایک ادارے کا ڈائریکٹر تھا۔"

"دراصل میں نے جلپاں ہی میں میوری کی پرشیل استنسٹ کی حیثیت سے ملازمت شروع

کی تھی۔!"

"تو گویا... چھ سال جلپاں میں ملازم رہیں... اور ایک سال یہاں۔"

"ہاں۔!"

"یہاں تمہیں علم تھا کہ وہ کوئی غیر قانونی حرکت کر رہا ہے!"

"مزین دوز نیکٹری کا علم ہوتے ہی میں شہبے میں پڑ گئی تھی! پھر کچھ دنوں کے بعد اس نے

تجھے عمران کے پیچھے لگایا۔"

"اس نے تمہیں کیا بتایا تھا اپنی یہاں کی مصروفیات کے بارے میں!"

"ظاہر وہ یہاں فولاد سازی کے کام میں مدد دینے آیا تھا۔ لیکن میری نظر وہ کبھی اس

تحیلما صدر سے آگے نکل جانا چاہتی تھی!  
”میرے پیچے پڑنے رہو!“ عمران دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ ”تحوڑی ہی دور چل کر ہم  
بھلے میں نکل آئیں گے!“

پھر غالباً بچاں قدموں کے بعد ہی اس دراز کا اختتام ہو گیا تھا... اور وہ سورج کی روشنی  
دیکھ سکتے تھے! اس کی حرارت سے تی تو تھائی حاصل کرنے لگے۔  
یہاں بھی چاروں طرف اوپنی اوپنی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔

”وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔“ عمران ایک جگہ بیٹھتا ہوا بولا اور انہیں بھی بیٹھ جانے کا  
اشارہ کرتا ہوا کہتا ہا! ”اُس نے مجھے ڈاچ دینے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے صحیح راستہ اختیار کیا۔  
لیکن یہ کیوں ہے تمہارے ساتھ!“

”وہ تحیلما کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا اور جواب طلب نظروں سے صدر کی طرف دیکھنے لگا۔“  
صدر نے دعوات دھراتے ہوئے کہا۔ ”اور اب یہ اپنے کئے کو بھگت رہی ہیں!“  
”نہیں یہ بہت اچھا ہوا۔ قدرت ہماری مدد کر رہی ہے!“ عمران تحیلما کی طرف دیکھ کر  
مکراتا ہوا بولا۔ ”کچھ دیرستا لو۔ پھر بتاؤں گا۔“

”میں نے ان سب کو گاڑیوں سمیت واپس کر دیا ہے!“ صدر نے سگریٹ سلاکتے ہوئے کہا۔  
”تمہارے فیصلے مناسب ہوتے ہیں!“ عمران نے کہا اور جیب سے جیونگم کا پیکٹ نکال کر  
تحیلما کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”شوک کرو!“

”یاں.... میں اس کی ضرورت محسوس کر رہی تھی! اشدت سے پیاس لگ رہی ہے!“  
”چاروں ٹکڑے نہ پی جانا.... صرف ایک.... چھوٹکم کی شارٹج ہو گئی ہے!“  
”شارٹج ہو گئی ہے تو رکھو....!“ اس نے پیکٹ واپس کرتے ہوئے کہا۔  
”نہیں ایک لے لو!“

تحیلما پیکٹ پھاڑنے لگی.... اور صدر ایک پھر سے ٹیک لگا کر سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش  
لینے لگا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر عمران بولا۔  
”اب انھوں درون چپک کر رہ جاؤ گے!“  
”اب کیا کرتا ہے؟“ صدر اٹھتا ہوا بولا۔

تم کے کاغذات نہیں گز رے، جن سے اس کے بیان کے مطابق تصدیق ہوتی... میرا خیال  
ہے کہ فولاد سازی کے کار خانے یہاں سرکاری طور پر قائم کے جاری ہے ہیں!“  
”تمہارا خیال درست ہے!“ صدر بولا۔

”بہر حال.... میں یہ بھی جانتی ہوں کہ لا علمی مجھے سزا سے نہیں بچا سکتی اور....!“ پھر اس  
نے جملہ پورا کیا اور نہ صدر ہی کچھ بولا۔ ان کے قدموں کی چاپ سے ٹنک دناریک راستہ گوئی  
رہا....!

مزیدوں منٹ گزر گئے! اور تحیلما منمنائی۔ ”اب تو میرا دم گھٹ رہا ہے۔“  
”باتیں کرتی چلودرنہ بے ہوش ہو کر گرپڑو گی!“  
”باتوں کی بھی سکت نہیں رہی!“

”یہاں بیٹھ کر ستانے سے حقیقی دم گھٹ جائے گا۔“  
”وہ لڑکھڑا رہی تھی۔ صدر نے پیچے سے اس کا شانہ پکڑ لیا۔  
”واقعی مجھ سے زبردست غلطی ہوئی.... مجھے واپس جانا چاہئے تھا....“ وہ بانپت ہوئی بولی۔  
”رک جاؤ!“ صدر اس کے شانے پر دباؤ ڈالتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”میں قدموں کی چاپ  
سُن رہا ہوں!“

وہ رک گئی اور صدر نے آگے بڑھ کر اسے اپنی اوٹ میں لے لیا۔... نارچ اس نے بھادی  
اور داہنے ہاتھ میں ریو اور سنجال لیا۔

اُسے کچھ دوڑ پہل نارچ کی مدھم ہی روشنی نظر آئی جو آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھی۔  
”وہیں ٹھہر دو... و گرنہ گولی مار دوں گا....!“ صدر دھاڑا۔  
”اسی حماقت بھی نہ کرنا پایا رے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور صدر نہیں پڑا۔  
آواز عمران کی تھی۔

”کیا ہوا... صدر نے پوچھا۔  
”کیا تم سب ہو...؟“ عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔  
”صرف میں ہو... اور.... اور تحیلما....“  
”گڑ... تب تو کام بن گیا۔؟ اچھا میرے ساتھ آ جاؤ!“

بولا کر دیکھتی رہی۔!

عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”پچھے لوگ ادھر آرہے ہیں!“ فتحا صدر بول پڑا۔ وہ دراز سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران بھی مڑ کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔ چار آدمی تھے جو اسی طرف آرہے تھے۔

عمران نے صدر کی طرف مڑ کر کہا۔ ”ادھر... وہی لوگ ہیں۔ ان کی بندوقیں دیکھو بالکل اسی قسم کی ہیں جیسی میں نے ولیم ہاپکنز کے آدمیوں کے پاس دیکھی تھیں۔ چرخوں کے پینڈل گھانے سے فائز ہوتے ہیں۔ ہمیں کہیں جھپٹ جانا چاہئے؟“

اور پھر عمران نے بڑی پھرتی سے دراز کے قریب ہی چھپنے کی جگہ بھی تلاش کر لی!

وہ چاروں اس چٹان پر چڑھ آئے جس کی دراز سے صدر نے انہیں دیکھا تھا۔ وہ خاکی لباس میں تھے ان کے شانوں سے چرخوں والی چھوٹی چھوٹی بندوقیں لٹک رہی تھیں۔

چاروں سفید فام تھے! لیکن وضع قطع مقامی باشندوں کی سی بندار کمی تھی۔

”یہ.... تو.... تو....!“ تھیلدا کچھ کہتے رک گئی۔

”ہاں.... کیا بات ہے؟“ عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”وہ پھولی ہوئی ناک والا.... لوٹھرے!“

”تم جانتی ہوئے؟“

”یہ اس فیکر کی کافور میں تھا۔“

”سیوری کا آدمی!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں.... اس کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔“

”خیر دیکھو۔“

وہ چٹان سے اس سطح پر اتر آئے جس پر یہ لوگ تھے۔ ان میں سے ایک بڑی تیزی سے دراز کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ پھر اوپھی آواز میں بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ ہماراں تک کوئی نہیں آیا۔“

”میں ثابت کر سکتا ہوں کہ یہاں کچھ دیر پہلے کوئی موجود تھا....؟“ چٹان کے قریب کڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے اُسے پہنچنے کیا۔

عمران اسے ایک اوپھی سی چٹان کے قریب لے گیا اور اس کی ایک دراز سے دوسری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”وہ دیکھو.... ادھر آؤ میرے قریب... وہ اس طرف کیا دکھائی دیتا ہے؟“

”اوہو.... یہ تو کوئی بستی ہے؟“

”ہو سکتا ہے.... یہ ہمارے مخالفین کا گڑھ ہو!“

”تو پھر...؟“

”ہم اس طرف چلیں گے!“

”تحمیلہ سیست....!“ صدر کے لمحہ میں حیرت تھی۔

”کیوں؟ کیا ہوا....؟“

”اگر قڑاقوں کی بستی ہوئی تو وہ اس کو حاصل کرنے کے لئے ہماری جانب کے گاہک بن جائیں گے!“

”مجھے یقین ہے کہ گاہویدا نے اس بستی میں پناہ لی ہے!“ عمران پر تشویش لمحہ میں بولا۔

صدر کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں سے بھی گہری تشویش جھاک رہی تھی۔ اس نے مڑک تھیلدا کی طرف دیکھا۔ وہ ایک پتھر سے نیک لگائے اونگھری تھی۔

”میرا خیال ہے کہ اسے یہیں روک کر ہم وہاں چلیں!“ صدر بولا۔

”ہوں!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”تمہاری اس سے شاید یہ پہلی تفصیل ملاقات ہے۔ لیکن میں اسے بہت دنوں سے جانتا ہوں!“

”میں نہیں سمجھا!“

”میں نے آج تک کسی پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے گاہویدا سے ہماری مدد بھیڑ اسی نے کرائی ہو!“

”تو پھر کیا کیا جائے؟“

”ہم وہاں اسے ساتھ لے چلیں گے اور پھر یہ ابھی محض قیاس ہے کہ گاہویدا اسی بستی میں گیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ اور کسی طرف نکل گیا ہو!“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“

عمران نے مڑک تھیلدا کو آواز دی۔ چوک کر اس نے آنکھیں کھولیں اور ان کی طرف بوكلا

”میرا خیال ہے کہ میوری کے خاص و فاداروں میں اس کا نام بھی لیا جا سکتا ہے!“  
 ”یہ طے شدہ بات ہے کہ میوری کی موت میں گالویدا ہی کا ہاتھ تھا۔“ عمران بولا۔ ”وہ لوگ  
 اس وقت گالویدا کا تعاقب کرنے والوں کی طلب میں تھے اور لو ٹھر ان میں شامل تھا!“  
 ”وہ خاموش ہو کر صدر کی طرف دیکھنے لگا۔“

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“  
 ”یہی کہ گالویدا کو یہ لوگ اپنا آدمی سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً ٹھریا کا آدمی ہے۔ بظاہر و لم  
 اکھڑ کی پارٹی سے تعلق ہے!“

”یہ آپ کس بنا پر کہہ رہے ہیں؟“  
 ”کلی ہوئی بات ہے.... لو ٹھر...!“  
 ”لو ٹھر کے بارے میں یہ بات آپ کو تھیلہ نے بتائی ہے کہ وہ میوری کے وفاداروں میں  
 ہے!“  
 ”تو پھر...!“

”گالویدا بھی اُس کے وفاداروں میں شمار ہوتا رہا ہو گا۔“  
 ”لیکن میں نے گالویدا کو کبھی میوری کے ساتھ نہیں دیکھا... البتہ میرا خیال ہے کہ اس  
 کے الام میں میں نے اس کی تصویر دیکھی تھی۔“  
 ”البم میں دشمنوں کی تصویریں نہیں لگائی جاتیں!“ صدر بولا۔

عمران دراز سے بستی کی طرف دیکھے جا رہا تھا! ان کی طرف مڑے بغیر بولا۔ ”یہ سب کچھ  
 میوری و انسٹ میں اس طرح ہوا ہو گا۔ گالویدا نے اسکیم بنائی کہ میوری کو خاموشی سے فتح کر دے!  
 فتح کر دینے کے بعد لاش کو ٹھکانے لگادینے کا سوال پیدا ہوا۔ اس کے لئے اس نے ایڈوچر زکل  
 کے دو مبردوں سے ایک بے ڈھنگی سی شرط لگائی۔ مقصد غالب یا ہ تھا کہ وہ دونوں دہان اس ہٹ میں  
 پہنچیں۔ گالویدا بھی پہنچ جائے گا اور میوری کی لاش اچانک ان کے سامنے آئے... اور پھر گالویدا  
 انہیں کی عد میں اس لاش کو ٹھکانے لگادے!“

”وہ دونوں انکار کر سکتے تھے اس سے!“  
 ”بسا اوقات آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ شرط کسی مجمع کے سامنے لگائی

”وہ کیسے؟“ ایک نے طنزی پوچھا۔  
 ”ادھر آؤ... میں بتاؤں“  
 ”وہ بڑی دراز کے پاس سے ہٹ کر ان کے قریب آگیا۔  
 ”یہ دیکھو! جلی ہوئی دیا مسلمانی اور پتھر کے اس نکڑے پر دھو میں کا پیچا ہوا سانشان نازہ  
 ہے... کیا خیال ہے تمہارا؟“

”اوہ.... ہاں... ہے تو...?“  
 ”وہ سہنکاری کتوں کی طرح چونکے ہو گئے۔  
 ”عمران اور صدر نے اپنے روپوں اور نکال لئے تھے... اور تھیلہ کو اپنی اوٹ میں کر لیا تھا!  
 ”ہو سکتا ہے!“ ملک جنیوں میں سے ایک بولا۔ ”وہ یہاں تک آکر واپس گئے ہوں۔!  
 ”جو یہاں آسکتا ہے اور بستی تک بھی پہنچ سکتا ہے!“ دوسری آواز سنائی دی۔  
 ”ممکن ہے پہنچ بھی گیا ہو!“ تیسرا نے کہا۔

”پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“  
 ”اس درے کے دوسرے سرے تک چلو!“  
 ”میں اس کی رائے نہ دوں گا!“  
 ”کیوں؟“  
 ”اگر دونوں طرف سے گھر لئے گئے تو... دشواری ہو گی مناسب بھی ہے کہ فی الحال بھتی  
 کی طرف واپس چلیں اور اسے آگاہ کروں!“

تحویزی دیر تک خاموشی رہی اور پھر وہ اسی چنان پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گئے اپنے دری  
 بعد عمران بھی پناہ گاہ سے نکل کر آہستہ آہستہ اس چنان کی طرف چلنے لگا۔ دراز سے اس نے لکھا  
 کہ وہ چاروں بڑی تیزی سے ڈھلان سے اترتے ٹلے جا رہے ہیں۔  
 صدر اور تھیلہ بھی اس کے قریب آگئے تھے۔

”اب کیا خیال ہے!“ عمران نے صدر سے پوچھا۔  
 ”آپ ہی کچھ کہئے...! میں تو اس وقت...“ صدر نے جملہ پورا نہیں کیا۔  
 ”لو ٹھر کیا آدمی ہے۔“ عمران تھیلہ سے سوال کر بیٹھا۔

گئی ہو گی! اسے اس طرح سمجھنے کی کوشش کرو..... فرض کرو تم ایسے ہی کسی واقعے سے دچار ہوتے ہو اس وقت تم کیا کرو گے۔ دوسرا آدمی تم سے کہتا ہے کہ لاش کو دہاں سے ہٹا دینا اس لئے مناسب ہے کہ شرط کئی آدمیوں کے سامنے ہوئی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس وقت ہم یہاں ہوں گے اب اگر یہ لاش آج ہی یہاں سے کسی کو ملتی ہے تو تفیض کے دوران میں پولیس تم تک یقین طور پر پہنچ جائے گی!۔

”ہاں..... اگر میں کوئی عام شہری ہوں تو یقیناً میرے لئے بھی مناسب ہو گا کہ خود کو سبھے سے بالاتر رکھنے کے لئے سب کچھ کر گزروں!۔“

”خدا جیتا رکھے....!“ عمران اس کے شانے پر ہاتھ بار کر بولا۔ ”لیکن تھیلما کی وجہ سے گالوید اکی اسکیم جاہ ہو گی! اس نے تھیلما پر نظر رکھی ہو گی۔ تھیلما کی موجودگی میں اسکیم پر عمل نہ ہو سکتا.... بہر حال اس نے اُسے باہر جاتے دیکھا اور کسی وجہ سے مطمئن ہو گیا کہ اب وہ اپنے نہ آئے گی یا آئے گی بھی تودیر کر کے.... لہذا اس کی علمی میں اسے کوئی ایسی چیز دے دی جس نے اس پر بے ہوشی جیسی نیند طاری کر دی۔ اس کی دانست میں تھیلما کو ایسے حالات میں شہر جانا پڑتا تک وہ دہاں سے طی امداد لاسکے۔ کیا خیال ہے۔“

”بات سمجھ میں آرہی ہے!“

”میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ گالوید اتھری سیا کا آدمی ہے اور میوری محض اس لئے مارا گیا کہ وہ شوگرینک تک میری رہنمائی کرنے والا تھا۔“

”عمران خاموش ہو گیا۔ اور تھیلما بڑاںی...“ یہ سب باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔“ عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہتا رہا۔ ”تم نے دیکھا یہ لوگ کتنی تیز نظر رکھتے ہیں! ایسا سلائی کی ایک تلی نظر آگئی اور جلنے والے سرے کے قریب پھر پردھو میں کاپسجا ہوا سانشان لئی آسانی سے یہاں ہماری موجودگی کا راز فاش کر گیا۔“

”صفدر جیت سے اُسے دیکھتا رہا۔“

”کیوں بات کیا ہے؟“

”آج آپ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں!“

”یہ معاملہ تشویش ناک ہے مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے!“

”کیسی غلطی؟“

”محبھے میوری سمیت روپوش ہو جانا چاہئے تھا۔ جلدی کرو!۔“  
وہ تہیزی سے بڑی درازی کی طرف پڑھے!

لیکن ٹھیک اسی وقت کسی نے پشت سے کہا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ!“ عمران اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے آواز کی طرف مڑا۔

بھدھی ناک والا غیر ملکی جس کا نام تھیلما نے لو تھر بتایا تھا، اپنی بندوق تانے کھڑا تھا۔  
”کیوں کتنا کی پچھی....!“ اس نے تھیلما کو مخاطب کر کے کہا۔ ” بلا خر تم کھل ہی گئیں!۔“

”کسی باتیں کر رہے ہو تم!۔“ تھیلما یک یک پھر گئی! ”میں ان لوگوں کی قیدی ہوں۔“

”تم نے باس کو زبردے دیا اور کانٹ میں آگ لگادی!“  
”یہ سراسر بکواس ہے.... باس بے ہوش ہو گیا تھا.... میں میڈی یکل ایڈ کے لئے سردار گڑھ  
جاری ہی کہ ان دونوں نے مجھے روک لیا!“

”ان دونوں نے!۔“ وہ عمران اور صدر کو گھوڑے نے لگا۔

”ہاں....! پھر میں انہیں ڈاچ دے کر بھاگی۔ لیکن جاتی کہاں۔ اسی طرح یہ دونوں میرا  
تعاقب کرتے ہوئے کانٹ تک پہنچے۔ لیکن میں تھیں یقین دلاتی ہوں کہ مسٹر میوری قدرتی  
ہوت مرے ہیں۔ جب ہم کانٹ میں پہنچے تو ان کی سانسیں رک پچھی تھیں۔ پھر دہاں ایک موٹی  
گردن والا غیر ملکی آیا اور ان لوگوں سے جھگڑ بیٹھا۔۔۔ اس کے ساتھ دودی یہی آدمی بھی تھے کانٹ  
میں آگ اس موٹی گردن والے نے لگائی تھی۔“

”باس نے!“ لو تھر کے لجھے میں حرمت تھی!۔

”باس.... تم اسے کہہ رہے ہو! تو کیا تم نے بھی مسٹر میوری سے غداری کی؟“  
”تم کہاں رہتی ہو....!“ وہ مصلحہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ ”مسٹر میوری کے بعد وہی  
کمارا بابس ہے!“

”میرے لئے بالکل نئی اطلاع.... آج سے پہلے تو میں نے کبھی نہیں دیکھا ائے!“  
ادھر عمران صدر سے کہہ رہا تھا۔ ”اگر اب تم نے سگریٹ سلاگانے کے لئے دیا سلانی استعمال  
کی تو میں تمہاری ہڈیاں توڑوں گا.... سگریٹ لاکٹر رکھا کرو! گیس والا اچھا ہوتا ہے آندھی میں

طرف اور شرمندہ بھی تھا اپنی اس فرد گزاشت پر کہ جلی ہوئی دیا سلامی ایسی لاپرواہی سے وہاں ڈال دی تھی۔

چنان سے وہ نشیب میں اترنے لگے۔ صدر اور عمران برابر سے چل رہے تھے! اور تمہیماں کے پیچھے تھی۔ تمہیماں کے پیچھے تو قمر بندوق چھٹیاے چل رہا تھا۔ کچھ دوری پر لوٹھر کے تینوں ساتھی بھی دکھائی دیئے ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ ”ماتا ہوں بدی.. واقعی تم بے مثال ہو!“ لوٹھر نے بلند آہنگ قہقهہ لگایا۔ اب وہ چار مسلسل آدمیوں کے زرنگے میں تھے۔

”میا تمہیں یقین تھا کہ یہ لوگ وہیں کہیں چھپے ہوں گے!“ ایک نے لوٹھر سے پوچھا۔

”یقین نہ ہوتا تو یہ لوگ کیسے ہاتھ آتے۔“

اوھر عمران صدر سے کہہ رہا تھا۔ ”میاں بس میں یہ سمجھ کر لڑائی بھڑائی سے نج رہا ہوں کہ میری جیب میں رکھے ہوئے آلودنارے پھوٹ جائیں گے!“

”میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اس لڑکی کے ہاتھ کڑیاں لگا کر واپس کر دیجیے! لیکن آپ نے میری بات نہ سنی!“ صدر بولا۔

”اس بے چاری کا کیا قصور...! وہ تو ہمیں اوھر آنے سے روک رہی تھی!“

”تم لوگ کیا بک رہے ہو؟“ ان میں سے ایک نے پوچھا۔

”ہمیں انگریزی نہیں آتی!“ عمران نے فرانسیسی میں کہا۔

”اے تم لوگ خاموشی سے چلو!“ لوٹھر نے سب کو لکارا۔

اور پھر راستہ خاموشی سے طے ہونے لگا۔ صدر نے دیکھا کہ عمران کی آنکھوں میں فکرو تشویش کا ذرور دوڑنک پتا نہیں!

”میں نہیں جانتی کہ موجودہ باس کون ہے!“ دفعتا تمہیما بولی۔ ”لیکن تم تو مجھے جانتے ہو لوٹھر... باس کتنا اعتماد کرتا تھا مجھ پر!“

”میں کچھ نہیں جانتا۔ باس نے اس سے تمہاری گفتگو سنی تھی! یہ اس کا خیال ہے کہ تم ان لوگوں سے مل گئی ہو!“

”میرے خدا...! ہم نے مسٹر میوری کے بارے ہی میں گفتگو کی تھی۔ میں نے اسے بتایا تمہاکہ مسٹر میوری بے ہوش ہیں اور اس نے کہا تھا کہ مر پکے ہیں!“

بھی اس کی لو برقرار رہتی ہے۔ یہاں سب سے اچھا تو حق ہے!

اس نے یہ جملہ انگریزی ہی میں ادا کیا تھا۔ ... لوٹھر کی وجہ تمہیما کی طرف سے ہٹ گئی۔

اس نے ہنس کر کہا ”مجھے یقین تھا کہ تم لوگ یہیں کہیں چھپے ہوئے ہو۔ اسی لئے میں نے فوری طور پر واپسی کا حکم دیا تھا۔ پھر تمہیں موقع دیا تھا کہ تم ہمیں واپس جاتے دیکھ لو۔ ... اور راستہ کاٹ کر میں پھر اسی طرف آگیا۔“

”میں بھی تمہاری خوش مزاجی سے بید محفوظ ہوا ہوں۔ ایسے ہنس کر دشمن مجھے پسند میں!“

”چلو....!“ دفعتا لوٹھر کا موڑ گز گیا۔ اس نے بندوق سے چنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر نکل بھاگنے کی کوشش کی تو زندہ نہ رہو گے!“

”تم پر مقایلہ لباس بہت چھپا ہے!“ عمران نے اس طرح کہا جیسے لوٹھر نے تقدیمی دعوت دی ہو۔

”چلو.... ہری اپ!“

تمہیما عمران کو مشورہ دے رہی تھی کہ اسے بے چوں و چرا لوٹھر کا حکم مان لینا چاہئے!

”اچھی بات ہے۔“ عمران مخفی سانس لے کر بولا۔ ”تم میری قیدی تھیں لیکن میں نے تم سے کسی قسم کی بدسلوکی نہیں کی۔ اب میں تم لوگوں کا قیدی ہوں۔ تمہارا اظرف دیکھوں گا۔“

”تمہارے ساتھ وہی بر تاؤ ہو گا جو پورس کے ہاتھیوں نے اس کے ساتھ کیا تھا!“ لوٹھر غریا۔

”ہمیں.... تاریخ پڑھی ہے تم نے!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

جب وہ چنان پر چڑھنے لگے تو تمہیمانے اپنے ہاتھ گرائے۔

”ہاتھ اٹھائے رکھو۔“ لوٹھر نے کہا۔

”میں بھی....!“ وہ اس کی طرف مزکر بولی۔

”ہاں...!“ تمہاری پوزیشن کا فیصلہ تو باس ہی کرے گا۔“

تمہیما نے ہاتھ اٹھائے اور بُر اسامنہ بنائے ہوئے چنان پر چڑھنا شروع کیا۔ وہ ان دونوں کے پیچھے تھی۔ صدر محسوس کر رہا تھا کہ لوٹھر پوری طرح ہوشیار ہے۔ اور وہ یقینی طور پر بے حد پھر تیلا بھی ہو گا۔ پھر تیلے پن کی مثال سامنے ہی تھی! کس طرح ڈاچ دے کر پھر پلت آیا تھا۔ اس

"مناسب یہی ہے کہ خاموشی سے چلو!" اس بار لوٹھر کا لہجہ سخت تھا۔!

"اویاں....! اے مت ڈاٹنے....!" عمران کر لا۔

"اگر تم لوگ خاموشی سے نہ چلے تو پھر ہمیں دوسری تدبیر کرنی پڑے گی!" لوٹھر غریباً اور عمران چلتے چلتے رک گیا!

"ذرادہ تدبیر تو کر کے دیکھو!" عمران بولا۔ "وہ تاکھڑا لوٹھر کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ لوٹھر نے اپنی بندوق کا کندہ اس کے سر پر رسید کر دینا چاہا۔ لیکن عمران کی دھشی درندے کی طرح اس پر جھپٹ پڑا پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی بندوق عمران کے ہاتھ میں تھی! اور وہ خود زمین پر....! عمران اس سے تقریباً اس گز کے فاصلے پر کھڑا ان سکھوں کی طرف بندوق تانے کہہ رہا تھا۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاو....! یہ نہ سمجھنا کہ میں اس کے استعمال سے واقع نہیں ہوں.... ویکھو۔" اس نے ایک پل کے لئے بندوق دوسری طرف کر کے چونی کا پینڈل گھمایا۔ تراڑ گولیاں نکلیں اور بندوق کا رخ پھر انہیں لوگوں کی طرف کر دیا۔!

انہوں نے بے اختیاراتہ انداز میں اپنے ہاتھ اوپر اٹھادیے تھے۔ ان میں لوٹھر بھی شامل تھا.... اب وہ زمین سے اٹھ گیا تھا۔

پھر یہیک عمران نے بندوق ایک طرف ڈال دی اور بے حد گھمیز آواز میں بولا۔ "لیکن میں یہ نہیں کروں گا.... میں تو سمجھوتے چاہتا ہوں مجھے اپنے باس کے پاس لے چلو!"

وہ سب ہکا ہکا کھڑے رہ گئے۔ انہوں نے اب بھی اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرانے تھے۔ عمران کہتا رہا۔ "میوری سے بھی میں سمجھوتے ہی چاہتا تھا۔ لیکن افسوس وہ مر گیا!"

"پھر تم نے فیکٹری پر کیوں قبضہ کر لیا؟"

"اسی طرح میوری کو سمجھوتے پر مجبور کرنا چاہا تھا۔!"

"خیر اچھی بات ہے.... تم چلو.... وہیں کہتا جو کچھ کہتا ہو۔" لوٹھر جلدی جلدی نکلیں چھپکاتا ہوا بولا۔ "اور آگے بڑھ کر اپنی بندوق اٹھانے لگا....!

نمکھانی تھا کہ عمران کی لات اس کے کوئی پر پڑی اور وہ اچل کر دور منہ کے بل جا گرا۔ بندوق پھر عمران کے قبضے میں تھی! اور اس کا رخ بقیہ لوگوں کی طرف تھا۔

لوٹھر کے ساتھیوں نے دوبارہ ہاتھ اٹھادیے۔ ان کے چہروں سے یوکھا ہٹ طاہر ہو رہی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" صدر بھٹاکر بولا۔

"اب تم انہیں غیر مسلح کر دو....!" عمران نے اس طرح کہا جیسے صدر کی بات سننی نہ ہو۔ لوٹھر کھڑا گالیاں بک رہا تھا۔

"آہستہ آہستہ.... آواز اوپنجی نہ ہونے پائے!" عمران غریا۔

صدر نے ان تھیوں کی بندوقیں ان کے شانوں سے اتار لی تھیں اور عمران کی کسی دوسری چھات کا منتظر تھا.... تھیلما گم نہیں کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کہ بحالت بیداری کوئی بہت بھیاںک خواب دیکھ رہی ہو!

"اب غالباً تمہیں یاد رہے ہے گا کہ تم یہی بہت پھر تیلے نہیں ہو!" عمران لوٹھر کی طرف دیکھ کر مسکرا یا۔

وہ اس وقت ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں سے بستی نہیں دکھائی دیتی تھی! ان کے درمیان ایک اوپنجی کی چٹان حائل ہو گئی تھی۔

صدر نے دو بندوقیں شانوں سے انکھیں تھیں! اور ایک ہاتھوں میں سنبھال لی تھی۔!

"چلو....!" عمران نے اپنی بندوق سے بائیں جانب اشارہ کیا۔

وہ دراصل ایسی چھپوں سے گزرتا چاہتا تھا جہاں سے بستی کا سامنا نہ پڑتا ہو۔

بہت دیر چلتے رہنے کے بعد عمران ایسی جگہ تلاش کر کا جہاں سے دیکھ لئے جانے کے خلشے کے بغیر وہ بڑی دراز تک پہنچ سکتے تھے دراز کے قریب پہنچ کر عمران نے کہا۔ "سب سے پہلے لڑکی داخل ہو گی.... اس کے پیچے تم چاروں چلو گے۔"

صدر سے اس نے کہا کہ وہ سب سے پیچے رہ کر انہیں روشنی دکھائے پھر جب وہ کھلے میں پہنچے تو صدر نے کہا۔ "میری دانت میں تو اس آتش زدہ کامیک کی طرف جانا مناسب نہ ہو گا!"

"ہم اور نہیں جائیں گے!" عمران بولا۔

"میں تھک گئی ہوں مجھ پر رحم کرو....!" تھیلما منٹا۔

"میرے ساتھی کی پشت پر سوار ہونا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا!" عمران سمجھی گی سے بولا۔

"نہیں۔" وہ تھوک نکل کر گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔

”تم اس پر تشدید نہیں کر سکتے!“ لوٹھر نے آنکھیں نکالیں۔

”تشدید وہ لوگ کرتے ہیں۔ موسیو لوٹھر جو جان سے نہیں مار سکتے!“

”نہیں... نہیں!“ تھیلماہا تھ پھیلا کر چھپی۔

”اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ امیں بستی کے بارے میں معلوم کر کے رہوں گا...!“

”کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔“ لوٹھر کے ساتھیوں میں سے ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم خاموش رہو۔“ لوٹھر غرایا۔

اس پر عمران نے صدر کو آواز دی۔ اس کے آنے پر اپنی بندوق بھی اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”ان لوگوں کو کور کئے رکھو۔“

اب اس نے آہستہ آہستہ لوٹھر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور قریب پہنچ کر اس کی خود زی پر گھونسہ رسید کر دیا۔ لیکن ہاتھ اسی قوت سے نہ پڑ سکا۔ جس قوت سے مارا گیا تھا۔ کیونکہ لوٹھر نے پہنچے میں بھرتی دھکائی تھی۔

اس کے بعد لوٹھر نے بھرپور حملہ کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمران کو پیس ہی کر تو رکھ دے گا۔

لیکن عمران نے اسی جھکائی دی کہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔

پھر عمران نے اسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی پشت پر گھٹانا لیکن کر گردن دبوچ لی! لوٹھر اونڈھا پڑا تھا اور اس کے حلق سے خڑا بہت بلند ہو رہی تھی! اسے مرجانے گا!“ تھیلماہیجی تھی۔

”شٹ آپ....!“ صدر دھاڑا۔ ”اپنی جگہ سے جبنتی بھی نہ کرنا.... گونی مار دوں گا۔“

عمران پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔ نہایت خاموشی سے لوٹھر کو موت کی طرف دھکلیے جا رہا تھا۔ بالآخر اس کے حلق کی خڑا بہت آہستہ آہستہ سنائے میں مدغم ہوتی چلی گئی۔ تھیلماہ کپکاتی ہوئی آواز میں رو رہی تھی!

عمران اسے چھوڑ کر ہٹ گیا اور لوٹھر کے ساتھیوں سے بڑے پُرد سکون لجھ میں بولا۔ ”اسی

ٹرخ تم سب کو ایک کر کے مار ڈالوں گا۔ ورنہ اپنی زبان کھولو!“

”ہم بتائیں گے.... ہم بتائیں گے!“ وہ تینوں بیک وقت بولے۔

”اس بستی میں کالویدا سیست تھمارے کتنے آدمی ہیں؟“

عمران نے چڑھائی چڑھ کر کافی طرف جانے کے بجائے نیچے ہی نیچے بائیں جانب والا راستہ اختیار کیا۔

صدر اچھی طرح جانتا تھا کہ عمران نے سردار گذھ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں بہتیری کیمیں گاہیں علاش کر رکھی ہیں۔ جنہیں و قافو قما استعمال بھی کر تارہتا ہے۔

اس کا خیال غلط نہ تکلا۔ کچھ دیر بعد عمران انہیں ایک غار میں داخل ہونے کا حکم دے رہا تھا۔ غار بہت کشادہ ثابت ہوا۔ وہاں کے آثار بتاتے تھے کہ اسے الکڑا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

”اب مائی ڈیزیر.... موسیو لوٹھر میں تم سے انگریزی میں بھی گفتگو کر سکوں گا!“

”میں تمہارے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دوں گا!“ لوٹھر کسی زخمی بھیڑے کی طرح غرایا۔ ”میں تم سے جواب کب مانگتا ہوں۔“ عمران مسکرا یا۔ ”مطلوب یہ کہ اب تمہاری انگریزی میری سمجھ میں آجائے گی!“

تھیلماہ ایک طرف منہ ڈالے تھکلی ہاری پڑی تھی! اور یہ لوگ ابھی بینٹھے بھی نہیں تھے۔

”مجھے بہت شدت سے پیاس محسوس ہو رہا ہے!“ تھیلماہ نے سر اٹھا کر کہا۔

”چیو گم....!“ عمران نے چیو گم کا ایک پیس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ اس سے لے تو لیا گیا لیکن تھیلماہ کی مٹھی میں ہی دبارہ۔

”تم سب بیٹھ جاؤ!“ عمران نے ان کی طرف مڑ کر کہا۔ ”اور صدر تم بندوق سیست نار کے دھانے پر ٹھہرو!“

بل بھر میں یہ تبدیلی بھی عمل میں آگئی اور عمران ان چاروں کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اگر میرے سوالات کے جواب نہ ملے تو یعنی کرو دک میں قتل کر کے تمہاری لاشیں یہیں چھوڑ جاؤں گا!“

”تم کچھ بھی کرو....!“ لوٹھر نے لاپرواہی سے شانوں کو جبنت دی۔

”لڑکی تم بتاؤ۔“

”میں کیا بتاؤ؟“

”اس بستی میں کیوں قیام ہے تم لوگوں کا!“

”میں کچھ نہیں جانتی.... وہ بستی ہی پہلی بار میری نظر سے گزری ہے!“

”کیوں لوٹھر...?“

”اٹھارہ...!“

”مقامی آدمیوں کی تعداد!“

”ایک بھی نہیں ہے۔ ہم سب مقامی ہی باشندوں کا رہاں کہن اختیار کر کے وہاں مقیم ہیں!“

”مقصد...؟“

”مقصد کا علم گالوید اکو ہے۔“

”تم لوگ وہاں کب سے ہو؟“

”ایک سال سے.... ہم نے ہی مکان بنائے ہیں۔ اس سے پہلے وہاں کوئی بستی نہیں تھی!“

”تمہیں کبھی کسی نے چیک بھی نہیں کیا۔“

”بستی تمہارے ملک کی حدود میں نہیں ہے!“

”اوہ سمجھا... تو وہ دراز ہی اس طرف جانے کا واحد راستہ ہے۔ بالکل سمجھ گیا... تم لوگ وہاں اس ملک کے اسمگلوں کی حیثیت سے مقیم ہو۔“

”اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے!“

”تمہارا خیال درست ہے....!“ دوسرا آدمی عمران سے بولا۔ ”یہ ابھی حال ہی میں ہمارے پاس آیا ہے.... اس کے بارے میں نہیں معلوم.... بلاشبہ ہم لوگ اس ملک کے اسمگلوں کی سر پرستی کرتے ہیں! اس کے لئے ہمیں معقول رقم طی ہے... ہم ان بجھوں کی نگرانی کرتے ہیں! جہاں وہ لوگ اپنا مال چھپا دیتے ہیں۔ بہت بڑے غار اسمگل کے ہوئے سامان سے اٹپڑے ہیں!“

”سرحد کے نگہبانوں کی نظروں سے کیسے بچتے ہو تم لوگ؟“  
وہ خاموش ہو گیا۔

عمران نے سخت لمحے میں کہا۔ ”جواب دو!“

”در اصل ہم سرحد کے نگہبانوں ہی کی حیثیت سے وہاں مقیم ہیں!“ اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔ ”ہمارے پاس وردیاں ہیں۔ جنہیں ہم حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں!“

”یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک نگہبانوں میں سے کوئی تمہارے ساتھ نہ ہو۔!“

”اس رخچ کا کمانڈر ہمارا ہی آدمی ہے!“

”میوری کی کیا حیثیت تھی؟“

”وہ ہمارا بس تھا اور تمہارے ملک میں رہتا تھا۔“

”گالوید اک سے ہے تمہارے ساتھ؟“

”شروع ہی سے.... مطلب یہ کہ جب سے ہم نے یہ بستی بسائی ہے!“

”گالوید اک کے کہاں گوئی لگی ہے؟“

”شانے میں.... دابنے شانے میں!“

”شوگر بینک سے کیا مراد ہے؟“

”وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے۔“

”جواب دو!“ عمران گرجا۔

”شوگر بینک.... ہم نہیں جانتے کیا بلہ ہے؟“

”کبھی نام بھی نہیں سنائی؟“

”کبھی نہیں۔“

”اچھی بات ہے!“ عمران نے طویل سانس لی اور پر ٹکر انداز میں صدر کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد اسی قیدی کو مخاطب کیا جس سے پہلے گفتگو کر تارہ تھا۔

”لو ٹھر کب سے تھام لوگوں کے ساتھ؟“

”جب سے میوری علیل ہوئے تھے اور انہوں نے اس مکان میں رہائش اختیار کی تھی!“ مسٹر میوری نے اس مکان میں قیام کرنے سے پہلے احکامات جاری کئے تھے کہ ان کے ماتحت ان سے دور ہی دور رہیں!“

”ہوں....!“ عمران پھر صدر کی طرف دیکھنے لگا۔

تحیلہا پھٹی پھٹی آنکھوں سے لو ٹھر کی لاش کو تکے جاری تھی....! عمران اس کی طرف سے قلعی بے خبر ہو گیا تھا۔

”اس بستی میں ایسے لوگ بھی آتے ہوں گے جو تمہارے لئے اجنبی ہوں!“ عمران نے قوزی دار بعد پھر قیدی سے پوچھا۔

”آتے ہیں.... سرحدی محاذکوں کے گشتی دستے... ہمارا کام صرف چوکی پر مقیم رہنا ہے!“

”مقامی زبان نہ جاننے کی بنا پر تمہیں دشواری پیش آتی ہوگی۔“

”ایک کوئی دشواری نہیں.... ہم سب اس ملک کی زبان مقامی آدمیوں ہی کی طرح بول سکتے ہیں.... ہمیں دس سال تک اس کی تربیت ملی ہے....!“  
”اوہ....!“



ظفر الملک بے خبر سورا تھا کہ گھنٹی بجھنی شروع ہوئی اور اس وقت تک بجھتی رہی جب تک کہ رات کے دو بجے تھے۔ اس نے سوچا عمران ہی ہو گا ورنہ اتنی رات گئے اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ بیدار نہیں ہو گیا۔

اس نے اٹھ کر شب خوابی کا الادہ پہنانا اور سگریٹ سلاکتا ہوا صدر دروازے کی جانب بڑھا۔ وہ مختلف بجھوں کے بلب بھی روشن کرتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ایسا محسوس ہوا جیسے پھرے ہوئے لوگوں کا جنم غیر ریتیا ہوا رہداری میں گھس آیا ہوا۔

یہ عمران کے ساتھی تھے.... تویر سب سے آگے تھا اس نے ظفر الملک کا گریبان پکڑ لیا۔ عمران کہاں ہے؟ وہ اس کے گریبان کو جھکا دیتا ہوا غریباً۔

”پتہ نہیں....!“ ظفر الملک کے انداز میں لاپرواہی تھی۔  
”دودن پہلے وہ یہیں سے تھیما کے ساتھ گیا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ اطلاع اسی خادم نے بھم پہنچائی تھی!“ ظفر مسکراتا ہوا نہ سکون لجھ میں بولا۔

”وہ کہاں ہے؟“

”اگر اطلاع مل سکی تو گوش گزار کر دی جائے گی۔ جناب آپ اندر کیوں نہیں تشریف لے چلتے۔ سردی سے آئے ہیں! آپ لوگ.... میں آپ کے لئے کافی تیار کروں گا۔“

”تویر.... تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو!“ ظفر نے جو لیکی آواز سنی۔ وہ سب کے پیچے کھڑی تھی۔

چوہان تویر کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ ظفر کے گریبان سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں پر سکون ماحول میں گفتگو کرنی چاہئے!“

ظفر انہیں ڈرائیگ روم میں لایا۔ یہ تھیر، چہاں، صدقیق، نعمانی، خاور اور جو لیا  
خے....!

”ہمیاں کافی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں؟“ ظفر نے بڑے ادب سے پوچھا۔  
”تمہیں.... اس کی ضرورت نہیں! تم بیٹھ جاؤ!“ چہاں بولا۔

”آپ کی اجازت سے....!“ وہ قدرے خم ہوا کہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔  
”عمران ابھی تک واپس نہیں آیا۔“ چہاں اس سے کہہ رہا تھا۔ ”ہم نے اسے جس حال میں

چھوڑا تھا....!“

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ اسے صرف اتنی ہی باتیں کرنی چاہیں  
ہیں کا تعلق ظفر سے ہو!

ظفر استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔  
چہاں کھکار کر دوبارہ بولا۔ ”وہ تھیما کے ساتھ گیا تھا؟“  
”جی ہاں!“

”تھیما سے کہاں لے گئی تھی؟“

”یہ تو میں نہیں جانتا! میں ماموزیل سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں اس وقت باعثے  
میں کام کر رہا تھا.... تھیما آئی تھی اور انہیں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔“

”تم اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔“  
”ہرگز نہیں جناب....! اور نہ میں ان کے دوستوں سے کیوں پوشیدہ رکھتا.... ویسے مجھے  
ان کے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش ہے۔!  
کیوں تشویش ہے؟“ تویر سے گھوڑا ہوا بولا۔

”ظاہر ہے کہ وہ تھیما کے ساتھ گئے ہیں اور تھیما میوری سے تعلق رکھتی ہے....!  
”ٹھہرو....!“ جو لیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کہا تھا کہ تھیما کے ساتھ  
جانے سے پہلے اس نے تمہاری ہی موجودگی میں ہم لوگوں کو فون کیا تھا!“

”میں ایسی کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ جبکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے.... میں ایسی بات کہہ  
عنہیں سکتا جب کہ باعثے میں کام کر رہا تھا۔“

جب کچھ دیر بعد سناتا ہوا تو اس نے کہا! "اب آپ لوگ تھکن بھی محسوس کر رہے ہوں  
میں۔ کہنے تو کافی بنالاؤں!"  
کوئی کچھ نہ ہولا۔ ظفر کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔  
"شہر و... میں بھی چل رہی ہوں....!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔  
اس کے ساتھ عی خویر بھی اٹھا لیکن چوبان اور خاور جو اس کے دونوں طرف بیٹھے ہوئے  
خیس کو کھینچ کر بھادرا یا.... جولیا اور ظفر دروازے سے گزر گئے۔  
وہ دونوں کمن میں آئے۔ ظفر نے گیس کا چوپا کھول دیا اور جولیا کیتی میں پانی بھرنے لگی۔  
"عمران نے تم پر اعتماد کیا ہے تو تم معقول ہی آدمی ہو گے! اس نے کہا!  
"یہ ان کی سہ رانی ہے ماموزیل.... دراصل ہم دونوں کا ایک ہی مسلک ہے۔"  
"کیا مطلب؟"  
"وہ بھی میری ہی طرح ہی ہیں۔"  
"میرے لئے بالکل نبی اطلاع ہے۔"  
"اچھا.... لیکن.... یہاں کی آب و ہوانے انہیں مجھ سے قدرے مختلف کر دیا ہے.... وہ  
مرکے بل کھڑے ہو سکتے ہیں میں ابھی نہیں ہو سکتا۔ ابھی مجھ پر یورپ ہی کی آب و ہوا کا اثر  
ہے۔"  
"تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ سر کے بل کھڑا ہو سکتا ہے!"  
"میں ان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں!—"  
"کیا کیا جانتے ہو ان کے بارے میں؟"  
"میں تو یہ بھی جانتا ہوں....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا انس پڑا!  
"کیا مطلب.... کیا جانتے ہو؟"  
"میں نہیں بتاؤں گا۔!" وہ بدستور ہنستارہا لیکن اس بھی میں بھی ایک طرح کی شانگی تھی۔  
"بتاؤ....!" جولیا جھنجھلا گئی۔  
"وہ ہر وقت آپ کا تند کرہ کرتے رہتے ہیں!"  
"بکواس....!"

"کیا وہ اس عمارت میں اس دن پہلی بار آئی تھی؟"  
"ہاں ماموزیل پہلی بار۔!"  
"ویسے تم اس سے باہر ملتے رہے ہو گے؟"  
"ہر گز نہیں ماموزیل۔ گرجے والی رات کے بعد میں نے اس دن پہلی بار اسے بیہن  
دیکھا تھا۔"  
"تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو؟!"  
"میں کس طرح یقین دلاؤں ماموزیل؟"  
"ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"  
"مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے ماموزیل۔"  
"کیا مطلب؟" توریہ دھاڑا۔  
"ذرا آہستہ بولئے.... مچھت اونچی ہے گونج پیدا کرتی ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ  
میں صرف عمران صاحب کو جواب دہوں۔"  
"اگر بکواس کی تو....!" توریہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔  
"توریہ بیٹھ جاؤ....!" خاور نے سخت لمحے میں کہا اور توریہ اسے گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔  
"تم عمران کو جواب دہو! اس کا مطلب مجھ میں نہیں آیا۔" خاور نے ظفر سے پوچھا۔  
"مطلوب صاف ہے جتاب! وہ میری سر پرستی فرمائی ہے ہیں! کہہ رہے تھے کہ میں ایک دوا  
ساز فیکری قائم کرنے والا ہوں.... اس کے لئے تمہیں اٹکج کروں گا.... فی الحال تم یومیہ  
اجرت پر میرے پاس شہر و!"  
"کیا تمہیں علم ہے کہ میوری سخت بیمار تھا....!" چوبان نے پوچھا۔  
"مجھے ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"  
"اگر عمران صبح تک واپس نہ آیا....!" توریہ نے جلد پورا نہیں کیا۔  
غرضیکہ بھانست بھانست کی بولیاں سنائی دے رہی تھیں اور ظفر بڑے پر سکون انداز میں  
انہیں جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ محض اس کی خیریت دریافت کرنے  
کے لئے آئے ہوں۔"

”یقین کجھے... ماموزیل... وہ بہت دکھی آدمی ہیں۔ ان کی حرکتوں پر نہ جائیے وہ بہت زیادہ زخمی ہیں!“

”میں نہیں سمجھی!“

”وہ کہتے ہیں میں کس منہ سے جولیا سے کچھ کھوں۔ میری زندگی تو خانہ بدوسشوں کی ہے!“

”اس سے کیا ہوتا ہے!“ جولیا کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ پھر جھپنی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ”اس کی کسی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ پڑھ نہیں اس نے یہ بات تم سے کیوں کہی!“

”ان کی آنکھوں میں آنسو یقین!“

”بالکل بکواس...!“

”ماموزیل ہمدردی، ہمدردی، ماموزیل ہمدردی!“

”لیا شروع کر دیا تم نے!“

”وہ قابلِ رحم ہیں۔ انہیں آج تک کوئی نہیں سمجھا۔ لیکن میں ان کے دکھے دل سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ اپنے آنسوؤں پر قہقہوں کا پردہ ڈال دینے کے قائل ہیں۔ ہر پی ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ تو ایک عظیم ہی ہیں!“

”میرے لئے یہ بات نئی بھی ہے اور عجیب بھی!“

”کوئی صورت نکالنے کے وہ آپ کو حاصل کر سکتیں!“

”اچھا بکواس بند کرو۔ میں ہی صورت بھی نکلوں!“ وہ جھپنی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی۔

”لبجھے... پانی بھی امل گیا.... ہمارے دوست خنثی ہوں گے!“

”محبے حیرت ہے کہ وہ اتنے تھوڑے سے دنوں میں تم پر اس قدر اعتماد کرنے گا۔“

”ایک پی دوسرے پی سے کچھ نہیں پھپاتا۔ ہم دنیا میں خوشیاں بخیر نے کیلئے آئے ہیں!“

جو لیا کافی پاٹ میں پانی اٹھیں رہی تھی!“

”کریم فریق سے نکال لبجھے!“ ظفر بولا۔

”نہیں اس وقت سیاہ کافی چلے گی!“

”ہو سکتا ہے آپ کے کسی ساتھی کو کریم درکار ہو۔!“

”بعد میں دیکھا جائے گا۔!“

ظفر کافی کی نرے اٹھائے ہوئے ڈرانچنگ روم کی طرف بڑھ رہا تھا کہ پھر کسی نے باہر سے ملتی جائی!

”لبجھے...!“ ظفر جو لیا کی طرف نرے بڑھاتا ہوا بولا۔ ”میں دیکھتا ہوں۔!“

”سہیں تم سید ہے ڈرانچنگ روم ہی میں چلو.... ہمارا کوئی آدمی دیکھے گا۔!“

”جیسی مرضی!“ ظفر نے کہا اور پھر چل پڑا۔ گھنٹی بدستور بھتی رہی وہ سب گھنٹی کی آواز پر اپنی جگہوں سے اٹھ گئے تھے۔

”خاور تم دیکھو کون ہے!“ جولیا بولی اور خاور کمرے سے چلا گیا۔ وہ خاموشی سے آنے والے کے منتظر ہے۔ کچھ دیر بعد دو آدمیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور خاور کے ساتھ ڈرانچنگ روم میں داخل ہونے والا عمران تھا۔“

”آہا.... کافی....!“ وہ چک کر بولا۔ ”قدرتِ مہربان ہے مجھ پر.... شدت سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔“

ظفر جھپٹ کر اٹھا اور اس کیلئے کافی بنانے لگا۔

عمران اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ نہیں کہا پس ساتھیوں سے باقیں کر رہا تھا۔

دفعہ تھویر اٹھ کر بولا۔ ”میں اس کا جغرافیہ معلوم کرنا پڑتا ہوں!“

اس کا اشارہ ظفر الملک کی طرف تھا۔ اتنے میں وہ کافی کی پیالی لئے ہوئے عمران کے قریب آیا۔ ”ارے اس کو نہیں جانتے!“ عمران ظفر کے شانے پر دیاں ہاتھ رکھ کر بائیں سے کافی کی

بیالا سنجھاتا ہوا بولا۔ ”پہ تو بخوردار ہے! بیٹے.... آئس کو سلام کرو....!“

ظفر نے بھک کر بڑے ادب سے تھویر کو سلام کیا۔

”میں اس گدھے پن کو برداشت نہیں کر سکتا۔“ تھویر دوسری طرف مڑ کر بولا۔

”اگر اولاد پیدا کرنا گدھا پن ہے تو... تو تم اپی ہستی پر غور کرو۔ نیقوش نے کہا ہے کہ....!“

”تم تھے کہاں؟“ جولیا نے پوچھا اور عمران چوک پڑا۔

غالباً جولیا سے اسے اتنے نرم لبھ کی توقع نہ رہی ہو گی!۔

وہ اسے بوکھلائے ہوئے انداز سے دیکھنے لگا۔

”میری بات کا جواب نہیں دیا تم نے۔“

”جناب موسم گزارنے نہیں آئے ہیں!“ عمران بولا۔  
 ”تم مجھ سے اس لمحے میں گفتگو نہیں کر سکتے!“  
 ”تو نیر!“  
 ”میں کہتا ہوں...“  
 ”شٹ اپ....!“ عمران دھاڑا۔  
 اور تو نیر آتینی چڑھا کر سامنے آگیا۔  
 نعمانی اور صدیقی ان کے درمیان آگئے تھے۔ جولیا تو نیر کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔!  
 ”میں نہیں سمجھ سکتی کہ ایسے آدمی کو....!“

”تم سب خاموش رہو اور الگ بہت جاؤ....!“ عمران کا لیج خونخوار تھا۔ ”اب یہ اپنال  
 ی میں آرام کرے گا۔“

تو نیر اس پر بالکل ہی بے قابو ہو گیا اور خاور سے اس لئے الجھ پڑا کہ وہ اسے آگے بڑھنے سے  
 روک رہا تھا۔

عمران نے اس کی گردن دبو پی اور جھکا دے کر خاور سے الگ کر لیا۔ اب وہ سب خاموش  
 کھڑے تو نیر کی مرمت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ عمران نے اسے مارا نہیں بلکہ کبھی دونوں ہاتھ مردوز  
 دیا اور کبھی ناٹک مار کر نیچے گردیتا۔ یہ سب اتنی پھرتی سے ہو رہا تھا کہ تو نیر پل بھر کے لئے بھی نہ  
 سن بھل سکا!

پھر شاید اس کے علاوہ اور کچھ نہ سو جھی کہ چپ چاپ بے ہوش بن جائے۔  
 عمران کے ماتھوں میں سے کچھ تو اس واقعے پر خوش نظر آرہے تھے اور بعض کے چہرے پر  
 کیدیگی کے آثار تھے لیکن انہوں نے زبان سے اس کا اظہار نہیں کیا۔

پھر عمران کے حکم کے مطابق وہاں سے چلے گئے! ایک گھنٹے کے اندر اندر انہیں سفر کے  
 لئے تیار ہو کر پھر یہیں آنا تھا۔ انہوں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ بے ہوش تو نیر کو اٹھا لے جائیں یا  
 وہیں فرش پر پڑا رہنے دیں۔!

ان کے چلے جانے کے بعد جولیا نے عمران سے پوچھا۔ ”اُس کا کیا ہو گا؟“  
 ”یہ کچھ ہپتال جائے گا۔!“

”اطینان سے بتاؤ گا.... بہت جلدی میں ہوں.... یہاں سے فوراً چلو....!“  
 ظفر ان کی گفتگو سے بے نیاز ان کے لئے کافی کی پیالیاں بھر تارہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کو  
 آپس کی گفتگو سے اسے کوئی سروکار نہ ہو۔!  
 ”جلدی اپنی پیالیاں ختم کرو....!“ عمران بولا۔  
 ”کیوں خواہ مخواہ بکواس لگا رکھی ہے....“ تو نیر بول پڑا۔  
 ”تو نیر.... اب از آرڈر....!“ عمران کا لیج بے حد خنک تھا۔  
 خاور نے تو نیر کا بازو دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن تو نیر خاموش ہو جانے کے باوجود  
 بھی عمران کو گھوڑا تارہا۔ \*

ظفر چاہتا تھا کہ کسی طرح اسے عمران کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنے کا موقع مل  
 جائے.... لیکن وہ تو سب کے ساتھ اٹھ کرٹا ہوا تھا۔

”مم.... میں علیحدگی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں....!“ اس نے عمران سے کہا۔  
 ”سب ٹھیک ہے.... میں سمجھتا ہوں....!“ تم فی الحال عیش کرو!  
 عمران دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ سب چلے گئے.... اور ظفر دروازہ بولٹ کرتے وقت سوچ رہا تھا۔ اب جولیا عمران کو  
 بور کرے گی.... لیکن وہ کرتا بھی کیا۔ اس سے اس قسم کی باتیں کرنے پر مجبور تھا۔



وہ سب جولیا کی قام گاہ پر بیٹھے تھے اور انہوں نے عمران کی کہانی بڑے سکون کے ساتھ سنی  
 تھی! البتہ عمران محسوس کر رہا تھا کہ تو نیر ان حالات پر ضرور تلقید کرے گا۔ یہی نہیں شاید آئندہ  
 ایکیم کی خلافت بھی کر بیٹھے۔

”میرا خیال ہے کہ خاور اور جولیا کے علاوہ سب میرے ساتھ چلیں گے!“ عمران نے کہا۔  
 ”خاور میں کون سے سڑ خاپ کے پر لگے ہوئے ہیں!“ تو نیر یک لخت پڑا۔ ”مجھے آرڈر  
 کی ضرورت ہے۔ خلاؤ کو نہیں۔!“

”تم اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں تمہاری کسی خواہش کا احترم نہ کروں گی۔!“  
 ”بس بس اب ایسی باتیں نہ کرو...!“ عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے خوف زده لجھے  
 میں بولا۔...”اگر اس نے سن لیا تو مجھے زندہ ہی دفن کر دے گا۔“  
 ”میرا خیال کہ شاید اس بار ایکس ٹو اس کا پتہ ہی کاٹ دے!“  
 ”بھانت بھانت کے جانور پالنا میری بابی ہے۔ اس لئے شاید ایسا نہ ہو سکے۔!“  
 ”کیا مطلب؟“ جو لیا چوک پڑی۔  
 ”بھی کہ میری ہی وجہ سے اس کی ملازمت برقرار ہے۔ جب بھی ایکس ٹونے اسے الک  
 کرنا چاہا ہے میں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔!“  
 ”اس میں کون سی عقل مندی تھی۔“  
 ”بس تفریخ ہے اپنی۔!“  
 ”اب اس کا ہو گا کیا۔۔۔ کیا سینیں پڑا رہے گا۔?“  
 ”جب جی چاہے گا اٹھ کر چلا جائے گا۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔  
 ”کیا مطلب۔۔۔! نہیں تم اپنی روائگی سے پہلے ہی اسے یہاں سے ہٹادو۔۔۔!“  
 ”کیا لیتا ہے تمہارا۔۔۔ بے ہوش تو پڑا ہے بیچارہ۔۔۔!“  
 تنویر آنکھیں بند کئے پڑا دل ہی دل میں عمران کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس نے ان کی پوری  
 گفتگو سنی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ان دونوں کی موجودگی  
 نہیں ہوش میں آنا ہنسی اڑوانے کو دعوت دینا ہو گا۔ لیکن آخر کتب تک اسی طرح پڑا رہے گا۔ عمران  
 کے خلاف اس کے ذہن میں نفر توں کالاؤ ابلتا رہا۔۔۔!  
 دفعتاں نے عمران کو کہتے سن۔ ”میں پھر کافی کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔!“  
 ”میں بنائے لاتی ہوں۔!“ جو لیا چوک کر بولی۔  
 ”اچھی بات ہے۔۔۔ میں ذرا با تھک روم تک بھی جاؤں گا!“  
 تنویر نے دونوں کے قدموں کی ذور ہوتی چاپ سنی اور پھر اٹھ بیٹھا کرہ خالی نظر آیا۔  
 اس سے بہتر موقع پھر با تھنہ نہ آتا۔۔۔ لہذا وہ بہ آہنگی جو لیا کی قیام گاہ سے نکل آیا۔  
 کپڑا نہ میں ایک گاڑی کھڑی نظر آئی۔ لیکن وہ اس کی جرأت نہیں رکھتا تھا کہ اسے لے

”تم آخر درندے کیوں ہو رہے ہو!“ جو لیا دل آؤز انداز میں مسکرائی۔!  
 ”بعض اوقات اسی پر مجبور ہونا پڑتا ہے!“  
 ”تم عجیب ہو۔۔۔! سمجھ میں نہ آنے والے۔۔۔ مجھے تمہارا وہ دل آؤز انداز بھی یاد ہے۔!  
 ”کون سا انداز۔۔۔!“ عمران نے الوں کی طرح دیدے نچائے۔  
 ”جب تم نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔!“  
 ”بب۔۔۔ بوسہ۔۔۔ بوسہ کے ہیچ تو کرو۔!“ عمران بو کھلا کر بولا۔  
 ”کیا باب سے بھی جھلاؤ گے۔!  
 ”عمران تیزی سے اپنا سر سہلانے لگا اور بولا۔ ”یہ کب کی بات ہے۔“  
 ”اسی دن کی جب تم نے صدر کو فون کیا تھا کہ تم فلاں عمارت میں موجود ہو! تمہارا تعاقب  
 کیا جائے۔۔۔ میں اس وقت صدر کے قریب ہی موجود تھی۔!  
 ”اوہ۔۔۔!“ عمران آنکھیں بچاڑ کر بولا۔ ”اور تم وہاں جا پہنچیں!“  
 ”نہ جا پہنچتی تو تم مجھے مینڈو لین پر اطالوی گیت کیسے سناتے۔“  
 ”اڑے باپ رے۔!“ عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔  
 ”یہ ظفر۔۔۔ بھی بہت اچھا بجا لیتا ہے مینڈو لین۔!“  
 ”یقیناً جاتا ہو گا۔!“ عمران مینڈو سانس لے کر بولا۔  
 ”اس نے تمہارے بارے میں بہت سی باتیں کی تھیں!“  
 ”مثلاً کس قسم کی باتیں؟“  
 ”ابھی نہیں بتاؤں گی۔۔۔ پہلے تم ان چکروں سے پٹ لو۔!  
 عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔  
 ”اوہ نہ چھوڑو ہٹاؤ۔۔۔!“ میں جانتی ہوں کہ تم موڑی آدمی ہو۔! لیکن نہ جانے کیوں میں  
 ان خیالوں کی لذتوں میں ڈوبی رہنا چاہتی ہوں۔!  
 ”کن خیالوں کی لذتوں میں؟“  
 ”وہی جو تم میرے بارے میں رکھتے ہو!“  
 ”میں تمہارے بارے میں رکھتا ہوں۔!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

بھاگے۔ ایسی صورت میں معاملہ بہت زیادہ سکھنے ہو جاتا وہ ایک نو کے عتاب سے کسی طرح نہ پڑتا۔ عمران کی فطرت سے تو اچھی طرح واقع تھا۔ اپنے معاملات وہ اپنی ہی حد تک رکھتا تھا۔ ایک نو سے شکایت نہ کرتا اس کی... خود ہی نپٹ لیتا... لیکن گاڑی لے بھانے کی صورت میں حالات بگز جاتے۔ انہیں کہیں سفر کرتا تھا۔ گاڑی کی عدم موجودگی ان کی دشواریوں میں اضافہ کر دیتی اور یہ معاملہ یقیناً ایک نو تک جا پہنچتا!

وہ کپاؤڈ سے باہر نکلا چلا گیا۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کہ قریب ہی ایک نیکی کھڑی مل گئی ورنہ اس وقت نیکی کہاں! وہ تمیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اندر انہیں ہیرا تھا... ڈرائیور اپنی سیٹ پر موجود تھا۔

تو نور نے دروازہ کھولنا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "گرینڈ ہو مل۔" ڈلیش بورڈ پر میسر و شن ہو گیا اور نیکی حرکت میں آگئی۔

کچھ دیر بعد نور نے محبوس کیا کہ نیکی گرینڈ کے راستے پر نہیں جا رہی! "ارے بھی یعنی کہ ہر جا ہے ہو!" اس نے ڈرائیور کو مناطق کیا اور الگی سیٹ سے ایک کھلتا ہوا سانسوں قہقهہ سنائی دیا....

"میں ایک عورت ہوں جناب!" ڈرائیور کی سیٹ سے آواز آئی!  
"عورت؟" نور اچھل پڑا۔

"جی ہاں.... اور آپ مجھے پسند کریں گے!"  
"لل.... لیکن اس کا کیا مطلب؟"

"تفریخ ہے میری.... تم مجھے اچھے لگے.... اب میں تمہیں اپنا مہمان بنانا چاہتی ہوں!"  
"یعنی یعنی.... کہ....!" نور یہ کلام کر رہا گیا۔  
"اپنی سرکش طبیعت کو بہلانے رکھنے کے لئے ہمانت بھانت کے بے ضرر طریقے اختیار کرتی ہوں!"

"میں نہیں سمجھا!"  
"بالکل بدھو معلوم ہوتے ہوں!"

نور کچھ نہ بولا۔ عجیب سی سنسنی سارے جسم میں پھیل کر رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا

کہ اس پر خوش ہونا چاہئے یا چلتی گاڑی سے چھلانگ لگادینے میں عافیت رہے گی۔  
پتہ نہیں وہ اسے کہاں لے جا رہی تھی!

"سک.... کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں؟" توزی نے تھوڑی دیر بعد بھراں ہوئی آواز میں پوچھا۔

"شوک سے.... مجھے سگریٹ کا دھواں بُر انہیں لگتا!"

نور نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے سگریٹ سلکا کی وہ بڑا حسن پر پست اور عورت کو کار سیا تھا لیکن آج تک ایسی کسی پکویش سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ لہذا اپنے چھوٹے جا رہے تھے۔ خدا خدا کر کے گاڑی ایک عمارت کے کپاؤڈ میں داخل ہوئی اور رُک بھی گئی لیکن نور نے بدستور بیٹھا رہا...! عورت اتری تھی اور اس نے اس کی سیٹ کا دروازہ کھول کر بڑے پیارے کہا تھا۔

"اب اس طرح خدمت بھی لو گے.... اتر آؤ شہزادے صاحب!"

"جج... جی ہاں... جی ہاں...!" توزی نے کہا اور بوکھلانے ہوئے انداز میں گاڑی سے اتر آیا۔ عورت اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف چلنے لگی۔

کپاؤڈ میں تاریکی تھی اور عمارت میں بھی کہیں روشنی نظر نہیں آتی تھی۔ نور کو ایسا گھوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل براہ راست کھو پڑی میں دھڑک رہا ہو۔!

عورت کی رفتار تیز نہیں! بالکل ٹھہنٹے کا سا انداز تھا...! توزی اس کے ساتھ گھستا رہا...!  
اندھیرا تنگ گھر ابھی نہیں تھا کہ راستہ نہ بھائی دیتا۔

وہ ایک روشن سے گزر رہے تھے جس کے دونوں اطراف میں کیا ریاں تھیں پھر وہ تمی زینے طے کر کے برآمدے میں پہنچے۔

توزی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کہیں کا کوئی بلب کوں نہیں روشن کر دیتی....!  
شاید اس نے دروازہ کھولا تھا لیکن اب بھی روشنی نہیں کی۔

دروازے سے گزر کر وہ تاریک راہداری میں داخل ہوئے۔ وہ اب بھی توزی کا ہاتھ پکڑے چل رہی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنے گھرے اندھیرے میں ایک قدم اٹھانا بھی مجال ہوتا...!  
توزی کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی رہی۔

”میری بات کا جواب دو!“  
 ”وہ اپنے چکر کی کوتا نہیں.... اس کے احکام برداشت چلتے ہیں!“  
 ”تم جھوٹ بول رہے ہو!“  
 ”یقین کرو مادام!“  
 ”تو یور تم جھوٹ بول رہے ہو.... تمہاری آنکھیں بتائیں!“  
 ”مم.... کس طرح یقین دلاؤں.... آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں اور شاید یہ بھی جانتی ہو کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے شدید طور پر تفتخر ہیں!“  
 ”ساتھ ہی یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے باوجود بھی تم اسے دھوکہ نہیں دے سکتے!“ تھریسا مسکرائی۔  
 ”ایسی کوئی بات نہیں مادام.... میرا بس ٹپے اس کی بڑیاں توڑ دوں!“  
 ”تم توڑ سکتے ہو....! لیکن اسے پسند نہیں کرو گے کہ کوئی اور اس پر ہاتھ اٹھائے.... اس کا کوئی ساتھی اسے دعا نہیں دے سکتا!“  
 ”پھر عرض کروں گا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے.... کاش مجھے اس کا پروگرام معلوم ہوتا.... البتہ اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ اس وقت اس عمارت میں موجود ہے جس سے میں برآمد ہوا تھا!“  
 ”مجھے علم ہے.... یہ بھی جانتی ہوں کہ کچھ ہی دیر پہلے تم دونوں جھگڑے چکے ہو!“  
 ”تو یور کامنہ جیت سے کھلا رہ گیا۔  
 ”کس بات پر جھگڑا ہوا تھا؟“  
 ”آپ جانتی ہی ہوں گی....!“ تو یور نے بے دلی سے کہا۔  
 ”جو لیانا فائز وائز....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔  
 ”آپ کا خیال درست ہے.... میں اسے چاہتا ہوں....!“  
 ”اور.... وہ....!“  
 ”خدا جانے....!“ تو یور نے اسامنہ بنا کر بولا۔  
 ”تم دونوں کی سیکیانی ممکن ہے۔“

دفعہ ایک جگہ رک کر عورت نے روشنی کر دی۔ تو یور کی آنکھیں چند ہیانے لگیں، اور پھر جب عورت پر نظر پڑی تو ایسا لگا جیسے آفتاب سوانیزے پر آگیا ہو۔  
 اسی خوب صورتی آج تک اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ڈھن کے کسی گوشے میں موجود تھا کہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔!  
 ”سو دنبر تو نہیں رہا....!“ عورت اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔  
 ”مم.... میں کیا بتاؤں!“ تو یور جھپٹی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔  
 ”تم تو یور ہونا....!“ عورت نے یک بیک نجیدہ ہو کر پوچھا۔  
 تو یور چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں جیت سے پھٹتی ہوئی تھیں۔  
 ”تم تو یور ہو!“ وہ پھر مسکرائی!  
 ”ہاں میرا نام تو یور ہے.... لیکن تم کیا جانو!“  
 ”میں جانتی ہوں!“  
 تو یور کچھ نہ بولا۔ اس کے دیکھنے کے انداز میں جیت کا عضراں بھی پایا جاتا تھا....!  
 ”ڈھن پر ڈور دو.... شاید پیچاں سکو مجھے!“ وہ بد ستور مسکرائی ہوئی بولی۔  
 ”مم.... میں نہیں پیچاں سکا!“  
 ”اب دیکھو....!“ عورت نے اپنے چہرہ کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا۔  
 ”ئی.... تھری.... بی....!“ تو یور کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔  
 ”بیٹھ جاؤ....!“ اس نے تحکماں لبھے میں کہا۔ اور تو یور کا پنچی ہوئی ٹانگوں سے چل کر بدقت صوفے تک پہنچ سکا....!  
 ”ہوں.... آرام سے بیٹھو آرام سے۔ ذرنے کی ضرورت نہیں۔“  
 تو یور نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اکڑ کر بیٹھ گیا۔ بڑا مصکنہ خیز لگ رہا تھا....!  
 ”عمران کس چکر میں ہے!“ دفعہ ایک طویل سانس لے کر صوفے کی پشت سے نک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تو یور اہوا عمران سے اس کی بڑیاں سلگتی تھیں۔ لیکن یہ مسئلہ عمران کا ذاتی مسئلہ تو تھا نہیں۔  
 ”اے کیا کرنا چاہئے.... کیا کرنا چاہئے۔“

”وہ کس طرح؟“

”عمران کے پروگرام کے بارے میں مجھے بتاؤ.... میوری کی موت کے بعد اب وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟“

”میں اس کے متعلق جانتا ہو تا تو ضرور بتاؤ۔“

”خرچوڑو.... تم میرے مہمان ہو.... کیا پیٹو گے؟“

”بہت بہت شکریہ.... تکلیف نہ کہجئے!“

”ایسا بھی کیا.... تم بیٹھو.... میں ابھی آئی....!“

”وہ کمرے سے چلی گئی....! تویر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے.... عجیب عورت ہے اس نے سوچا.... بھی کام وہ اپنے کسی آدمی سے لے سکتی تھی! کسی مرد کو اس طرح اخواکر لانا تویر کو بے حد سننی خیز لگا تھا!“

وہ صوف سے اٹھ گیا.... کیوں نہ نکل بھاگے۔ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ تھریسا کی عمارت میں تھا معلوم ہوتی ہے۔

لیکن ابھی دروازے سے باہر قدم بھی نہیں نکلا تھا کہ کسی روپا ورکی نالی میتے سے آگلی.... اور اسے پیچے دھکیل دیا گیا۔

تمن قوی ہیکل نگرد.... کمرے میں در آئے تھے.... پشت سے تھریسا کی آواز آئی....

”تویر یہ بُری بات ہے کہ تم ایک اچھے میزان کا دل تو زنے جا رہے تھے!“

”میں معاف چاہتا ہوں مادام....!“ تویر کا پتی ہوئی آواز میں بولا۔

”تویر ایک اچھے مہمان کی طرح آرام سے بیٹھ جاؤ!“

وہ بے نبی سے اس کے احکام کی تکمیل کرتا رہا۔

دفتار وہ تینوں نیگروں اس پر ٹوٹ پڑے.... پہ اتنا غیر متوقع تھا کہ تویر ہاتھ پاؤں بھی نہ بلا سکا.... جنسی ہی نہیں کر سکتا تھا۔

ٹھیک اسی وقت اس نے اپنے بائیں بازو میں تیر چھین محسوس کی۔ گردن موڑ کر بے بی سے تھریسا کو دیکھا جو اس پر بھکی ہوئی بازو میں انجکشن دے رہی تھی.... سرخ رنگ کا کوئی سیال شیشے کی سرخی میں بھرا ہوا تھا۔ ایک دم سے اس کا سر چکر گیا.... بلکہ ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے ذہن

ہار کیکوں میں ڈوبتا چلا گیا ہو!

پھر جلدی ہی محسوس ہوا کہ وہ تاریکیاں آہستہ آہستہ چھٹتی جا رہی ہوں۔ اب وہ کمرے کی ہر چیز صاف دیکھ سکتا تھا.... بلکہ روشنی پہلے سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی!

تھریسا اس کے سامنے تھی.... اپنی تمام تر عنایوں کے ساتھ۔

تویر کا دل چاہا کہ اس کے قدموں پر سر کھدے! اس سے کہہ کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا چاہتا ہے.... وہ اُسے اپنا غلام بنالے۔ رواتی غلاموں کی طرح اس کی خدمت کرے گا.... کبھی کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔

تھریسا کی مسکراہٹ لمحہ بے لمحہ مزید دلاؤز اور محبت آمیز ہوتی گئی....!



اجالا پھیلتے ہیلتے وہ اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سے بڑی درازی سرحد کی دوسری طرف کی بستی کی جانب جاتی تھی۔! چوہان، خاور، صدیقی، نعمانی اور صدر تھیلما سیت عمران کے ساتھ تھے اور ان میں سے کوئی بھی اپنی اصلی شکل میں نہیں تھا۔

انہوں نے سرحد پار کے سرحدی محافظوں جیسی وردیاں پہن رکھی تھیں!۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تویر کہاں غالب ہو گیا!“ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کوئی نہ کوئی یہ سوال کر بیٹھتا۔

آخری بار عمران جھنگلا کر بولا۔ ”جنم میں جائے اب اس کا تذکرہ نہ ہونا چاہئے! ادا بھی پر دیکھوں گا۔“

لیکن کم از کم یہ پوچھنے کا حق تو ہمیں پہنچتا ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں!“ صدیقی بولا۔

فی الحال اس بستی میں جا رہے ہیں جس کا تذکرہ میں نے کیا تھا۔ اور ہم اس طرف کے سرحدی محافظوں کی وردی میں ہیں! تھیلما ہماری قیدی ہے جو ان پہاڑا یوں میں بھک رہی تھی.... اسکے پاس سے ایسے کاغذات برآمد نہیں ہو سکے جس سے اس کی اصل شخصیت پر روشنی پڑ سکتی!

”میا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اتنے گھاؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی.... کیا ہم خاموشی سے اس

بستی میں چھاپے نہیں مار سکتے تھے! ”چوہان بولا۔

”میرا مقصد لڑائی بھڑائی نہیں ہے۔ میں شوگر بینک کاراسٹے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!“

”راستے معلوم کرنے کا یہ طریقہ سمجھ میں نہیں آیا!“

”کسی ہنگامے کے بغیر گالویدا پر قابو پانا چاہتا ہوں!“

”یہ تو تم پہلے بھی کہہ چکے ہوا!“

”پھر خواہ خواہ وقت کیوں ضائع کر رہے ہو!“

”بس دیکھتے جاؤ....!“ کسی نے طریقہ لجھ میں کہا۔

ٹھیلما کو شاید پہلی بار اپنی حیثیت کا علم ہوا تھا لہذا وہ بھی کچھ بولنے کے لئے بے جمل تھی.... جیسے ہی خاموشی ہوئی اس نے عمران کا بازہ پکڑ کر کہا۔

”تو میں قیدی ہوں؟“

”نہیں.... قیدی کے بہر دپ میں ہوتا... گالویدا کو یقین ہو جائے گا کہ تم ہمارے ساتھ نہیں تھیں.... اس لئے ہم سے پچھا چھڑا کر پہاڑیوں میں بھٹکتی پھر رہی تھیں اسی دوران میں گشتی چاندلوں کے ہاتھ لگ گئیں۔“

”مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے!“

”میں تمہاری حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں۔ کیا یہ تمہیں مطمئن کر دینے کیلئے کافی نہیں ہے!“  
ٹھیلما چپ ہو گئی اور اڑا میں داخل ہونے سے پہلے عمران نے کہا۔ ”پہلے میں تھا جاؤں گا۔ تم لوگ اسی طرف نہ ہو!“

”کیوں؟“ سب نے بیک وقت سوال کیا۔

”دوں پہلے کے حالات کچھ اور تھے.... آج کچھ اور ہو سکتے ہیں۔ ان کے چار آدمی ہمارے سلسلے میں غائب ہو چکے ہیں! ہو سکتا ہے وہ ہوشیار ہو گئے ہوں!“

کوئی کچھ نہ بولا۔ اور عمران دراڑ میں داخل ہو گیا!

دراڑ پہلے ہی کی طرح تاریک تھی۔ لیکن عمران نے اس بار تاریخ روشن نہیں کی اور ”  
بیرون سے چلنے کی بجائے یعنی کے مل ریگنا ہوا آگے بڑھ رہا تھا!  
دراڑ کے دوسرے سرے تک سنائی رہا۔ دراڑ پار بھی کر لی۔ لیکن کسی طرف سے کسی قدم

کی مراجحت نہیں ہوئی.... پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ آیا.... ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھی بے چینی سے اس کے منتظر تھے اس کا اشارہ مپاٹے ہی وہ بھی اس نگہ سے درے کی طرف بڑھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب اس جگہ کھڑے تھے جہاں سے گالویدا کے ساتھیوں کی بستی دکھائی دیتی تھی۔! مشرقی افق میں سرخی پھیلنے لگی تھی۔ پہاڑی حرثات اور اکاڑا کا پرندوں کی آوازیں ماحول کو پر اسرار بناتے ہوئے تھیں! عمران نے دوسری طرف جانے کے لئے وہی راستہ اختیار کیا جس سے اپنے قیدیوں سمیت چند روز پہلے دراڑ کے واپسی کا سفر کیا تھا۔

پھر وہ بستی کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ کچھ اس طرح خاموشی سے چل رہے تھے جیسے کہ جنائزے کے ساتھ ہوں۔ ٹھیلما کے چہرے پر سراسیگی کے آثار تھے۔ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

”کیا تم ذر رہی ہو؟!“

”تمہارے ساتھ رہ کر ذر نے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ وہ زبردستی نہیں کر بولی۔

”ہاں.... بالکل تشویش نہ کرو.... ہم پوری طرح حفاظت کریں گے۔“

”میری طرف سے مطمئن رہو!“

وہ بستی کے قریب جا پہنچے۔ سورج نے مشرق سے کسی قدر سر ابھارا تھا اور بھیگی بھیگی سرخی ماںل شعاعیں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کلپکار ہی تھیں۔!

بستی سنسان پڑی تھی.... ایسا لگتا تھا جیسے سارے جھونپڑے بالکل ویران ہوں۔

عمران جیخ جیخ کر مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا لیکن کہیں سے کسی فرم کی کوئی آواز نہ آئی....!

”میں تو خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔“ ”چوہان نے آہستہ سے کہا۔

”آئتا اچھے نہیں۔!“ صدر سر ہلاکر بولا۔

اور آثار ریج چوہان کے حق میں نہ لکھے وہ سارے ہی جھونپڑے غالی تھے ایک تنفس بھی

کہیں نظر نہ آیا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مہینوں سے ویران پڑے ہوں....!

”میرا خیال ہے کہ چوٹ ہو گئی....!“ عمران بڑ بڑا یا۔

”وہ اگر غائب ہے تو میں سمجھتا کہ بالکل گدھے ہیں!“ ”چوہان ناخوٹگوار لجھ میں بولا۔

”کیوں؟“ نعمانی نے پوچھا۔



جو لیا کو پھر نہیں آئی تھی۔... اُسے علم تھا کہ تویر غائب ہو گیا۔ یعنی چیز تشویش کا باعث تھی۔ وہ اس کی شرپند طبیعت سے اچھی طرح واقف ہونے کی بناء پر سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ عمران کے لئے کوئی نئی دشواری نہ پیدا کر دے۔

سلپینگ گاؤن کی ڈوری کستی ہوئی وہ کھڑکی کے قریب آکھڑی ہوئی۔ کپاڈٹ کی سلاخوں سے چھاٹک یہاں سے صاف نظر آ رہا تھا۔... اس نے دیکھا کہ کوئی سلاخوں سے میک لگائے زمین پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہر چند کہ وہ باہر ہی کے رخ پر تھا لیکن پھر بھی جو لیا چھاٹک تک جا کر اسے قریب نہ دیکھنے کی خواہش نہ دبا سکی! وہ اور کوٹ اور فلت ہیئت پہنچے ہوئے تھا۔

دروازہ کھول کر یہ دنی برآمدے میں آئی۔ گیٹ تک آپنی لیکن اس آدمی نے مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ حالانکہ اس کے ناپ ہیل جوتے خاصی آواز سے روشن پر بجتے رہے تھے۔ وہ ذیلی کھڑکی کھول کر باہر نکل آئی۔

”تویر....!“ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔... لیکن تویر کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی پھری ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھتا ہوا لایعنی انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی تھی۔

”یا تم نہیں میں ہو۔“ جو لیا نے بُرا سامنہ بنا کر پوچھا۔

تویر اپنے سر کو متنی جنبش دے کر اسے پہلے ہی کے سے انداز میں دیکھتا رہا۔  
”اٹھو....!“ وہ جملہ کر بولی۔

”میرے.... پیروں .... میں سکت .... نہیں ہے!“ وہ نحیف آواز میں رک رک کر بولا۔

”کیوں کیا ہوا ہے تمہیں؟“

”وہ..... وہ..... مجھے ..... یہاں بٹھا..... گئے ہیں!“

”کون؟.... وہ کون؟“

”تھت.... تھریسا.... کے آدمی....!“

”ان کے چار آدمی غائب ہو چکے تھے۔ اس سے پہلے گالوید از خی ہوا تھا اسے تو ہماری طرف سے کسی بہت بڑی یلغار کا خدشہ ہونا چاہئے۔“

”میں ان کی توقعات پر پورا اترنے کا منصب ہوں میرے دوستو!“ عمران مسکرا کر بولا۔

”کیا مطلب؟“

”وہ ان چھانوں میں کہیں آس پاس ہی پوشیدہ ہوں گے۔ مناسب ہی ہے کہ ہم جھونپڑوں میں ڈیرہ ڈال کر ناشتے کی تیاری کریں۔“

”اور وہ چپ چاپ اپنی کمین گاہ سے نکل کر ہمیں چٹ کر جائیں؟“ چوہاں کا لجھہ تھا۔ صدر کچھ نہ بولا۔ شاید وہ الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر انہوں نے ان خالی جھونپڑوں پر قبضہ جمالی۔ عمران کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے.... وفتا اس نے اشارے سے صدر کو اپنے قریب بلا کر آہستہ سے کہا ”کیا تم تویر کے بارے میں کچھ نہیں سوچ رہے؟“

”مجھے حیرت ہے۔“

”اُسے اپنے ہوٹل میں ضرور موجود ہونا چاہئے تھا اگر وہ نہیں ساتھ آنا چاہتا تھا تب بھی!“

”ہمیں ہوشیار ہونا چاہئے!“

”وہ چاروں بندوقیں تیار کھو۔ ان میں کافی راؤٹ موجود ہیں!“

”میں نے انہیں پوری طرح سمجھ لایا ہے۔ چوہاں، خاور، صدقی اور نعمانی کو ان کا استعمال بھی سمجھا دیا ہے!“

”میں سوچ رہا ہوں کہ آج چاروں کو باہر مختلف مقامات پر ان بندوقوں سمیت چھپا دیا جائے اور ہم لوگ ہمیں نہ ہیں۔“

”تجویر معقول ہے!“

یہ تجویر ان چاروں کو بھی پسند آئی۔... وہ جلد ہی آس پاس کی چھانوں میں چھپا دیئے گئے۔ عمران، صدر اور تھیلما ایک جھونپڑے میں آبیٹھے۔

سورج پوری طرح طوع ہو چکا تھا اور چاروں طرف سنہری دھوپ پھیل گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ ہم واقعی پھنس گئے ہیں!“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔ اُس کے اس خیال کے بارے میں کسی نے کوئی رائے ظاہر نہ کی۔

جو لیا کی الجھن بڑھ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ لوگ یعنی طور پر گھیر لے گے نہیں گے!

”میا تم ان بھگبھوں کی نشان دہی کر سکو گے جہاں جہاں کا ذکر عمران نے کیا تھا؟“

”نہیں.... میں تو ساتھ نہیں تھا ان کے۔“

”یہ بہت بُرا ہوا تو نویری.... بہت بُرا....!“

”میں کیا کروں.... وہاں بھگشیں.... اس نے تو فوری طور پر میری شخصیت ہی بدلت کر رکھ دی تھی....! درست وہ میری کھال بھی اتنا دیتے تو کچھ نہ بتاتا۔ عمران سے مجھے ذاتی طور پر پر خاش ہو سکتی ہے.... لیکن یہ معاملہ ذاتی تو تھا نہیں!“

جو لیا کچھ نہ بولی.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

”وہ مجھے فضول سمجھ کر یہاں ڈال گئے!“

”کیوں فضول.... کیوں؟“

”فضول اسی لئے کہ عمران کو بروقت اس کی اطلاع نہ دے سکوں گا.... مجھے نہیں معلوم کہ وہ لوگ کس سمت گئے ہوں گے اور خود میرے اعصاب میں بھی اتنی سکت نہیں کہ خود دوڑ دھوپ کر سکوں گا۔ انہوں نے مجھ سے سب کچھ پوچھ لیا تھا۔“

”تم اس عمارت کی نشان دہی کر سکو گے!“

”بالکل کر سکوں گا اریثہ کراس روڈ پر ہے۔ چھانک کے ستونوں پر شیر کے سربنے ہوئے تھے!“

”تم تو کہہ رہے ہے تھے کہ عمارت تاریک تھی۔ پھر تم نے شیر کے سر کیسے دیکھ لئے....!“

”چھانک کے ستونوں کی بات کر رہا ہوں۔ سڑک پر روشنی تھی۔“

”پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“

”ہم کر ہی کیا سکتے ہیں.... میرے اور تمہارے علاوہ اور کون ہے یہاں.... ایکس ٹونے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کیس کا انچارج عمران ہے۔ مجھے کسی معاملے میں ڈسٹریب نہ کیا جائے۔!“

”لیکن پھر بھی اطلاع تودینی ہی پڑے گی۔!“

”تم جانو....!“

”کیا تم بازار پر سے فتح جاؤ گے؟“ جو لیا آنکھیں نکال کر بولی۔

”اوہ....!“ جو لیا چھل پڑی.... اس کی آنکھوں میں سر اسیگلی کے آثار تھے۔

”میا وہ تمہیں پکڑ لے گئے تھے!“

”ہاں“ اس نے اس طرح کہا جیسے کسی پچے ہوئے پچے نے پرش احوال پر سکی لی ہو۔

”انہوں... انہوں نے مجھ سے... گالویدا... اور عمران کے بارے میں.... معلوم کر لیا!“

”کیا....؟“ وہ بوکھا کر کئی قدم پیچے ہٹ گئی لیکن تنویر کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ پہلے عکس طرح پلکیں جھپکتا تھا۔

اس اطلاع پر جو لیا چکرا کر رہ گئی تھی کہیں وہ راستے ہی میں نہ گھیر لے گئے ہوں۔!

”تم کب ان کے ہاتھ لے گئے تھے؟“

”یہاں سے نکلتے ہی۔!“

”اس کے فوراً بعد ہی تم نے سب کچھ بتا دیا تھا۔“

”آؤ ہے گھنٹے کے اندر اندر۔!“

”تمہیں شرم نہیں آتی اس ڈھنائی سے اس کے بارے میں بتاتے ہوئے۔“

”ٹھہر و.... ذرا.... دیر.... ٹھہر جاؤ.... اب میں کسی قدر.... تو انائی محسوس کر رہا ہوں.... شاید کچھ دیر بعد اپنے.... جیروں.... پر کھڑا بھی ہو سکوں سب کچھ بتا دوں گا۔“

جو لیا پھر خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

کچھ دیر بعد تنویر نے ایک طرف مڑکر چھانک کی سلانیں تھامیں، اور انھنے کی کوشش کرنے لگا۔ جو لیا نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دینے کی کوشش کی۔ بدقت تمام وہ اٹھ سکا۔ اس کے پر کاپ رہے تھے.... جو لیا نے اسے ڈیلی کھڑکی سے گزارنا چاہا۔

”میرا سارا جسم اکڑا کر رہ گیا ہے.... میں دوبارہ نہ جھک سکوں گا!“

”چھانک ٹھہر و میں چھانک کھولتی ہوں۔!“

وہ اسے اندر لائی تھی اور تھوڑی دیر بعد تنویر اسے اپنی کہانی سنارہ تھا۔

”تو وہ خود تھریسا تھی! تمہیں یقین ہے؟“ جو لیا نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”مجھے یقین ہے وہ تھریسا ہی تھی۔!“

اس نے اپنی عادت کے مطابق کچھِ الٹی سیدھی سنائی ہوں۔  
وہ مجرموں کی طرح دم بادھے کھڑا رہا حتیٰ کہ جولیا خود چل کر اس کے قریب آئی۔!  
”صحیحِ ماموزیل...!“ اس نے تھکلی تھکلی سی آواز میں اسے خوش آمدید کہا۔  
”ہم ایک بڑی پریشانی سے دوچار ہیں ظفر...!“ جولیا بھرا تھی ہوتی آواز میں بوی۔  
”کہنے... ماموزیل... میرے لائق کوئی خدمت!“  
وقت زیادہ نہیں ہے.... ہو سکتا ہے.... ہمیں پہاڑوں اور دشوار گزار راستوں پر بھی چلتا  
ہے۔ اس نے جو کچھِ ضروری سمجھا پہنچا ساتھ لے لو مکان فی الحال مغلول کر دو!“  
”کیا موسیو عمران کا حکم ہے ماموزیل!“  
”نہیں ایک وقت ضرورت کے تحت ایسا کیا جا رہا ہے!“  
”کون کر رہا ہے؟“  
”میں کر رہی ہوں!“  
”لیکن ماموزیل... موسیو عمران کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر میں  
اس عمارت کی حدود سے باہر قدم نہیں نکال سکتا۔“  
”لیکن خود عمران کی زندگی خطرے میں ہے.... وہ سب پھنس گئے ہیں تو یہ وقت طور پر  
مغلون ہو گیا ہے.... تم جلدی کرو.... راستے میں سب کچھ بتا دوں گی!“  
”موسیو عمران کی زندگی خطرے میں ہے.... تب تو مجھے سوچنا پڑے گا۔“  
”سوچنے کا وقت نہیں ہے ظفر.... جلدی کرو....!“  
”اچھی بات ہے.... ماموزیل....!“ ظفر نے طویل سانس لی۔  
کچھ دیر بعد جولیا کی گاڑی پر ظفر کے مکان کی کپاؤٹن سے باہر نکل رہی تھی لیکن اُسے ظفر  
ڈرایو کر رہا تھا.... جولیا اس کے برابر پیٹھی ہوتی تھی۔  
”ماموزیل کچھ تو بتائیے.... میں سخت الحسن میں ہوں۔“ ظفر نے کچھ دیر بعد کہا۔  
”تم میوری کے توسط سے عمران سک پہنچے ہو! کیا عمران نے اپنی موجودہ صروفیات کے  
بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتایا....!“  
”شاید کسی حد تک میں واقع ہوں.... کوئی عورت اخواکری گئی تھی.... جہاں رکھا تھا

”میا کر سکتا ہوں.... مجھے ہوش نہیں تھا.... وہ انگشن... وہ ختم بھی کرو.... میں بھوکا  
ہوں.... کچھ کھلا دو.... اس کے بعد مر جانا بھی مجھے گوارا ہو گا!“  
”ہوں.... اچھا ٹھہر و.... دیکھتی ہوں....!“ وہ اسے ڈرائیک رومن میں چھوڑ کر کپن کی  
طرف چلی آئی۔  
سوچ رہی تھی کہ کیا ظفر کو اس معاملے میں شریک کر لیا جائے۔ کچھ تو کرنا ہی چاہئے۔  
یقیناً عمران اس پر کسی حد تک اعتماد کرتا ہے۔

اس نے فرقج سے کوئلہ بیف نکلا اور اس کے گلوے کاٹ کر فرائیک پان میں ملنے لگی۔  
کچھ انٹے بھی توڑے.... کیتیلی ہیٹر پر رکھ دی۔ اس وقت یہ سب کچھ کرتے ہوئے اسے بے حد  
کھل رہا تھا... لیکن کیا کرتی۔ تو یہ کی حالت ابتر تھی... وہ سچ چوچ اس وقت رحم کا مستحق تھا۔ ناشتے  
کے بعد تو یہ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی.... اور وہ کرسی پر ہی پیٹھے بیٹھنے گہری نیند سو گیا۔  
جو لیا تھی اور تیزی سے بس تبدیل کرنے لگی۔ تو یہ کے لئے کھانے کی میز پر ایک تحریر  
چھوڑ کر باہر نکل آئی! اور مکان کو مغلول کر دیا۔ کچھ دیر بعد اس کی کار ظفر کی قیام گاہ کی طرف  
جاری تھی۔

ظفر کی صح کچھ زیادہ خوٹگوار نہیں تھی! کچھلی رات سوتا نصیب نہیں ہوا تھا.... بہت  
سویرے اٹھنے کی عادت تھی.... لہذا بستر چھوڑ ہی دینا پڑا۔  
بدن ٹوٹ رہا تھا اور لمبی جمایاں آرہی تھیں.... وہ سوچ رہا تھا کہ دن کیسے گزرے  
گا.... دن میں تو نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا.... کیونکہ اپنے ہوش میں تو کبھی دن میں  
سوئے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ باعیچے میں کیاریوں کی درشی کرنے لگا.... کچھ تو  
چاہئے وقت گزارنے کے لئے....!

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جولیا کی گاڑی کپاؤٹن میں داخل ہوئی اور وہ خوشی کے مارے  
اچھل پڑا۔ لیکن جولیا کے چہرے پر تازگی نہ دیکھ کر دل دھڑکنے لگا.... اسے یاد آگیا کہ اس نے  
اس سے عمران کے سلسلے میں بہت سی غلط بیانیاں کی تھیں ہو سکتا ہے عمران سے تذکرہ آیا ہوا در

عمارت کی کپاؤٹ میں داخل ہوتے ہی دل بیویوں اچھتے لگا کیونکہ وہاں وہی جیپ کھڑی نظر آئی جس میں عمران اور اس کے ساتھی اس مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ جیپ کے پاس ایک فوجی افسر کھڑا تھا۔

”آپ!“ وہ جولیا کی طرف بڑھتا ہوا نرم لمحہ میں بولا۔ ”مس جولیانا فنڈر واٹریں!“

”مسٹر عمران نے آپ کو ساتھیوں سمیت طلب کیا ہے! وہ زخمی ہو گئے ہیں دوسرا طرف کے اسمگلز سے مدد بھیز ہو گئی تھی!“

”آپ کون ہیں؟“

”مجھے توصیف کہتے ہیں! مبھر توصیف.... سرحدی مخاطبوں میں سے ایک.... مسٹر عمران اور ان کے ساتھی ہماری چوکی پر ہیں!“

”خدا کا شکر ہے.... ہم چلیں گے.... کیا وہ بہت زخمی ہے؟“

”نہیں معمولی ساز خم ہے۔ البتہ ان کے دوساتھیوں کی حالت ناقابلِ اطمینان ہے۔!“ جولیا قفل کھول کر اندر آئی۔ تو نوریاب بھی اسی طرح کری پر بیٹھا گھر نیزد کے مزے لے رہا تھا۔ اظفر نے اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آثار اچھے نہیں ہیں مجھے تو یہ بھی بے ہوش ہی معلوم ہوتا ہے....!“

”مبھر توصیف کو وہ ڈرائیور میں بٹھا آئے تھے....!“

”نوریکو جگانے کی کوشش کامیاب ہو گئی تھی۔ وہ اسی طرح جاگا تھا جیسے اس کے کانوں کے قریب زبردست قسم کا دھماکہ ہوا ہو! جولیا نے جلدی جلدی اسے عمران کا پیغام سناتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں فوراً چلتا ہے!“

”میں تیار ہوں....!“ نوری کا لجہ بے حد نہیں خلوص تھا۔!



سفر بڑی تیز رفتاری سے طے ہوا تھا! مبھر توصیف خود ہی جیپ کو ڈرائیور کر رہا تھا اور اس جگہ مکلا یا تھا جہاں سے انہیں سفر کا بیتہ حصہ پیدل طے کرنا تھا۔

اس جگہ کا نام شوگر بینک تھا شاید.... پھر وہ انہیں سردار گذھ پہنچا گئی تھی۔ لیکن وہ شوگر بینک کے راستے سے لا علم رہے تھے۔ لہذا اب پھر انہیں اس کی تلاش ہے میوری شاید اس سلسلے میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔“

”وہ مر چکا ہے!“

”نہیں....!“ اظفر کے لمحہ میں حرمت تھی۔

”ہاں....! کسی نے اسے زہر دے دیا۔“ جولیا بولی اور اس کہانی سے جس حد تک واقع تھی اظفر کو بھی آگاہ کرتی ہوئی بولی۔ ”تویر بالکل بے بُس ہو رہا ہے.... میری بکھھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟“

”یہ تھریسا کیا بلاتے ہے؟“

”ٹی... ٹھری... بی... ٹھریسا بمل بی آف بوہیما۔ کیا تم نے یہ نام یورپ میں نہیں سنالا۔“ اظفر نہ پڑا۔ پھر بولا۔ ”آپ لوگوں کو وہم ہوا ہے شاید! ارے ٹھری... بی کو تو بس ایک اساطیری کردار سمجھتے۔ خانہ بدوسوں کے ایک قبیلے میں کئی سو سال پہلے سے یہ رواۃتی نام چلا آ رہا ہے.... ہر سردار الفانے کھلاتا ہے اور سردار کی یہوی تھریسا بمل بی آف بوہیما کھلاتی ہے۔ یہ پورا قبیلہ ٹھگوں اور رہزوں پر مشتمل ہے۔“

”تم نہیں سمجھ سکتے۔ عام آدمی تو تصور بھی نہیں کر سکتا ان معاملات کا.... تھریسا انتہائی ذہین اور ترقی یافتہ لوگوں پر حکومت کرتی ہے!“

”ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔!“ اظفر اس طرح بولا جیسے اس کا دل رکھنے کے لئے اس بات کی تردید نہ کرنا چاہتا ہو۔!

بہر حال جولیا طویل سانس لے کر بولی۔ ”تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟“

”موسیو عمران کے لئے میں اپنی جان تک دے سکتا ہوں.... میرے محض ہیں!“

”تو پھر میر اساتھ دو.... میں اس کی تلاش میں جاؤں گی!“

”میں آپ کے ساتھ ہوں ماموزیل۔“

جو لیا کی ہدایت پر اس نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ جولیا جلد سے جلد گھر پہنچ کر کوئی ٹھوس پلان بنانا چاہتی تھی!

وہ اس وقت ایک اونچی جگہ پر کھڑے تھے۔ مجھر توصیف نے نشیب میں اشنازہ کر کے کھل دیکھئے... وہ رہی ہماری چوکی... اس جھونپڑے میں چلے جائے گا جس پر جھنڈا الہارہا ہے آپ کے آدمی دیں ہیں۔

”آپ نہیں چلیں گے ساتھ!“ جو لیا نے پوچھا۔

”کوئی ضرورت نہیں... اگر کوئی ٹوکے تو مجھر توصیف کا نام لے لجھے گا!“ مجھے قریب کی دوسری چوکی کا معائنہ کرتا ہے... اچھا خدا حافظ...!

وہ اسی جیپ پر واپس چلا گیا۔

”موسیادھر آئیے... میرے سہارے نیچے اتریے! ظفر نے اپنا بازو پیش کرتے ہوئے کہا جھنکس مانی بوائے...!“ تویر بے حد خوش اخلاق ہو رہا تھا۔ اس وقت... اس کے بعد مجھے نظر کے لئے شفقت پدری قسم کی کوئی چیز تھی۔ اوہ آہستہ آہستہ نشیب میں اترنے لگے... بھی بھی جو لیا بھی تویر کو سہارا دیتی تویر کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ کسی قدر مسطح زمین پر پہنچ گئے! جھونپڑوں کا فاصلہ بیہاں سے زیادہ نہیں تھا۔ جو لیا جلد اس جھونپڑے میں پہنچ جانا چاہتی تھی جس پر جھنڈا الہارہا تھا۔

لیکن جھنڈے پر قریب سے نظر پڑتے ہی وہ ٹھنک گئی ایسا اپنے ملک کا جھنڈا تو نہیں تھا...! بہر حال وہ آگے بڑھے... دفعائی جھونپڑے سے ایک مسلح آدمی برآمد ہو کر ان کی طرف چھپا اور قریب پہنچ کر ایک جھنکے کے ساتھ اس طرح رک گیا جیسے اس کا یہ فعل میکائی رہا ہو۔!

وہ بھی زک گئے تھے اور مسلح محافظ کو گھورے جا رہے تھے! وہ پڑوسی ہی ملک کا کوئی باشندہ تھا۔ دفعائی جو یا نے مز کر تویر سے کہا۔ ”لیکن ارے یہ ہم کہاں آگئے... یہ تو... یہ تو...!“

آنے والے نے خشک لبھ میں کہا۔ ”لیکن جناب نے زحمت کیوں فرمائی۔“

”میرے خدا...!“ جو لیا چل پڑی۔

یہ مسلح محافظ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

”عمران...!“ وہ نہیانی انداز میں چیخ کر اس کی طرف چھپی۔

”تم بیہاں کیوں آئی ہو...!“ وہ دانت پیس کر بولا۔

یک بیک جو لیا جھنگھٹا گئی۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں... ہمیں سمجھر توصیف لایا ہے!“

”سمجھر توصیف... کون سمجھر توصیف؟“

”یا تم زخمی نہیں ہو؟“

”فضول باتیں نہ کرو...! میں نے پوچھا تھا کون سمجھر توصیف؟“

”میں نہیں جانتی! وہ تمہاری جیپ لے کر بہاں پہنچا تھا اور ہمیں بیہاں لے آیا... اس نے کہا تھا کہ اسمگلوں کی لڑائی میں تم زخمی ہو گئے ہو اور دو ساتھیوں کی حالت ناگفتہ ہے!“

”کیا وہ میری جیپ تھی؟“

”ہاں تمہاری...!“

”تب تو... تب تو سب کچھ چوپٹ ہو گیا۔ ہم گھیر لئے گئے ہیں...!“

”کیا مطلب؟“

”اب وقت ضائع نہ کرو!“ دفعائی تویر بولا۔ ”وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔“

”کیا ہوا... کیا خدشہ؟“ عمران نے اس پر گھورتی ہوئی سی نظر ڈالی۔

”تم نہیں جاتے... یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے!“

”اندر چلو...!“ عمران نے اسے جھونپڑے کی طرف دھکایا اور ظفر کو گھورنے لگا۔

”میں بے قصور ہوں۔ مجھ سے ماموزیل نے درخواست کی تھی کہ میں ان کا ساتھ دوں۔!“

”آپ سے تو میں سمجھوں گا... اندر تشریف لے چلئے۔“

ظفر بڑے مود بانہ انداز میں جھونپڑے کی طرف مڑ گیا!

”پچھلی رات تویر... تھریسیا کے ہتھی چڑھ گیا تھا!“ جو لیا نے کہا۔

”کیا...?“

”تھریسیا سے لے گئی تھی اپنے ساتھ اور ہم اور اُھر علاش کرتے رہے تھے۔!“

”پوری بات بتاؤ!“

جو لیا نے مختصر اتویر کی کہانی دہرائی۔

”ہم پوری طرح جاں میں پھنس گئے ہیں!“ عمران بڑبڑا۔ ”میری جیپ ان کے قبھے میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قیدی بھی چھڑا لئے...!“

اب وہ بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہا تھا... کسی معاطلے کا ایک نکتہ بھی زیر غور لائے بغیر  
نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ بہت بڑی چوتھی تھی۔ تویر کی غفلت کی بنا پر۔  
الیکٹرو گس کو جیب میں ڈال کر وہ پھر جھونپڑیوں کی طرف چل پڑا اور پھر جب وہ جھونپڑے  
میں داخل ہوا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی کا گلا گھونٹ کر آیا ہے...!  
تویر دو فوٹ ہاتھوں سے منہ چھپائے اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ صدر، جولیا اور ظفر اس کے کردار  
اس طرح کھڑے تھے جیسے کچھ دیر پہلے اسے دلسا دیتے رہے ہوں۔  
”تھیلما کو یہاں لاو...!“ اس نے صدر سے کہا۔ اور صدر باہر چلا گیا۔  
جو لیا کے انداز سے لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ لیکن عمران اس کی طرف متوجہ ہوا  
کچھ دیر بعد صدر تھیلما کو یہاں لایا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے!  
”اب اس سوائل کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس کے ہاتھ کھول دو...!“ عمران بولا۔  
”کیوں... کیا ہوا؟“ تھیلما نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔  
”کوئی خاص بات نہیں... اسکیم بدلتی ہے!“  
پھر صدر کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے جھوپڑے سے باہر آگیا۔  
”ان لوگوں کی کہانی تو تم سن ہی پکھے ہوں گے!“ اس نے کہا۔  
”جی ہاں... اب ہمیں جو ہاں وغیرہ کو بھی بھیں بلا لیتا چاہئے۔“  
”بہت دیر ہو گئی!“  
”کیا مطلب؟“ صدر چوک پڑا۔  
”وہ اپنی جگہوں پر موجود نہیں ہیں۔“  
”وہ.... اوہ...!“  
”وہ لوگ اپنے قیدی بھی چھڑائے گئے ورنہ ہماری جیب ان کے ہاتھ کیسے لگتی۔ تھریسا  
پوری طرح باخبر تھی! خیر ختم کرو... تویر بہت شرمende ہے اس کی دل جوئی کرو... اور خود پر  
ہر اس نہ طاری ہونے دو... تم اندر جاؤ اور ظفر کو میرے پاس بیٹھ دو!“  
”چوبہاں... وغیرہ...!“  
”وہ پچھے نہیں ہیں... بس جاؤ!“

”محظی بتاؤ کیا بات ہے؟ کیا یہ سب جھوٹ تھا اور مجھ تو صیف!“  
”وہ فراڈ تھا... تم بھی اندر جاؤ... میں ان چاروں کی خبر لوں۔!“  
جو لیز مزید کچھ کہے بغیر جھوپڑے میں چل گئی۔  
اور عمران ان پوائنٹس کی طرف چھپنا چہاں اپنے چاروں ماتخوں کو چھپایا تھا۔ پہلے تین پوائنٹ  
پر ناکامی ہوئی۔ چوبہاں وہاں نہیں تھا۔ دوسرے پر خادر بھی نہ ملا۔ اسی طرح صدیقی اور نعمانی کا بھی  
پتہ نہ چلا کہ زمین نگل گئی تھی یا نضائیں تخلیل ہو گئے تھے!  
ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے عمران کو محوس ہو رہا تھا جیسے کوئی آس پاس کی  
چھٹاں کی اوٹ لیتا ہوا اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ اپنے شہبے کو مزید تقویت دینے کے لئے اس نے  
ایسی حرکتیں شروع کیں کہ تعاقب کرنے والے کو دیکھ سکے۔  
ایک جگہ پوری طرح یقین ہو گیا کہ کوئی اس کی تاک میں ہے! گویا ایک ایک کر کے ان  
سموں کو غائب کر دینے کی ایکسیم تھی۔ عمران پر خملہ کر دینے کا موقع ابھی تک نہیں ملا تھا۔ اس  
لئے اس کی نگرانی جاری تھی۔  
ایک جگہ اسے پھر اس آدمی کی جھلک دکھانی دی! وہ ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے دوسرے کی  
اوٹ میں چلا گیا تھا۔ اس باز عمران آگے جانے کی بجائے اس پتھر پر چڑھنے لگا... بالکل چھپکیوں  
کے سے انداز میں پتھر سے چپکا ہوا اور پر کی طرف کھلکھلتا جا رہا تھا۔ اور پچھنچے میں زیادہ دیر نہ گی۔  
تعاقب کرنے والا یونچ اب بھی اسی پتھر کی اوٹ میں دیکھا ہوا تھا۔  
دفعہ عمران نے اوپر سے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ بیٹھا۔ اس کا ایک ہاتھ تعاقب کرنے  
والے کے منہ پر سختی سے جم گیا تھا تاکہ وہ شور نہ چاکے اور دوسرے ہاتھ سے اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔  
چھوٹ نکلنے کے لئے کی جانے والی جدو جہد عمران کو تاکام بنا دیتی اگر اس نے حریف کو ناگوں  
میں نہ جکڑ لیا ہوتا۔ آہستہ آہستہ مقابل کا جوش و خروش کم ہوتا گیا۔۔۔ پھر سانس تک رک گئی۔  
ذرا ہی سی دیر میں وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ پھر عمران نے بڑی تیزی سے اس کی جامہ تلاشی لے  
ڈالی۔ اس کے پاس سے کچھ نہ نکلاسوانے الیکٹرو گس کے۔  
مرنے والا سفید فام غیر ملکی تھا... عمران نے اس کی لاش پتھروں کے ایک ڈھیر میں اس  
طرح چھپا دی کہ خاص طور پر تلاش کئے جانے ہی پر کسی کو دستیاب ہو سکتی!

نہ... میں اس مدت میں اسے کیسے چھوڑ سکتی تھی!۔  
”خیر چھوڑو.... مجھے اپنی سے کوئی دل پھی نہیں!“

”اب بیہاں کے کیا حالات ہیں.... عمران نے میرے ہاتھ کیوں کھلواد ہے؟“  
”مجھے تو اس کا بھی علم نہیں کہ بندھوائے کیوں تھے؟“

تمہماں سے بتانے لگی.... لیکن خود ظفر نے اسے نہیں بتایا، کہ حالات نے اس طرف پلاٹا کیا ہے.... وہ پوچھتی رہی اور ظفر اس سے علمی ظاہر کرتا رہا۔

ان لوگوں پر عجیب سی افسردگی طاری تھی! تو یہ برسوں کا یہاں معلوم ہوتا تھا۔  
صفدر نے بھی اس کا نہ کرہ نہیں کیا تھا کہ چہاں وغیرہ غائب ہو چکے ہیں۔ کچھ دیر بعد عمران  
وپس آگیا اور اس نے صدر سے کہا کہ اب وہ پھرے پر جائے۔

جو لیا عمران کے پاس آکھڑی ہوئی اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔ ”میری سمجھ  
میں نہیں آتا کہ تمہارے لئے کیا کروں۔“

قبل اس کے عمران کچھ کہتا ظفر نے مینڈولین پر ایک نغمہ چھیند دیا۔  
”تم سب پاگل ہو گئے ہو۔“ تو یہ بڑا یا۔

تمہیماں جو لیا کو عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی! جھونپڑے میں مینڈولین کا نغمہ گونج  
رہا تھا۔

دفعتاً ایک عجیب سی آواز گونج اٹھی.... ظفر کے ہاتھ سے مینڈولین گر گیا تھا.... آواز  
عجیب بھی اور دہشت ناک بھی... ایسا گاتھ جیسے زیر زمین دھماکے نے انہیں بلا کر رکھ دیا ہو۔

عمران تک وحشت زده ہو کر ایک ایک کامنہ لکھنے لگا تھا۔  
پھر وادی کی انسانی آواز سے گونجی!۔

”تم شوگر بینک پہنچا جاہتے تھے.... تمہاری خواہش پوری کی جا رہی ہے.... باہر نکل آؤ!“  
آواز کسی عورت کی تھی۔ ایسا گھوس ہوا تھا جیسے یہ آواز چاروں سمت سے آئی ہو۔ زمین سے  
پھوٹی ہوا اور آسمان سے بر سی ہو.... ان سب کا وجہ بھی جیسے اسی آواز کا ایک جزو ہن کر رہ گیا ہو!  
پھر سناتا چھا گیا.... بڑی دیر تک وہ پکھنہ بول سکے! دفعتاً عمران نے صدر کو آواز دی.... وہ  
اندر آیا اس کے چہرے پر بھی وحشت زدگی کے آثار تھے!۔

صفدر چپ چاپ چلا گیا۔ عمران باہر ہی کھڑا رہا۔ ظفر نر دھی چال چلتا اس کے پاس آیا تھا۔  
”کیوں؟ تم کیوں تیم تیم سے نظر آرہے ہو؟“

”جب باپ خاہا ہو جائے تو سعادت مند بچے تیم تیم ہی سے لگنے لگتے ہیں موسیو!“  
”میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی غلطی سے آگاہ ہو جاؤ.... میں نے تم سے کہا تھا کہ میری عدم  
موجودگی میں ہمیشہ میرے میک آپ میں رہا کر دیکھن تم اس پر کار بند نہیں رہے۔“

”میں مجبور تھا موسیو.... جو لیا کوشہ ہو گیا تھا کہ میں عمران نہیں ہوں۔ میں تو سوچ بھی نہیں  
سکتا تھا کہ آپ کے جاتے ہی وہ آدمیکی ورنہ اس سے پہلے ہی میں اپنی اصل شکل میں آ جاتا!“

”بہر حال اب کھلی گھر چکا ہے وہ لوگ ہمیں کھیر چکے ہیں۔ میرے چار ساتھی لاپتہ ہو گئے۔“  
”لاپتہ ہو گئے؟“

”ہاں.... میں نے انہیں جاری مختلف مقامات پر چھپا دیا تھا۔ وہ وہاں نہیں ملے!“  
”یہ تو بہت برا ہوا موسیو!“

”خیر فکر نہ کرو.... دیکھا جائے گا.... خوش رہنے کی کوشش کرو۔“  
”ہاں.... یہ ایک بھی کے امتحان کا وقت ہے۔“

”ہم باری باری سے پہر دیں گے.... میں ابتدا کر رہا ہوں۔ تم اندر جاؤ۔“ عمران نے کہا اور  
ظفر بے چون وچا جھونپڑے کی طرف مزگیا۔



”تو تم مستقل طور پر ان لوگوں کے ساتھ ہو!“ تھیماں ظفر سے پوچھا۔

”ہاں ہوں تو.... لیکن تمہیں یہاں دیکھ کر متبر جھی ہوں!“

”متبر کیوں ہو؟“

”کیونکہ تم عہد سے پھر گئی تھیں۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا تھا.... پھر موری کے پاس لے  
جا کر پھنسایا تھا۔“

”میں مجبور تھی! میوری مر چکا ہے۔ میں آزاد ہوں.... مزید پانچ سال کے لئے بونڈ بھرا

”پچھے دیکھا تم نے....!“ عمران نے اس سے پوچھا اور اس نے نقی میں سر بلادیا... وہ اپنے  
خنک ہونوں پر زبان پھیرتا ہوا دروازے ہی کی طرف متوجہ رہا۔  
”یہ کس کی آواز تھی....؟“ جو لیا نے عمران سے پوچھا  
”تھریسیاکی!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ظفر نے پھر مینڈولین پر مصراط لگائی  
”ختم کرو....!“ جو لیا جھنجلا کر بولی۔

”نبیں....ٹھیک ہے....!“ عمران نے سر بلاد کر کہا ”اب تم مجھے کوئی اچھا سانگھے نہو!“  
ظفر جھوم جھوم کر بجا تارہا... تھیلما، تویر اور جو لیا کو یہ حرکت گرال گزر رہی تھی اور  
صدر اس سے قطعی بے تعلق نظر آرہا تھا۔

”کیا میں ڈیوٹی پر جاؤں!“ اس نے عمران سے پوچھا۔

”نبیں تم بھی سنو! ظفر بہت اچھا میوزیشن ہے!“

”تمہاری اسی دیوالگی پر تو مرتی ہوں!“ تھیلما عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔  
”نبیں تم مجھ پر زندہ رہنے کی کوشش کرو۔“ عمران ظفر کی طرف دیکھتا ہوا بولا اور جو لیا  
کہنہ تو ز ناظروں سے تھیلما کو دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”یہ وقت اسی باتوں کا تو نہیں۔“

”لیکن آدمی تنخوا دار پر بھی اس سے باز نہیں آتا....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی.... اور  
ظفر نے مینڈولین پر ہاتھ روک کر کہا۔ ”آپ کا فرمانا بجا ہے مو سیو! میرا خیال ہے ما موزیل تھیلما  
بھی آپ سے محبت کرتی ہیں۔“

”جب اگر اسی طرح خیال فرماتے رہے تو یہ خادم کسی کو مندہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہ  
جائے گا!“

اچاک پھر تھریسیاکی آواز آئی.... ”نبیں نے کہا تھا کہ تم لوگ باہر آ جاؤ!“

”تم خود ہی تکلیف کرو نا اندر آنے کی!“ عمران نے چیخ کر کہا۔  
لیکن اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سب خاموشی سے بیٹھے رہے وہ تین منٹ بعد پھر آواز آئی۔  
”تم نے سنا تھا.... میں کہہ رہی ہوں باہر آ جاؤ۔“

عمران اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا ٹھاکر جو لیا نے اس کا بازاو پکڑ لیا۔  
آواز پھر آئی۔ ”تمہیں شوگر بینک چلتا ہے! میں یہ آئے دن کا قصہ ہی ختم کر دینا چاہتی  
ہوں.... تم سب زبردستی زیرولینڈ کے شہری بنائے جا رہے ہو! تمہارے چاروں ساتھی اس  
وقت میرے قبضے میں ہیں۔ اور تم بھی اس گھانی سے نہیں نکل سکتے۔“  
آواز کے اختتام پر ہوا کا ایک زبردست جھونکا دروازے سے درآیا اس میں تیر قسم کی کوئی  
نگار بھی شامل تھی۔ ان کے سر چکرا گئے۔

عمران نے سانس روکنے کی کوشش کی لیکن وہ بواعصاب پر اس طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ  
ایک پیش نہ گئی۔ دوسروں کے ساتھ ہی وہ خود بھی چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد یہ اندازہ کرنا کہ بے ہوش تھی دیر تک طاری رہی ہو گی۔ ....  
مشکل ہوتا ہے اگر عمران کی کلائی پر آٹو میک کیلندرو ایج موجود نہ ہوتی تو وہ فوری طور پر نہ معلوم  
کر سکتا کہ اسے پورے چوبیں لگھنے بعد ہوش آیا ہے!۔

وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ گیا اور جسم پر اپنا لباس نپا کر اور زیادہ بوکھلا گیا!  
وہ اس فوجی وردی کے بھجنے ریشمی سلپنگ سوٹ میں تھا۔ ایک ٹھنڈی آہاں کے سینے سے  
آزاد ہوئی۔

اپنے اسلو کے ساتھ الیکٹریکس بھی گیا۔ الیکٹریکس حاصل کیا تھا اور مطمئن ہو گیا تھا کہ اگر  
ان لوگوں سے دوبارہ مدد بھیڑ ہوئی تو وہ کام آئے گا۔

کاش وہ تھریسیاکی آواز پر اپنے ساتھیوں کو جھونپڑے سے باہر نکال لاتا۔ .... ممکن تھا کہ اس  
صورت میں اس بے دست دپائی سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ وہ تن بے تقدیر ہو کر دوبارہ لیٹ  
گیا کہرا ایکر کنڈیشنڈ تھا اور اس میں آسائش کی ہر چیز موجود تھی!....!

وہ تھریسیاکی دھمکی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے کہا تھا کہ اب انہیں زبردستی زیرولینڈ  
کا شہری یاد و سرے لفظوں میں قیدی بنایا جائے گا تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

عمران نے پھر ایک طویل سانس لی اور دوبارہ اٹھ بیٹھا۔ باسیں جانب اسٹول پر ایک فون رکھا  
نظر آیا۔ .... اس میں ڈائل کی جگہ شیشے کی ایک چرخی گی ہوئی تھی۔ اس کے نیچے ایک پیش بہن  
تھا۔ .... عمران نے محض دیکھنے کے لئے ریسیور اٹھا کر بہن دبایا۔ شیشے کی چرخی تیزی سے گردش

کرنے لگی! اور اس پر ایک تصویر ابھر آئی... ایک لڑکی کی تصویر جس کے ہاتھ میں فون کاریسسور تھا اور ماڈ تھے پیس میں کچھ کہہ رہی تھی۔!

عمران نے ریسیور کان سے لگایا۔

غالباً وہی لڑکی "ہلو ہلو" کہہ رہی تھی۔

"میں ہوش میں آگیا ہوں...." عمران نے ماڈ تھے پیس میں کہا۔

"بہت بہتر ہے جتاب! ہولڈ آن کیجھے!" لڑکی کی آواز آئی اور چرخی پر اس کی تصویر دھنڈلی ہو کر غائب ہو گئی! پھر اسی جگہ دوسری تصویر ابھری.... تھریسیا کی تصویر جو بڑے دل آؤ ہے انداز میں مسکرائی۔

"بالآخر... تمہیں ہوش آگیا۔" تھریسیا کی آواز آئی۔

"کیا پھر بے ہوش ہو جاؤ؟" عمران نے احقانہ انداز میں کہا۔ "تمہیں اگر میری ہوش مندی ناگوار خاطر ہو تو اب کے میں خود ہی کو شش کروں!"

"عمران سمجھیگی اختیار کرو.... میں آخری بار تم سے کہتی ہوں کہ میرے ہو جاؤ!"

"پانچ سو سچھتر عورتیں مجھ سے یہی کہتی ہیں اور میں سخت قسم کی کشمکش میں بٹلا ہو گیا ہوں۔"

"کیسی کش کمش؟"

"ان میں سے کسی کا بھی دل نہیں توڑنا چاہتا.... تم ایسا کرو کہ ایک سو سچھر رچاؤ۔ میرے لئے یا پھر میرے سات سوال ہیں.... جو عورت یہ پرچھ حل کر دے گی، اسی کا ہو جاؤ گا۔"

"عمران۔!"

"سوال نمبر ایک.... دھونس جما کر زبردستی عشق کرنے والی عورت کو لاطینی زبان میں کیا کہتے ہیں؟"

"سوال نمبر دو.... بچے کم خوش حال گرانا کس نبی کا قول ہے؟"

"سوال نمبر تین.... اگر دس بچوں کا باپ دوسری شادی کرنا چاہے تو تیسرا کے امکانات کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں؟"

"عمران....!" تھریسیا کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نظر آئے!

"سوال نمبر چار.... خدا نے عورت کیوں پیدا کی.... مرد ہی میں کوئی ایسا سُم کیوں نہیں

رکھ دیا کہ اسے کسی سے عشق نہ کرنا پڑتا۔"

"سوال نمبر پانچ...!؟"

"عمران اگر تم نے کبواس بند نہ کی تو....!"

"ارے واہ.... ابھی سے... میں بچ کہتا ہوں.... اگر کسی عورت نے ساتوں سوال حل کر دیئے تو بلا شرکت غیرے میری مالک بن جائے گی!"

اچھی بات ہے تو اب زندگی بھر ٹوکریاں ڈھونے کے لئے تیار ہو جاؤ.... تمہارے ساتھی مزدوری پر لگاوے گے ہیں!"

"تو مجھے بھی چلتا کرو جلدی سے.... بیکار پڑے پڑے اعضاء بھنپنی میں بٹلا ہو گیا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے۔" تھریسیا نے قہر آکو دل بچھے میں کہا اور اس کی تصویر چرخی پر سے غائب ہو گئی۔

عمران نے ریسیور کریڈیٹ پر رکھ دیا.... دبا ہوا بہن پھر نکل آیا۔ اور چرخی رک گئی۔

پھر تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری بھر کم آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چڑے کا چاپک تھا۔ عمران اسے پہلی ہی نظر میں پہچان گیا۔ یہ گالوید اقا اور اسے کسی شکاری کے کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔

"اٹھو....!" وہ چاپک پھٹکار کر دھاڑا۔

"اٹھ گیا....!" عمران نے بستر چھوٹتے ہوئے کہا۔

"بابر چلو!"

عمران جو تاپنے لگا۔

"نہیں.... ننگے بیر چلو....!"

"می یا ڈیڈی نے اس حال میں دیکھ لیا تو اپنی تربیت پر آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے....!"

عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

گالوید اسے راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ اس نے کہا "اگر مادام کو منظور ہوتا تو میں تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا!"

"بہت بہت شکریہ مادام کا....!" عمران نے کہا اور دروازے سے نکل گیا۔

اب وہ ایک بہت بڑے ہاں میں تھا۔ یہاں متعدد آدمی مختلف قسم کی مشینوں پر جھکے ہوئے

اس طرح اپنے کام میں مستقر تھے کہ انہوں نے سر اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔  
”چلتے رہو...!“ گالوید اعقب سے غایا۔

عمران کا اندازہ تھا کہ ہال کے ادھر ادھر بھی کمرے ہوں گے۔ ہال سے گزر کر وہ ایک راہداری میں داخل ہوئے۔ اس راہداری کی طوالت کم از کم ایک فرلانگ ضرور رہی ہوگی۔ اس میں دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دروازے تھے۔

راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا جس سے گزر کر وہ ایسی جگہ پہنچے جس کی تعیر میں آدمی کا اتحاد نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ایک قدر تی عار کا دہانہ معلوم ہوتا تھا جس پر باہر سے ایک جملی ہوئی چیزان سایہ کئے تھی! غار کے دہانے پر نکل کر وہ کھلے میں آگئے! جملی دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی! چاروں طرف نظر آنے والے پہلاں بیڑے سے ڈھکے ہوئے نظر آئے۔

اس وادی میں بے شمار آدمی مزدوری کرتے دکھائی دیئے۔ چنانیں توڑی جاری تھیں اور پھر وہ کخف سائز کے ٹکڑے کائے جا رہے تھے! اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔

”میرے ساتھی کہاں ہیں؟“ عمران نے گالوید اسے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا...!“ گالوید اسے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”مجھے کیا کرنا پڑے گا؟“

گالوید اسے ایک ٹوکری اس کے حوالے کر کے کہا: ”روٹیوں کے اس ذہیر کو بیہاں سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہے!“

یہ ایک بہت بڑا ذہیر تھا جس کے پیچے سے پھر توڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ لیکن توڑنے والے دکھائی نہیں دیتے تھے۔

کئی عورتیں ہتھوڑوں سے پھر توڑتی نظر آئیں۔ جن میں جولیا اور تھیما بھی تھیں۔

دونوں عی عمران کو دیکھ کر اس کی طرف جھپٹیں۔

”یہ ہم کہاں پہنچ گئے؟“ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

”ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا.... محبت میں پھر توڑتی جاؤ.... تم دونوں!“

”اور لوگ کہاں ہیں؟“ جولیا نے پوچھا۔

”پچھے نہیں... اپنا کام کرو...!“ عمران نے کہا اور جھک کر ٹوکری میں روٹیاں بھرنے لگا۔ اسی طرح شام ہو گئی! اور کام روک دیا گیا۔ ایک طویل قامت بدیکی عورت ہاتھ میں چڑے کا چاپک لئے ہوئے آئی اور ساری عورتوں کو ایک طرف ہاک لے گئی!۔ گالوید ا عمران کے قریب کھڑا تھا۔

وہ اس کو اسی غار کے دہانے کی طرف لے چلا جہاں سے لایا تھا۔ دہانے سے وہ راہداری میں داخل ہوئے اور تھوڑی ہی دور چل کر ایک جانب کے دروازے پر گالوید ارک گیا۔ عمران کو بھی زک جانا پڑا۔ گالوید اسے دروازہ کھول کر عمران سے اندر جانے کو کہا۔ ”لیکن میں تو وہاں تھا...!“ عمران بولا۔ ”اب بیہاں رہو گے...!“ گالوید ا غایبا۔

عمران اندر چلا گیا۔ اور دروازہ اس کی پشت پر بند ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ لیکن بیہاں تیش کا وہ سامان نظر نہ آیا، جو اس سے پہلے والے کمرے میں تھا۔۔۔ بیہاں ایک طرف فرش پر ایک کمبل پڑا ہوا تھا۔۔۔ اور چھوٹی سی تپائی پر پانی کا گلاس اور جگ رکھے ہوئے تھے۔

دیوار پر ایک جگہ واش میکن لگا ہوا تھا۔۔۔ اور بس۔۔۔ بائیں جانب کی دیوار پر ایک کھڑکی بھی نظر آئی جو بند تھی۔۔۔ قریب پہنچ کر عمران نے اس کا بولٹ گرا یا اور وہ کھل گئی! چوکھ سلاخوں دار تھی! دوسری طرف کے کمرے میں کوئی سر جھکائے فرش پر بیٹھا تھا۔۔۔ کھڑکی کھلنے کی آواز پر اس طرف متوجہ ہو گیا۔

”اوہ.... ویم ہا پکنر....!“ عمران کی زبان سے بے ساختہ نکل۔ ”کون ہے.... بھائی....!“ ہاپکنر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے لمحے میں بلا کا درد تھا۔ خاکساری تھی!۔

”میں ادھر کھڑکی پر ہوں۔!“

ہاپکنر اٹھ کر ٹوٹا ہوا کھڑکی کی طرف بڑھا۔

”ہا.... ادھر.... ادھر ٹھیک.... آواز کی سمت چلے آؤ.... بس ٹھیک!“

”تم کون ہو؟“ وہ قریب آکر بولا۔

”بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے؟“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”پھر کیا ہوا....؟“

”میں نہیں جانتا کہ پھر خود اس حق کا کیا حشر ہوا.... قریبیاً نے اپنے کام نکال لینے کے بعد نے بھی زندہ نہ چھوڑا ہو گا۔“

”سبھی میں نہیں آتا کہ میرا کیا حشر ہو گا....!“

”گوڑیں.... صبر سے کام لو.... میں بھی بہت زیادہ گرم دماغ کا آدمی تھا.... لیکن بصارت کے ساتھ ہی وہ گرمی بھی جاتی رہی ہے.... دماغ خشناک کھو.... آخر وہ تم سے کیا چاہتی ہے۔“

”یہی کہ میں اس کے دماغ سے سوچوں.... لیکن یہ کیونکر ممکن ہے!“

”اس کے دماغ سے سوچنے کی ادراکی توکری سکتے ہو۔! یہی کرتے رہو تو قتلکے اُس پر قابو نہ پا لو....!“

”تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس کی ہاں میں ہاں ملا تار ہوں۔ حتیٰ کہ میرا بچہ اس کی گردن تک پہنچ جائے۔!“

”ہاں میں یہی کہنا چاہتا تھا....!“ دیلم ہاپکنز نے خشنڈی سانس لے کر کہا۔

”اچھی بات ہے۔!“ میں دیکھوں گا کہ اب کیا کر سکتا ہوں!“

و دیلم ہاپکنز پھر اسی طرف مڑ گیا.... جدھر سے انھ کر آیا تھا اور عمران نے کھڑکی بند کر لی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اسے دیلم ہاپکنز کے قریب رکھے جانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے.... کیا سارے کروں کے درمیان ایسی یہی کھڑکیاں ہوں گی....!“

لیکن ہاپکنز کے کرے کی دوسری طرف کی دیوار میں تو ایسی کوئی کھڑکی نہیں تھی۔! حالانکہ راہداری کی بناوٹ کے انداز سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ دونوں طرف کروں کی قطاریں ہوں گی۔

کیا تھریسا اس کے توسط سے ہاپکنز سے کوئی اہم بات اگلوانا چاہتی ہے۔!

یہ نیساوں مستقل طور پر اس کے ذہن میں چھترابا۔



ظفر بہت مگن تھا! خوشی اس بات کی تھی کہ اس سے اس کا مینڈولین نہیں چھینا گیا تھا۔

”ایک قیدی....!“ عمران نے جواب دیا۔... ”اب وہ پاگل ہو گئی ہے۔!“

”ہاں.... حق مجھ وہ پاگل ہو گئی ہے.... سب کو تباہ کرائے گی۔ تم مجھے اپنام بتاؤ۔“

”گوڑیں....!“ عمران بولا۔ ”میں نے تمہیں ہمیشہ دوز سے دیکھا ہے تم مجھ سے واقع نہیں ہو۔ میں بر ایں میں تھا۔“

”کس خطا پر پکڑے گئے ہو۔!“

”ایک مسئلے پر مشورہ دیا تھا.... لیکن وہ تو الفانے کی موت کے بعد سے پوری پوری ڈکٹیٹر بن گئی ہے۔!“

”میں تمہیں ایک بات بتاؤں....!“ ہاپکنز آہستہ سے بولا۔ اسے تحریک سے کوئی دل جھی نہیں رہی۔ وہ ساری دنیا پر اپنے ذاتی اقتدار کے خواب دیکھ رہی ہے۔“

”یہ بڑی عجیب بات ہے۔!“

”اور سنو....!“ اس نے مجھے نیچا دکھانے کے لئے الفانے کے قاتل سے ساز باز کی.... اگر اس قاتل کی مکاری مجھے اندر ہاندہ کر دیتی تو بتاتا ان دونوں کو....!“

”واقعی پاگل ہو گئی ہے.... گلیا۔... تم کب سے یہاں ہو؟“

”زیادہ دن نہیں ہوئے.... وہ بڑی اذیت پنڈ ہے۔ میری بے بسی پر قبیلے لگانے کے لئے اس نے مجھے زندہ رکھا۔ لیکن میں۔ لیکن میں....!“

”وہ خاموش ہو کر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملے گا....!“

”کیا بات ہے.... مجھے بتاؤ.... جی ہلکا ہو تاہے اس سے!“ عمران نے ہمدردانہ لمحے میں کہا۔

”کچھ بھی نہیں.... کچھ نہیں.... تم سے کیا کام لیا جا رہا ہے؟“

”آج سارا دن روڑیاں ڈھونتا رہا۔!“

”مجھے دیکھو میں اپنی بیٹائی کھو چکا ہوں.... لیکن وہ مجھ سے جسمانی مشقت لیتی ہے.... جب ٹھوکریں کھا کھا کر گرتا ہوں تو قبیلے لگاتی ہے۔!“

”تم نے اپنی بیٹائی کیسے کھوئی تھی؟“

ہاپکنز اپنی کہانی سنانے لگا کہ کس طرح وہ عمران کے ساتھ آئی تھی اور اس نے اپنی چالاکی سے اسے اندر ھا کر دیا تھا۔

کھلی تو خود کو اسی کرے میں پایا تھا جس میں اب بھی اس کا قیام تھا۔ اور ایک آدمی نے تقریباً ذہانی گھنٹے تک اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس کو کس قسم کی خدمات انجام دینی ہیں۔ ظفر نے اس سے اپنے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہا تھا۔ ”نہیں جناب!“ اس نے بڑی شانتیگی سے کہا تھا۔ ”میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ نئے آنے والوں کو ٹریننگ دوں لہذا آپ اس قسم کے سوالات کر کے میر اور اپنا وقت ضائع نہ کیجئے!“ ظفر خاموش ہو گیا تھا اور وہ خاموشی اب تک برقرار تھی....! لیکن ایسا بھی کیا۔۔۔ اس نے سوچا آج اپنے کسی پڑو سی سے ضرور گفتگو کرے گا۔!

ٹیکرے سے اتر کر سید ھاغار کے دھانے کی طرف آیا۔۔۔ اور اس سے گزر کر اپنے کرے میں پہنچا۔۔۔ ہیئت پر چائے بنائی۔۔۔ اور سوچنے لگا کیوں نہ برا برداں لے پڑو سی کو بھی اس چائے میں شریک کر لے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ دونوں بازوؤں والے کروں میں کون رہتا ہے۔ پھر بھی اس دروازے پر دستک دے ہی بیٹھا۔

دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والی ایک سفید فام لڑکی تھی۔ وہ دروازہ کھولے بت کی طرح کھڑی رہی۔ البتہ اس کی آنکھوں میں حیرت ضرور جھانک رہی تھی۔ بڑی خوب صورت لڑکی تھی۔۔۔ عمر انہارہ انہیں سال سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔۔۔ چہرے پر میک اپ نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ظفر کو بہت اچھی لگی۔

”کیا آپ میرے ساتھ چائے پینا پسند کریں گی؟“ ظفر نے پوچھا۔

”کیا چائے بھی کسی کے ساتھ پی جاتی ہے؟“ لڑکی نے بہت ہی اکھڑ قسم کے لمحے میں سوال کیا۔ ”کبھی کبھی ساتھ بھی پیتے ہیں!“ ”میں نے تو آج تک نہیں دیکھا۔۔۔ عقل میں آنے والی بات ہی نہیں“ لڑکی کے لمحے کا اکھڑ پن بدنستور قائم تھا۔

”کیوں۔۔۔ عقل میں آنے والی بات کیوں نہیں۔۔۔!“ ظفر نے مسکرا کر پوچھا۔

”یہ تم اس طرح منہ کیوں بنارہے ہو؟“

”میں مسکرا رہا ہوں۔۔۔ محترمہ منہ نہیں بنارہا۔۔۔!“ ظفر نے کسی قدر جھینپ کر کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہی ہے مسکرا۔۔۔!“ لڑکی نے اسمنہ بنارکر بولی۔ ”میں نے کہیں یہ لفظ سناتھا۔“

لیکن اسے دوسروں کے متعلق تشویش تھی کہ وہ کہاں گئے۔۔۔ وہ خود ایک کارخانے میں نکایا گیا تھا جہاں شیشے کی نلکیاں ڈھانی جاتی تھیں۔

دن بھر وہ مشین پر کام کرتا اور سر شام میزدھ لین سنبھال کر کسی سر بیز میکرے پر جائیٹھا۔ لیکن تین دن گزر جانے کے بعد بھی وہ کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر کا تھا۔ عجیب لوگ تھے۔ اس جھکائے ہوئے آتے دن بھر کام کرتے اور پہلے ہی کے انداز میں سر جھکائے ہوئے واپس چلے جاتے۔ ان میں لا کیاں بھی تھیں۔۔۔ لیکن اتنی خلک اور مواد بھی جیسے وہ بھی کسی خاص قسم کی مشین میں ڈھانی گئی ہوں۔!

میزدھ لین بجائے وقت وہ اس میکرے پر تھا ہو تو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا اس کی طرف۔ تھک ہار کر وہ بھی اس غار کے دہانے کی طرف چل پڑا جس کے اندر دور تک دور دیہ کرے بنائے گئے تھے۔

عجیب بات تھی۔۔۔ باہر چلنے پھرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن وہ کوئی عمارت کھلے میں نہیں بناتے تھے۔ زیر زمین تیزیات کا سلسلہ برا بر جاری تھا۔۔۔ جس کارخانے میں ظفر کام کرتا تھا وہ بھی زمین دوز ہی تھا۔ ظفر کا اندازہ تھا کہ یہاں ایسے ہی متعدد کارخانے ہوں گے۔ کیونکہ جس قسم کی نلکیاں اس کے کارخانے میں ڈھانی جاتی تھیں اپنی اس حیثیت سے بیکار سی چیز تھیں۔۔۔ انہیں یقینی طور پر کسی دوسرے پر زے سے جوڑا جاتا ہو گا۔

اس نے اس سلسلے میں بہت کچھ سوچا تھا۔۔۔ لیکن زیادہ جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔ بس کارخانے جاتا۔۔۔ شام کو کچھ دیراں میکرے پر بیٹھ کر میزدھ لین بجا تا اور پھر قیام گاہ کی طرف لوٹ جاتا۔

اس نے دوسرے کارخانوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔! جب وہ یہاں تک پہنچنے کے سلسلے میں پیش آنے والے واقعات پر نظر کرتا تو مزید کچھ اور جانے کی خواہش دم توڑ دیتی۔۔۔ کہیں انجانے میں قدم غلط نہ اٹھ جائے۔۔۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر کسی نئی تبدیلی کے منتظر رہنا۔۔۔!

عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہی وہ بھی بے ہوش ہو گیا تھا اور جب دو بارہ آنکھ

چائے کی کیا رہی؟

”یہ ناممکن ہے... فضول باتیں نہ کرو...!“

”کیوں ناممکن ہے؟“ ظفر کے لمحے میں حیرت تھی۔

”ایک پیالی میں ہم کس طرح چائے پی سکیں گے۔ ایسا کرتے وقت ہمارے سر نے ٹکرائیں گے۔ اور کسی بہت بڑے طشت میں چائے پینے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔“

”ظفر نہ پڑا... اور وہ چوک کر پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔“ یہ کس قسم کی آواز نکالی تم نے۔!

”کمال کرتی ہیں آپ بھی... ارے میں بنا تھا۔!“

”ہنسنا کہتے ہیں اس کو!“ لڑکی حیرت زدہ ہو کر بولی۔ ”شاید یہ لفظ بھی پہلے سن چکی ہوں۔!“

”کیا آپ مجھے حق بھجتی ہیں؟“ ظفر نے کسی قدر تیز لمحے میں کہا۔

”نہیں تو اسی کوئی بات نہیں...!“ لڑکی بوکھلا گئی۔

”تو پھر اسی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟“

”تمہاری ہی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔“

”پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟“ ظفر نے بے بُی سے کہا۔

”میں کیا بتا سکتی ہوں...!“ لڑکی نے کہا اور پیچھے بہت کر دروازہ بند کر لیا۔

ظفر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود اس کے ذمہ کل آئی ہو۔ اور اسے ہر حال میں دوسروں سے چھپانا چاہئے۔

بڑی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف پلتا اور اس کا دروازہ بند کر کے اس طرح مطمئن نظر آنے لگا جیسے بھیڑیوں کا کوئی جھنڈا اس کا تعاقب کر رہا ہو۔

دروازہ بولٹ کر دینے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک دروازے کے قریب تھی کھڑا رہا۔

اس لڑکی میں اس نے کوئی بہت ہی عجیب بات محسوس کی تھی لیکن اس احساس کو معنی نہ پہنچا۔ اور اسی نامعلوم احساس نے اسے یہ سمجھ لینے سے باز رکھا کہ لڑکی اس کو یہ قوف بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

چائے دوبارہ گرم کرنی پڑی۔... چائے پی کر وہ پھر کمرے سے نکل آیا سوچ رہا تھا کہ پھر کھلی ہو ایں جائے۔... لہذا ابداری کے سرے کی طرف چلتا رہا۔

لیکن اس وقت وہ دروازہ بند ملا، جو غار کے دہانے کی جانب کھلتا تھا۔!

بہت کو شش کی کہ دروازہ کسی طرح کھل جائے مگر ممکن نہ ہوا۔ تھک بار کر پھر اپنے کمرے کی طرف پلٹ آیا۔... وہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح عمر ان تک رسائی ہو جائے۔ پہنچنے والے کہاں ہو گا۔... اس کے ساتھیوں میں سے بھی کہیں کوئی دکھائی نہ دی۔

ظفر پر افسرگی طاری ہو گئی تھی! وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتا ہوا اپنے کمرے کے دروازہ پر پہنچا ہی تھا کہ بالکل جانب والا دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی برآمد ہوا۔

”تم کون ہو۔...؟“ وہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹتا ہو گوا۔

”میں آدمی ہوں۔! آپ گھبرا میں نہیں!“ ظفر مسکرا یا۔

”نہیں تو۔... میں گھبرا یا نہیں۔...!“ اس نے کہا اور بڑی تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا۔

”کیا مصیبت ہے؟“ ظفر بڑا یا۔... ”کوئی بات کرنے پر بھی تیار نہیں۔!“

ظفر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ یہ آواز تو وہی تھی۔ بالکل وہی جو اس گھٹائی میں سنائی دی تھی اور اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

”میں ویسا نہیں ہو سکتا۔... میں ایک بچی ہوں۔!“ وہ تن کر بولا۔

”مینڈولین، بہت اچھا بجا تے ہو۔ کیا میں تمہیں اپنے پاس بلوالوں۔“ آواز آئی۔

”ضرور۔... ضرور۔...!“ ظفر چوک کر بولا۔ ”کوئی تو ہو جس سے باتیں کی جا سکیں۔“

”اچھی بات ہے۔... انتقال کرو۔...!“

ظفر نے طویل سانس لی اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کھڑکی پر ہاپکنز اور عمر ان کی سر گوشیاں جاری تھیں۔ تراں بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اس نے دفعی کو موڑ کر ایک پاپ ساتیار کیا تھا جو کان کو ڈھک لیتا تھا۔ وہ اس کے ایک سرے کو ہاپکنز کے کان سے لگا دیتا اور دوسرے سرے کو اپنے منہ کے قریب لا کر سر گوشیاں کرتا۔ اس

طرح ہلکی سی آواز بھی بیر و فضامیں نہ پھیلتی... یہ اس نے اس خدشے کے تحت کیا تھا کہ کہنی ان کمروں میں ڈکٹنافون نہ پو شیڈہ ہوں اور ہو سکتا ہے اُسے ہاپکنز کے قریب اسی نے ہماگیا ہو کر تھریسا یا ہاپکنز سے کچھ اگلوانا چاہتی ہو۔ اس نے سوچا ہو گا کہ عمران اپنی رہائی کے لئے ایزیدی جو نیک زور لگادے گا۔ ہو سکتا ہے ہاپکنز سے گھے جوڑ کرنے کی کوشش کرے اور ہاپکنز جوش انقام میں اس کو وہ سب کچھ بتا دے.... جو تھریسا اس سے نہیں معلوم کر سکتی تھی اور عمران کا یہ خیال قطعی درست ثابت ہوا۔

اس وقت ہاپکنز اس کے کام میں کہہ رہا تھا۔ ”گوڑیں تم بہت ذین ہو۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ تمہیں اپنی آنکھیں بنا لوں!“

”ٹھیک ہے! تمہارا تجربہ اور میرا جوان جسم بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تھریسا دوسروں کو بھی تنظیم سے بدل کر رہی ہے!“

”چھاتسو سنو! میرے تین آدمی ایکیں تک میزے قبضے میں ہیں۔ انہیں حالات کا علم نہ ہو گا۔ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ میں کس حال میں ہوں تو وہ پورے شوگر ٹھیک کوتباہ کر کے رکھ دیں۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مجھے بتاؤ!“

”ٹھوکر تو نہیں کھاؤ گے.... وہ میرا آخری حرہ ہے۔ اگر ضائع ہوات تو مجھے اپنے ہی ہاتھوں گلا گھونٹ لینا پڑے گا۔“

”میں بڑی خود اعتمادی کے ساتھ اس کام کا یہ اٹھا سکتا ہوں۔“

”یا تم اس علاقے کے بارے میں کچھ زیادہ واقعیت رکھتے ہو!“

”بالکل نہیں!“

”پھر کیسے کام چلے گا؟“

”میں گرد و پیش سے واقعیت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا!“

”خیر!“ ہاپکنز نے ٹھنڈی سانس لی۔

”اب ہمیں کچھ بلند آواز میں بھی گفتگو کرنی چاہئے۔“ عمران بولا۔

”تم ذین تو معلوم ہوتے ہو... جی چاہتا ہے اعتماد کر لوں تم پر!“

اس کے بعد وہ بلند آواز میں اپناد کھڑا لے بیٹھے تھے۔

پھر کھڑکی بلند کر دی گئی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اگر ہاپکنز نے کوئی نشان دہی کر بھی دی تو وہ اس انجان علاقے میں کیا کرے گا۔

دن بھر روڑیاں ڈھونے سے فرست نہیں ملتی تھی اور گالو یا اغاص طور پر اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔

رات گزار کر حبیبِ محصول وہ ناشتے کے بعد پھر کرے سے نکال دیا گیا۔ اس کا کمرہ باہر سے مقفل کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پھر نکلے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو تاھا۔

گالو یا اکار خم شاید مندل ہو گیا تھا۔ یہ نکد اس کے چہرے پر پائے جانے والے کرب کے آثار مستقل قسم کی تازگی میں تبدیل ہو گئے تھے۔

اس وقت وہ ہاتھ میں چجزے کا چاپک لپیٹے اس کے پیچے پیچے چل رہا تھا!

زمین دوز عمارت سے نکل کر وہ پھر اسی جگہ آپنے چہاں کام ہو رہا تھا۔

روڑیوں کے ڈھیر کے پاس سورتیں پھر توڑ رہی تھیں! لیکن آج ان میں جو لیا نہیں صرف تھیما نظر آئی۔

عمران اس کے بارے میں پوچھ ہی رہا تھا کہ گالو یا اغرا لیا ہوا چھڑ دوڑا۔ ”تم پاکام کرو!“

”میں صرف اپنے ساتھیوں کی خیریت دریافت کرنا چاہتا ہوں!“ عمران نے نرم لمحہ میں کہا۔

”خاموشی سے کام کر دو!“ وہ غرایا ہوا دوسری طرف مڑ گیا اور عمران پھر تھیما کی طرف متوجہ ہو گیا! تھیما کا پتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

”ہم دونوں ایک ہی کمرے میں رہتے تھے آج چھڑ دہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔“

گالو یا اس بار گھونسہ تان کر پلٹا تھا! عمران اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور وہ اپنے ہی زور پر کئی قدم تک آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ پھر مڑا تو چاپک کے بل اُس کے ہاتھ سے کھل گئے تھے۔

اس نے عمران پر چاپک سے وار کیا لیکن اسے بھی خالی دے کر عمران نے اسے آگاہ کیا کہ اگر اب اس نے حملہ کیا تو اس کے حق میں اچھانہ ہو گا۔

اس پر گالو یا امری طرح بھر گیا۔ چاپک چھینک کر عمران پر چلا گک گا۔

عمران اس کے لئے پہلے ہی تیار تھا۔ ایک طرف ہٹ کر اس کی پشت پر دو ہتھ جو رسید کیا تو وہ من کے مل نیچے چلا آیا۔ پھر عمران نے اسے اٹھنے کی مہلت نہ دی! دو نوں گھنٹے اس کی پشت پر ٹیک

کربائیں ہاتھ سے اس کی کھوپڑی زمین پر رگڑا لی۔

اوے اس کی قوت کا اندازہ تھا۔ اس نے عمران نے پوری طرح چوکس ہو کر اس پر جوابی حمل کیا تھا۔ اس کی جگہ اگر اور کوئی ہوتا تو گالویدا بھی کامٹھ کھڑا ہوا ہوتا۔ اب بھی یہ عالم تھا کہ اسے زمین سے لگائے رکھنے کے لئے عمران کو پوری قوت صرف کرنی پڑ رہی تھی خدا شہ تھا کہ کہیں سے اس کا کوئی مدد گارہ پہنچ جائے لہذا اسے پٹانے میں جلدی کرنا چاہتا تھا!

گالویدا کی گردان پر اس کا واؤ بڑھتا رہا۔ ارادہ جان سے مار دینے کا نہیں تھا۔ لیکن وہ اس اختیاط میں زیادہ وقت بھی صرف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جلد ہی اس نے محوس کیا کہ گالویدا کے ہاتھ پر ڈھیلے پڑ گئے۔ تب وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ پھر تیزی سے جھکا اور اس کی جامہ ٹلاشی لینے لگا۔

اس کی جیب سے ایک وزنی پرس برآمد ہوا۔ اور بس....! عورتیں دور کھڑی خوف زدہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھیں۔ صرف تھیما کے چہرے پر بشاشت تھی اور اس کی آنکھوں کی چمک کئی ٹکا بڑھ گئی تھی۔ دفعتاً ایک عورت عمران کے قریب آکر خوف زدہ لمحے میں جلدی جلدی کہنے لگی....”بھاگ جاؤ.... فوراً بھاگ جاؤ.... ورنہ وہ تمہارا زیستہ ریشتہ الگ کر دیں گے.... بھاگو....!”

عمران نے اس کی بات تو سن لی تھی لیکن اس کے اندازے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے مشورے پر عمل بھی کرے گا۔ آس پاس ان عورتوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

عمران نے گالویدا کی لاش اپنی پشت پر اٹھائی اور ایک جانب چلنے لگا۔ وہ جلد از جلد اسے کہیں چھپا دینا چاہتا تھا۔ آخر ایک چھوٹا سا گڑھا مل گیا۔ اس نے گالویدا کو اس میں دھکیل کر اسے چھوٹے بڑے پھرلوں سے پاٹ دیا۔

پھر اس سے برآمد ہونے والے پرس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس میں پانچ چاہیوں اور ایک الکٹرو گس کے علاوہ سرخ رنگ کی تمن چار سو نیان بھی تھیں۔

اس نے سوچا چلو محنت نہ کلانے لگی.... ایک الکٹرو گس پہلے ہاتھ آیا تھا وہ پھر تھریسیا ہی کے ہاتھ لگا اور اب یہ....! لیکن دونوں کے لئے عمران کو دوزندگیوں سے کھلیا پڑا تھا۔

وہ پرس کو جیب میں ڈالتا ہوا چنان کی اوٹ سے لکا اور روڑیوں کے ذہیر کی طرف چل

ا.... تھیما کے علاوہ اور ساری عورتیں پھر پہلے ہی کی طرح پتھر توڑنے میں مصروف ہو گئیں۔ تھیما شاید عمران کے انتظار میں کھڑی تھی۔

”عکام کرو.... کام میں لگی رہو....!“ عمران اس کے قریب بھٹک کر بولا۔

”مگر اب کیا ہو گا....؟“

”عکام کرو.... میں کہہ رہا ہوں....!“ عمران نے کہا اور ٹوکری میں روٹیاں بھر نے لگا۔

ذر اسی دیر بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے یہاں کوئی غیر معمولی حدادہ ہوا رہی تھا۔

وہ دن بھر کام کرتے رہے اور چھٹی کے قریب جب تھیما عمران کی طرف بڑھی تو وہ بے حد بخیج گئی سے بولا۔ ”نہیں اور ہر نہیں! جہاں اب تک جاتی رہی ہو وہیں جاؤ.... ان عورتوں کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ ان کی رہائی کے دن قریب ہیں.... بس وہ اپنی زبانیں بند رکھیں....“

س دافقے کا علم ان کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ ہونے پائے ورنہ رہائی نا ممکن ہو گی۔“

پھر وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ پانچ سکھیوں میں سے ایک اس کے کرے کے روازے میں لگ گئی۔ اور وہ بہ آہنگی اندر داخل ہو گیا۔

سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ الکٹرو گس کو اپنے لائگ بوٹ میں رکھ کر اسے دوبارہ پہن لیا۔ ہر چند کہ وہ اس کے تکوے میں نہیں طرح بچھ رہا تھا۔ لیکن اس کی دانست میں اسے پچھائے رکھنے کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں تھی۔

یہ لائگ بوٹ اس کے لئے بعد میں فراہم کئے گئے تھے ورنہ پہلے دن تو گالویدا نے اسے نگئے پیر ہی چلایا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بقیہ چار سکھیوں کا کیا ہو گا....! کہیں دو چار سکھیاں ہی سشن پھیلانے کا باعث نہ بن جائیں۔

اس نے سوچا کیوں نہ اسی راہداری کے بقیہ دروازوں پر وہ سکنجاں آزمائی جائیں۔!

تھوڑی دیر بعد اسے یہ معلوم کر کے حریت ہوئی کہ اس راہداری میں جتنے بھی دروازے تھے انہیں پانچوں سکھیوں میں سے کسی نہ کسی سے کھولے جاسکتے تھے۔ لیکن اس نے فی الحال یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ دوسرے کمزروں میں کیا ہے!

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ ہاپکنز کی طرف کی کھڑکی کھول کر پھر اس سے سر گوشیاں کر رہا تھا۔ اس نے اپنے آج کے کارنامے کے متعلق بتایا۔

”اوہ....!“ ہاپنzer بولا۔ ”اگر تم ایک عدو الیکٹروگس حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہو تو  
یہ تمہاری خوش بخشی ہے لیکن کیا تم اس کے استعمال سے واقف ہو....!“

”پوری طرح....!“ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن افسوس! تم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اگر ان عورت کو علم ہو گیا کہ اس کا  
ایک پروڈاکٹر تمہارے ہاتھوں مارا گیا ہے تو وہ تمہاری سزاۓ قید سزاۓ موت میں بدل دے گی۔“

”پھر مجھے کیا کرنا چاہئے!“ عمران نے پوچھا۔

”میری سبھ میں نہیں آتا۔ مجھے سونپنے دو... کھڑکی بند کر دو!“

ہاپنzer کہتا ہوا اضطرابانہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

عمران نے اس کی ہدایت کے مطابق کھڑکی بند کر دی۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔  
وہ تپائی کے قریب آیا اور خوان سے سرپوش ہٹا کر جو کچھ بھی سامنے آیا کھانا شروع کر دیا۔ آج تو  
دوپھر کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ دوپھر کو روزانہ گالویڈ اوہیں کام پر ہی اس کے لئے کھانا مہما  
کرتا تھا اور رات کا کھانا کرے کی تپائی پر کھا ہوا ملتا۔

کچھ عجیب سے شب دروز گزر رہے تھے۔ پتہ نہیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا تھا۔  
کھانے کے بعد اس نے کمرے میں نہلانا شروع کر دیا۔ ایسے اضطراب کا عالم آج تک اس پر  
نہیں گزرا تھا۔

بڑی عجیب پھویش تھی وہ آزاد بھی تھا اور قیدی بھی....! قیدی یوں کہ اس جاں سے نکل  
نہیں سکتا تھا....! کس طرف جاتا....؟ کہاں سر نکلاتا پھرتا.... اور پھر اسے نہیں معلوم تھا کہ  
اس کے بقیہ ساتھی کہاں ہوں گے.... یہ قطبی ناممکن تھا کہ وہ انہیں تحریکیا کے رحم و کرم پر  
چھوڑ جاتا۔

دفعتاً کسی نے باہر سے دروازے پر دستک دی.... عمران دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھا  
پھر ٹھنک گیا.... عام حالات میں وہ کس طرح دروازہ کھول سکتا تھا جبکہ گالویڈ اسے باہر سے  
مقفل کر دیا کرتا تھا۔!

”کون ہے؟“ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔

”دروازہ کھولو....!“ باہر سے آواز آئی۔

”میں کس طرح کھول سکتا ہوں۔ پر دائزر اسے باہر سے مقفل کر جاتا ہے۔“ عمران نے  
جواب دیا۔ پھر باہر سے کوئی آواز نہ آئی! عمران وہیں کھڑا رہا۔  
تو اس کا یہ مطلب ہے کہ گالویڈ اکی تلاش شروع ہو چکی ہے۔ عمران کو پھر توڑنے والیاں یاد  
آئیں۔ ان سے ضرور پوچھ گچھ کی گئی ہو گئی....! ہو سکتا ہے ان پر شندہ بھی ہوا ہو.... اگر ان میں  
کسی نے اگل دیا ہو تو.... تو پھر اسے پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔ تحریکیا جاتی ہے کہ وہ  
الیکٹروگس کے استعمال سے واقف ہے لہذا گالویڈ اکا الیکٹروگس اب اس کے قبضے میں ہو گا.... اگر  
اس چیز کو ذہن میں رکھ کر اس نے کوئی کارروائی کی تو وہ اس کا سو فصد انتہائی محظوظ اقدام ہو گا....!  
بس پھر اسے بھی پوری طرح تیار رہنا چاہئے!

اس نے بڑی پھرتی سے لامگ بوٹ کے بند کھولے اور الیکٹروگس کو ہاتھ میں لیا۔ یہی نہیں  
بلکہ دروازے کے بند کھولے اور الیکٹروگس نظر میں رکھتے ہوئے پوزیشن بھی لے لی۔  
اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور پائچ آدمی بھیڑکا قسم کے کمرے  
میں گھٹتے چلے آئے۔ عمران نے الیکٹروگس کا رخ ان کی طرف کر کے ٹریکر دبادیا۔ بلکہ ہی گرج  
کے ساتھ ان سکھوں کے چیختے اڑ گئے ان میں سے کوئی منہ سے آواز بھی نہیں نکال سکا تھا۔  
پھر وہی پہلے کا سانسناٹاری ہو گیا۔ عمران ان لوگوں کے گوشت کے لو تھزوں کو پھلانگتا ہوا تیزی  
سے راہداری میں آیا اور ہاپنzer کے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا۔

پھر اندر دا غل ہو کر ہاپنzer کے کان میں آہتہ سے بولا۔ ”یہ میں ہوں گوڑذین.... جلدی  
چلو.... میں نے پائچ آدمیوں کو الیکٹروگس کا نشانہ بنا دیا ہے.... اب نکل چلو.... ورنہ ساری  
زندگی میں پڑے رہو گے میں تمہیں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے چلوں گا۔ فکر نہ کرو آؤ!“

اس نے ہاپنzer کو اپنی پیٹھ پر لادا اور راہداری کے سرے کی طرف دوڑنے لگا۔ نکاں کا دروازہ  
کھلا ہوا ملا وہ نکلا چلا گیا اغار کے دہانے سے برآمد ہوتے ہی وہ کھلی فضا میں پہنچ گئے۔  
یہاں چاروں طرف اندر ہرے کی حکمرانی تھی۔ عمران نے روڑیوں کے ڈھیر ہی کی طرف  
چلنے شروع کیا کیونکہ وہی ایک راستہ اس کا جانا بوجھا تھا۔



وہ سب سوتے سے جگائے گئے تھے اور انہیں کہیں لے جیا جا رہا تھا۔ جو لیا اور تھیلما کے علاوہ

پہلی بار وہ سب ایک جگہ اکٹھے کئے تھے اپنی اپنی زیر زمین پناہ گاہوں سے نکل کر وہ کھلی ہوئی تاریک فضائیں پہنچے۔ ان کے گرد آٹھ آدمی چھ خیوں والی بندوقیں لئے جل رہے تھے۔ سکھوں نے اندر ہیرے ہی میں ایک دوسرا کو پہچانا تھا اور مضطربانہ انداز میں دریافت حال کرنے لگے تھے۔ لیکن گمراوں نے انہیں خاموش کر دیا تھا۔... دھمکی دی تھی کہ اگر کوئی یوا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

”ہے چلتے رہے۔۔۔ تھیلما جولیا کے ساتھ جل رہی تھی۔۔۔ اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں اس سے عمران کے بارے میں پوچھ چکھنے ہو۔ جلد ہی انہیں ایک زمین دوز عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ جوان عمارتوں سے بالکل مختلف تھی جن میں وہ انہیں تک رہتے آئے تھے۔

یہاں سب کچھ بلوں سے بنایا گیا تھا۔ ششے کی دیواریں، ششے کی چھتیں اور ششے ہی کے ستون۔ ہر طرف عجیب قسم کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں نہ گرمی کا احساس ہوتا تھا اور انہ سردی کا۔

تھریسیا ایک شہنشہ پر نظر آئی اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ظفر اس کے سامنے کھڑا مینڈولین بخارا تھا۔ تھریسیا نے ہاتھ انھا کر اسے ساز بند کر دینے کا اشارہ کیا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”وہ اس وقت بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ جولیا اور تھیلما اس کے سامنے بخج کر رہ گئی تھیں۔“  
”تھیلما۔!“ دفتار تھریسیا اس کی طرف ہاتھ انھا کر بولی۔ ”تم تھیلما ہی ہونا۔؟“  
”میں تھیلما ہوں۔۔۔!“ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

”کالویڈا کو عمران نے کس طرح مارا تھا۔۔۔!“  
”میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔! میں کچھ نہیں جانتی۔!“  
”تم وہاں اکیلی نہیں تھیں اور بھی عورتیں تھیں۔!“  
”تو پھر جب تم۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔۔۔؟“  
”کچھ بھی نہیں۔!“

”میں تم سب کو بہت بے دردی سے مار سکتی ہوں!“

”مادام۔۔۔ میری ایک گذارش ہے!“ دفتار ظفر بولا۔

”اوہ۔۔۔!“ تھریسیا چوک کراس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگی۔

عمران کے قصور کی سزا ان بے چاروں کو نہ دیجئے! عام طور پر طاقت ور لوگ رحم دل بھی تے ہیں۔ آپ بلاشبہ طاقت کا ستون ہیں!“

”تمہاری سفارش پر میں انہیں معاف کر سکتی ہوں۔۔۔ تم بہت اچھے آرٹسٹ ہو۔!“

”شکریہ مادام۔۔۔!“

”تم جانتے ہو!“ تھریسیا قیدیوں کو مخاطب کر کے بولی۔ ”وہ میرے کئی آدمیوں کو قتل کر کے بک قیدی کو انداز کر کے لے گیا۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ اسے حیرت سے دیکھے جا رہے تھے۔

”میں تم سے اس کا بدله لے سکتی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گی۔“

”میں تم سے کام لوں گی۔ تم میرے لئے کام کرو گے زندگی بھر۔۔۔ ظفر کوئی اچھا سانگھے۔!“

ظفر نے تاروں پر مضراب لگائی۔۔۔ ایک خوب صورت نغمہ فضائیں انگڑائیاں لینے لگا۔

تھریسیا کی آنکھوں سے غنوٹگی جھاک رہی تھی وہ جولیا کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے نہیں کیا سوچنے لگی تھی۔ دفتار اس نے ہاتھ انھا کر مو سیقی روک دی اور جولیا سے بولی۔ ”کیا یاں ہے تمہارا میں عمران کو مار ڈالوں گی۔“

”ک۔۔۔ کیا۔۔۔ وہ پھر پکڑ لیا گیا۔۔۔!“ جولیا بید حواس ہو کر بولی۔

”تو کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ وہ میری مدد کے بغیر یہاں سے جائے گا!“

جو لیا کچھ نہ ہوئی۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچتی رہی۔

”بہت طرح دے بچکی ہوں۔ اس بار زندہ نہ چھوڑوں گی!“ تھریسیا کہتی رہی۔!“ میں اسے داشت نہیں کر سکتی کہ زیرولینڈ کا کوئی شہری اس طرح مار لیا جائے۔ اس نے کئی خون کئے ہیں۔!“

”کیا وہ دوبارہ پکڑ لیا گیا ہے۔!“ جولیا نے پھر مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”کیوں۔۔۔!“ تمہارے علاوہ اور کوئی بھی یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین نہیں۔ کیا بات ہے؟“ تھریسیا کا الجہ بے حد زبریلا ہو گیا تھا۔

”راستہ خطرناک ہے..... میں پہلے اس کا اندازہ کرلوں ..... تم یہیں لیٹ جاؤ....!  
”نہیں.... ٹھیک ہے.... میں بیٹھوں گا....!  
”اس طرح دیکھ لئے جانے کا خدشہ ہے۔“

”دیکھ لئے جانے کا خدشہ....!“ وہ زہر خند کے ساتھ بولا ”پتہ نہیں کیوں ابھی تک کوئی نہ گراز نہیں اڑا۔ پوری وادی روشنی میں نہا جائے گی اس کی سرچ لاٹوں سے.... ہم نے تو جو اکھیلا ہے۔!  
”ایکش رو گس ہے میرے پاس....!“ عمران بولا۔

”شاید تم ایکش رو گس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے؟“  
”ہمارے یونٹ میں صرف ایک ایکش رو گس تھا۔ اسے بھی کبھی قریب سے دیکھنے کا اتفاق ل ہوا۔!  
”ایکش رو گس کی مار فالصوں کی پابند ہے۔ بلاشبہ وہ نہ گراز کے بھی پر خیچے ازا سکتا بشرطیکہ

نہ گراز سو گز کے فاسے پر پرواز کر رہا ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کی اندر وہی ساخت سے بھی فنا ہو گے۔!  
”ظاہر ہے کہ میں نے اسے قریب سے نہیں دیکھا۔ البتہ فرمایا نے مجھے اس کے استعمال، بارے میں بتایا تھا....!“ عمران بے تکان جھوٹ بولے جا رہا تھا۔ اور یہ بھی محض اتفاق تھا کہ خرازیل کے یونٹ کے بارے میں تفصیلی معلومات نہیں رکھتا تھا۔

ہاپنگز اس کی ہدایت کے مطابق زمین پر لیٹ گیا اور وہ نشیب میں اترنے لگا۔ کچھ دور چل کر اس نے محسوس کیا کہ چھپنے کے لئے یہاں بیتیری جگہیں ہو سکتی ہیں شاید نہ گراز کی سرچ لاٹیں بھی انہیں نہ ڈھونڈ پائیں۔

وہ پھر اوپر پہنچا اور ہاپنگز کو اٹھاتا ہوا بولا۔ ”اب تمہیں کچھ دور اپنے پیروں سے چنان پڑے راستہ مخدوش ہے دونوں ختم ہو جائیں گے اگر میں تمہیں اپنی پیٹھ پر لاد کر چلا۔!  
وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت احتیاط سے نیچے اٹا رہا۔

جگہ اچھی خاصی تھی۔ اوپر سے دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔ دو بڑے پھرودیں کے اوپر چنان کا کچھ حصہ بالکل سائبان کی طرح چھایا ہوا تھا۔ لیکن جگہ زیادہ کشادہ نہیں تھی۔

”یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں!“  
”اوہ....! یقین کرو میں اسے تمہارے سامنے ہی قتل کروں گی!“ تھریسا نے قہقهہ لگای۔ جو لیا پکیں جھپکائے بغیر سے گھورے جا رہی تھی۔ ایسا لگا تھا جیسے اس پر کسی قسم کی دیواری طاری ہونے والی ہو.... دفتارہ تیز قسم کی سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔ ”تم ایسا نہیں کر سکتیں تم ہر گز ایسا نہیں کر سکتیں۔ تم اس سے محبت کرتی ہو... تم اس سے مم جبت... کک... کر!“ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔ آخری الفاظ ہونٹوں میں بھیخ کر رہے تھے اور وہ تیورا کر فرش پر گردی۔

چاروں طرف سکوت طاری تھا۔ اور وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بُت بننے ہوئے تھے۔ کسی نے بھی اسے اٹھانے کی کوشش نہ کی۔ تھریسا کے چہرے پر عجیب سی افسردگی طاری ہو گئی تھی۔ دفتارہ کا نپتی ہوئی سی آواز میں چینی.... ”لے جاؤ نہیں.... ہٹاؤ میرے سامنے سے!“

”تم تھک گئے ہو گے... گوڑوں!“ ہاپنگز نے بڑے پیار سے کہا اور عمران کے گالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

”چھپنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کئے بغیر میں رک نہیں سکتا۔“ عمران بولا۔ ”تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک معلوم ہوتے.... مجھ میں پہلا کو پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اتنی بلندی پر مسلسل چلتے رہنا آدمی کے بس کی بات تو نہیں تھی تو تم کون ہو؟“

”میں گوڑوں ہوں.... لیکن باپ کا نام نہ بتا سکوں گا۔“  
”میں اب کچھ نہیں پوچھوں گا اور نہ گفتوگو کرنے میں تم تھکن محسوس کرنے لگو گے!“ مطلع صاف تھا۔ اندھیرا تاگر انہیں تھا کہ وہ اپنے پیروں کے قریب آنے والی دشواریوں کو نہ دیکھ سکتا! جلد ہی اسے ہاپنگز کو نیچے اٹا رہا۔ پس کوئکہ اس کے سامنے ایک خطرناک قسم کی ڈھلان تھی۔

”کیوں.... کیا بات ہے!“ ہاپنگز نے پوچھا۔

ایسا لگتا ہے جیسے اس نے اپنی تھوڑی اور اخبار کھی ہو۔!

عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ”ہاں ہے تو... لیکن یہاں سے فاصلہ زیادہ معلوم ہوتا ہے!

”اس کی فکر نہ کرو... اس کی سیدھی میں چلنے کی کوشش کرو۔ اگر ہم وہاں پہنچ گئے تو سمجھو لو پالامار لیا۔!

”وہاں کیا ہے؟

”میں یہابھی نہیں بتاؤں گا۔

”میں سمجھا... اچھی طرح سمجھ گیا۔...!“ عمران ناخونٹگوار لبجھ میں بولا۔

”لیا سمجھ گئے۔“

”ابھی تم نے کہا تھا قریباً چھپ کر دیکھنا چاہتی ہے کہ تم کہاں جاتے ہو۔؟“

”ہاں تو پھر....“

”تم شاید مجھے بھی قدری سیاہی کا کوئی آدمی سمجھے ہو!

”نہ.... نہیں تو....!“

”جموٹ نہ بولو.... میں پچھے نہیں ہوں....!“

”نفا ہونے کی ضرورت نہیں۔!“ وہ نرم لبجھ میں بولا۔ ”لیا تم مجھے محتاط رہنے میں حق بجانب نہیں سمجھتے۔“

”یہی سوچ کر خاموش رہ جانا پڑتا ہے۔ لیکن میں تمہیں کس طرح یقین...!“

”چلو... غصہ تھوک دو.... میں نے کتنی صفائی سے اعتراف کر لیا کہ مجھے تم پر شبہ ہے!

میں اپنی آنکھیں کھوپکا ہوں میرے دوست کاش میں تمہیں دیکھ سکتا۔ تم غیر معمولی قوت کے الک ہو.... مجھے اس طرح پشت پر اٹھائے ہوئے اونچی پنجی زمین پر مسلسل پلتے رہنا کسی آدمی کے لس کاروگ نہیں۔ تم پتہ نہیں کیا چیز ہو۔“

”میں الفاظ سے بہلنے والا نہیں.... پہلے میری حیثیت کا تصفیہ ہونا چاہئے.... میں پھر ہی اُنکے قدم بڑھاؤں گا۔!

”تم میرے دوست ہو.... مجھے یقین ہے....!“ ہاکمز بھراں ہوئی آواز میں بولا۔

بھر حال وہ اطمینان سے بیٹھے رہ سکتے تھے۔

”دن نکلے پر میں تم سے یہاں کا محل و قوع معلوم کرنے کے بعد ہی تمہاری رہنمائی کر سکوں گا....!“ ہاکمز نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”ہاں.... ٹھہر و.... میں تمہیں الیکٹریوگس کے بارے میں بتاؤں۔ اس کے بٹ کے نپلے حصے میں سرخ رنگ کا ایک بہن ہٹن ہوتا ہے۔ اسے دبانے پر بٹ کا ایک حصہ کھل جاتا ہے.... بٹ کے اندر تمہیں ایک چھوٹی سی چوکر بیٹری ملے گی۔ جس کا نصف حصہ اسین لیں لیں اسیل کا ہو گا اور نصب حصہ کھٹکی رنگ کے پتھر کا ہو گا.... اگر کھٹکی رنگ کے حصہ کی اوپری سطح پر چھوٹے چھوٹے رنگی گڑھے پڑے گے ہوں تو سمجھ لو کہ بیٹری ایکو ہاست ہو رہی ہے لیکن سطح ہموار ہے تو سمجھ لو کہ ابھی تم اس سے ہزاروں فارز کر سکتے ہو۔!“

عمران نے اسی وقت الیکٹریوگس سے بیٹری نکال کر اس کی سطح پر انگلی پھیری۔ کہیں بھی کوئی گڑھا محسوس نہ ہو۔ ہاکمز نے بھی اسے ہاتھ میں لے کر اطمینان خاہبر کرتے ہوئے کہا۔ ”تم نے اگر چالاکی سے کام لیا تو سب کے منہ پھیر دو گے۔!“

پھر انہوں نے بقیہ رات وہیں بیٹھ کر گزار دی۔ نہ انہیں کسی نئے واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔ نہ فرگرازوں سے سرچ لائٹ کے ذریعے انہیں تلاش کیا گیا اور نہ انہوں نے اپنے آس پاس کسی قسم کی آواز سنی!

”مجھے حرمت ہے۔“ ہاکمز نے صبح ہوتے ہی کہا۔ ”قریباً اتنی لاپرواہی سے کیوں کام لے رہی ہے۔! اداہ میں سمجھ گیا....!“

”لیا سمجھ گئے۔?“

”گوڈوئن....!“ وہ پر جوش لبجھ میں بولا۔ ”وہ چھپ کر دیکھے گی کہ میں کہاں جاتا ہوں۔!“

”میں نہیں سمجھا ہاکمز۔!“

”تم نہیں سمجھ سکتے....!“ وہ مفطر بانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”تم نہیں سمجھ سکتے۔ کیا صبح ہو گئی۔?“

”ہاں.... آں.... سورج نکلے والا ہے!“

”چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھو۔ کسی پہاڑ کی چوٹی گھوڑے کے سر سے بھی مشابہ ہے....“

شامل تھی! پھر سورج افق میں بھکنے لگا۔ پہلا کی وہ چوٹی اب بھی بہت ذور تھی جس کی نشاندہی ہاپنزنے کی تھی۔

”اب تو بھوک کے مارے قدم اٹھا تو شوار ہو رہا ہے!“ عمران بولا۔

”میرے خیال سے کہیں رک جاؤ.... کچھ دیر کے لئے۔“

”ہاں.... اور میں کچھ پہلازی چھپلیاں تلاش کروں، پیٹ بھرنے کے لئے!“

”چھپلیاں۔؟“

”شوربہ نہایت لذیذ ہوتا ہے!“

”گھناؤں باتیں نہ کرو!“

عمران نے بیٹھنے کے لئے ایک مناسب سی جگہ تلاش کر لی اور اپنی سانسیں درست کرنے لگا۔ ایسی تھکن اس سے پہلے کبھی طاری نہیں ہوئی تھی وہ سوچ رہا تھا کہیں اسی جگہ نہ بیٹھنے رہ جانا پڑے۔ ہاپنزن بھی بہت زیادہ مخصوص نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس نے کسی قسم کی شکایت نہیں کی۔ یہ جگہ سربراہ شاداب تھی.... عمران نے سوچا کیوں نہ پہل تلاش کئے جائیں.... اس نے ہاپنزن سے اس کے امکانات کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ان اطراف میں اکثر جنگلی پہل ملتے ہیں۔ لیکن خود انہیں استعمال کرنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا....!

عمران اسے دیں چھوڑ کر اٹھ گیا۔ بڑی بُر فضائیں تھیں۔ حد نظر تک بزرہ ہی بزرہ نظر آتا تھا۔ خود روپھولوں کی جھاڑیاں جا بجا کھڑی پڑی تھیں۔!

وہ ڈھلان میں اترنے لگا.... تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ نیچے کوئی پہلازی نالہ بہر رہا ہے.... نیچے چھوٹے چھوٹے درختوں کے جنڈ بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بڑی احتیاط سے نیچے اترنے لگا۔

تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد اسے رک جانا پڑا۔ کیونکہ یہاں سے نالہ نظر آنے لگا تھا.... یہی نہیں بلکہ اس نے ایک آدمی کو جھکے دیکھا جو شاید چھاگل میں پانی بھر رہا تھا....!

عمران جہاں تھا وہیں رک گیا.... خواہ مخواہ کسی قسم کا خطہ نہیں مول لینا چاہتا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ چھاگل بھر کر پیٹا.... تھکن کے سارے آثار گویا ہو ایں تخلیل ہو گئے ایہ صدر تھا.... چھاگل کا اسٹرپ کا ندھر پر ڈال کر وہ اپر پڑھنے لگا... لیکن اس کا رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔

”بس تو پھر بتاؤ ہاں کیا ہے؟“

”بہت صدی ہو.... خیر سنو....! میں ایک ایسی اڑن طشتی بوانے میں کامیاب ہو گیا ہوں جسے دنیا کا کوئی ریزار سسٹم ظاہر نہیں کر سکتا! تھریسا کے قبھے میں بھی کوئی ایساریار سسٹم نہیں!“

وہ خاموش ہو گیا اور عمران اس کے دوبارہ بولنے کا منتظر رہا۔ کچھ دیر بعد ہاپنزن نے تھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”بعنی جلدی ممکن ہو وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرو.... میری وہ اڑن طشتی وہیں کہیں پو شیدہ ہے.... تین گونگے بھرے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ اس کے استعمال سے بھی واقع ہیں! اور صرف اشاروں کی زبان سمجھتے ہیں.... اشارے بھی مخصوص قسم کے.... بہر حال انہیں بھی میرے علاوہ دنیا کا کوئی اور آدمی کچھ سمجھا نہیں سکتا!“

عمران نے اسے دوبارہ اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور اسی سمت چل پڑا جدھر کی نشاندہی اس نے کی تھی۔ دیکھ لئے جانے کے خدشے کی بنا پر تیز رفتاری ممکن نہیں تھی! ہاپنزن بھی بار بار.... یاد ہاں کئے جا رہا تھا کہ اسے بہت محظاٹ ہو کر آگے بڑھتا ہے۔

وہ ڈھلنے لگا.... بھوک اور پیاس کے مارے بُر احوال تھا۔ لیکن وہ چلتا رہا۔

”کیا تم کہیں زک کر دم نہیں لو گے؟“ ہاپنزن نے کہا۔

”اگر بیٹھا تو پھر اٹھا نہیں جائے گا....!“ عمران نے کہا۔

”تم بُری مشقت جھیل رہے ہو.... میرے لئے....!“

”اپنے لئے ہاپنزن....! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہاری مدد کے بغیر یہاں نہیں نکل سکتا۔ کسی بھی ملک کی سرحد تک پہنچنے جانے کے بعد میں خود ہی اپنی خبر گیری کر سکوں گا۔!“

”یہ تو تم نہیں کہتے ہو.... لیکن پھر تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں!“ ہاپنزن بولا۔

”میں تمہیں اپنی آنکھیں بناؤں گا۔“

عمران کچھ نہ بولا.... ہاپنزن کہتا رہا.... ”میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کسی تنظیم کی سربراہی کس طرح کی جاتی ہے... تھریسا نے زیادہ تر لوگوں کو بد دل کر دیا ہے۔ میں انہیں باپ کا پیار دوں گا۔“

”مسلسل کچھ سنتے رہنے سے بھی تھکن کا احساس ہونے لگتا ہے!“

”اچھا باب میں نہیں بولوں گا!...!“ ہاپنزن نے نہس کر کہا۔ اس نہیں میں پرانے شفقت بھی

”اس نے تم لوگوں کو اس لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکے۔“

”بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”اس کی دلست میں میں بھی ادھر ادھر بھلک رہا ہوں گا..... تم لوگوں کو اس طرح آزاد دیکھ کر میں فطری طور پر تم سے ملتا چاہوں گا اور پھر اس کے آدمی ایک بار پھر ہم سب پر ہاتھ ڈال دیں گے! وہ اتنی رحم دل نہیں ہے کہ ایک ہتھیا ہو جانے پر پورے رویوں کو آزاد کر دے۔“

”صفدر ایک ڈبل روٹی اس کے حوالے کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔

عمران نے چھپ کر اس کا تعاقب کیا اور بالآخر اسے ایک گار کے دہانے میں داخل ہوتے دیکھ کر دویں سے پلت آیا۔



عمران نے روٹی خود کھائی تھی ..... اور ..... ہاپکنز کے لئے جنگلی پھل تلاش کئے تھے ..... روٹی اسے کس طرح دے سکتا تھا.... اس کے لئے تو وہ گوڑوں تھا۔  
اندھیرا پھیلتے ہی سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔ آج بھی مطلع بالکل صاف تھا اور تاروں کی چھاؤں راستہ دکھانے کے لئے کافی تھی ..... اور شفاف آسمان کے پیش منظر میں وہ چوٹی بھی صاف نظر آرہی تھی جس کی سمت انہیں جانا تھا..... عمران چلتا رہا۔ دفعتاً ایک جگہ اسے رک جانا پڑا۔ ذرا سی غفلت دونوں ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیتی۔

”کیوں .... کیا ہوا ....؟“ ہاپکنز چوک کر بولا۔

”بڑی گھری کھائی ہے ....!“ عمران نے جواب دیا ”ذری اسی بھی بچوک ہمیں نیچے لے جاتی۔!“

”گھری کھائی؟“ ہاپکنز کا نپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اوہ .... دیکھو کیا نیچے اترنا آسان ہے۔“

عمران اسے وہیں اتار کر نیچے اترنے کے امکان کا جائزہ لینے لگا لیکن دور تک گھر اتی بالکل کنوں میں ہی کی سی نظر آئی۔ تحک بار کروٹ آیا.... اور ہاپکنز کو اس کے بارے میں بتانے لگا۔

”تب تو .... تب تو .... یہی سمجھنا چاہئے کہ تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔“

ہاپکنز کا نپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”قدرت نے ہمیں وہیں پہنچا دیا ہے جہاں پہنچنا تھا۔!“

عمران اس سے کٹ کر چلتا ہوا ایک ایسے پاٹھ پر آپنچا جہاں اُن کا ملنا ضروری تھا۔  
عمران پر نظر پڑتے ہی صدر بوكھا سا گیا۔ پھر اس کے چہرے پر سرفی عود کر آئی۔ شاید یہ خوشی کا خاموش اظہار تھا۔

”تم کہاں ....؟“ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے پوچھا۔

”پہلے وہ بہت زیادہ غضب ناک تھی۔ پھر اس نے ہمیں چھوڑ دیا۔“

”چھوڑ دیا.... کیا مطلب؟“

صفدر نے اسے جو لیا کی غشی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا ”اس کے بعد سے تحریسیا نارمل دکھائی نہیں دیتی تھی ..... اس نے حکم دیا کہ ہم سب چھوڑ دیئے جائیں ....!“

”وابیسی کے لئے راستہ بھی تیار تھا اس نے!“

”نہیں .... وہ کہہ رہی تھی کہ میں تم لوگوں کا خون اپنی گردان پر نہیں لینا چاہتی! تم ویسے ہی پھر وہ سے مکرا کر بھوکے پیاسے مر جاؤ گے!“

”ہوں ....!“ عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اس کے باوجود بھی تم نے محسوس کیا ہوا گا کہ تمہارا تعاقب کیا جا رہا ہے!“

”اوہ .... کمال ہے ....!“ صدر اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”دوسرے میرے اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔ لیکن آپ نے یہ خود بخود سوال اٹھا دیا۔ یقین سمجھنے والے سے نکتے ہی میں اس وہم میں بنتا ہو گیا تھا کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔!“

”بیچہ ساتھی کہاں ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک گار میں .... سب کی حالت تباہ تھی پیاس کے مارے .... میں پانی کی تلاش میں نکلا تھا۔“

”کچھ کھانے کو بھی ہے؟“

”ہاں میرے تھیلے میں دو ڈبل روٹیاں ہیں!“

”ایک مجھے دے دو .... جہاں ٹھہرے ہو دویں ٹھہرے رہو۔ آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ تحریسیا کیا چاہتی ہے میں بخوبی جانتا ہوں!“

”کیا چاہتی ہے؟“

”او بھائی.... کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!“  
 ”یقین کرو.... گوڑیں.... ہم خوش قسمت ہیں۔ کیا تم ستوں کا تعین کر سکتے ہو۔“  
 ”ہاں کیوں نہیں.... قطب ستارہ مجھے صاف نظر آ رہا ہے!“  
 ”شمال کی طرف چلو.... اسی کھائی کے کنارے کنارے.... جس جگہ سے آگے نہ بڑھ سکو.... وہیں رک جانا اور اب میں اپنے بیرون سے چلوں گا!“  
 ”بہت دیر لگے گی اس طرح.... آؤ....!“ عمران نے کہا اور پھر اسے اپنی پیٹھ پر لاد لیا۔  
 زمینِ مسطح تھی اس لئے عمران تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہا تھا۔ ایک بار ہاپکنز نے کہا بھی کہ اسے دوڑ کرنہ چنانا چاہئے۔ ورنہ وہ بہت جلد تحک جائے گا۔!  
 کچھ دور چلنے کے بعد عمران کوڑک جانا پڑا تھا.... ایسا معلوم ہوا جیسے کسی بہت اوچی دیوار نے ان کا راستہ روک لیا ہو! اور اس دیوار کا سلسلہِ مشرق میں بہت دو تک پھیلانا نظر آ رہا تھا۔  
 اس نے ہاپکنز کو بتایا کہ راستہ مسدود ہو چکا ہے۔

”یہی ہے ہماری منزل....!“ ہاپکنز نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”اب مجھے اتار دو.... اب میں انہا ہونے کے باوجود بھی تمہاری رہنمائی کر سکوں گا!“  
 عمران نے اسے اتار دیا اور وہ رہا میں حاکل ہو جانے والی چٹانی سلسلے کے قریب پہنچ کر اس طرح رہا تھا پھیرنے لگا جیسے کوئی رحم دل مالک اپنے جانوروں کی پیٹھ سہلاتا ہے۔  
 ”اب تم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس کھائی کے کنارے کنارے پھر جنوب کی طرف لے چلو!“ اس نے عمران سے کہا۔

عمران چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر رہا تھا پکڑ کر بولا۔ ”چلو!“  
 ”ایک.... دو.... تین....!“ ہاپکنز نے قدم گئے شروع کئے اور گیارہ نک گئے کے بعد رک گیا اور زمین پر بیٹھ کر کچھ ٹوٹنے لگا۔

عمران اس کے پیچے کھڑا تھا۔ دفعتاً اس نے عجیب قسم کی گھرگھراہٹ اپنے بیرون کے نیچے محسوس کی اور غیر ارادی طور پر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔  
 پیچھے تو کسی قدر ہاپکنز بھی ہنا تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ عمران کے قریب پہنچ جاتا۔  
 ”آؤ.... آگے بڑھ آؤ.... میرا ہاتھ پکڑو....!“ ہاپکنز پر جوش لجھ میں بولا۔

عمران اس تارکی میں ایک روشن مستطیل دیکھ رہا تھا۔ آگے بڑھ کر دیکھا چیل زمین پر ایک روشن خلا نظر آیا اور اس خلاف میں سیڑھیوں کی قطار کافی گہرائی تک چل گئی تھی۔ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر خلاف میں اتر گیا۔ آٹھویں زینے پر ہاپکنز نے اسے پھر زکنے کو کہا اور بامیں جانب ہاتھ لے جا کر ایک سوچ بورڈ کو ٹوٹ لئے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے پھر گھرگھراہٹ سنی۔!  
 ”اب چلو.... میں نے راستہ مسدود کر دیا ہے!“ ہاپکنز بولا۔ اور وہ پھر سیر ہیاں اترنے لگے۔ جیسے ہی مسطح زمین پر پہنچے تین آدمی نظر آئے جن کے چہروں پر وحشتِ زدگی کے آثار تھے۔ عمران نے آہستہ سے ہاپکنز کو ان کی موجودگی کے بارے میں بتایا۔ بتایا اور جی بھر کے پچھتالیا۔ کیونکہ ہاپکنز نے ان تین آدمیوں کی موجودگی کا علم ہوتے ہی پاگلوں کی سی حرکتیں شروع کر دی تھیں۔ بھی زور زور سے ہاتھ ہلاتا اور بکھی بندروں کی طرح اچھلنے کو دنے لگتا۔ صرف وہ نہیں بلکہ وہ تینوں بھی اُسے پاگل سے معلوم ہوئے کیونکہ وہ بڑی سنجیدگی اور احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی اچھل کو دو کیلے رہے تھے۔ پھر وہ ساکت ہوا ہی تھا کہ تینوں اس کے قریب آئے اور جھک جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔

دفعتاً ہاپکنز نے عمران سے کہا۔ ”تمہیں میری حرکتوں پر حیرت ہوئی ہو گی۔ میں دراصل انہیں اپنی پیتا نثارہا ہوں۔ وہ گونگے اور بہرے ہیں میں نے یہی انہیں ٹریننگ دی تھی! میرے علاوہ اور کوئی ان پر اپنا فیاض سخیر واضح نہیں کر سکتا۔! میں نے انہیں بتایا کہ میں اپنی بیٹائی کوچکا ہوں۔ لہذا انہیں صرف میرے اشاروں کو سمجھنا ہے۔ میں ان کی باتیں نہ سمجھ سکوں گا۔!“

وہ رات انہوں نے ایک آرام دہ کمرے میں بسر کی تھی۔ اور دوسری صبح عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں ہاپکنز نے اسے پہچان تو نہیں لیا ہے۔! ہو سکتا ہے اسے پیٹھ پر لاد کر چلتے وقت اس سے کوئی لغزش ہو گئی ہو۔... ان کے سفر کے ایک حصے میں تو عمران اپنے حواسوں ہی میں نہیں تھا۔ ممکن ہے اسی وقت بے خیال میں اس سے کوئی فرد گذشت ہو گئی ہو۔... یہ خیال اس لئے پیدا ہوا تھا کہ ان تینوں آدمیوں میں سے ایک رات بھر کمرے کے ذروازے کی گھر انی کرتا رہا تھا۔!

ناشیتے میں بھورے رنگ کے کسی سیال کا گلاس ملا۔... ہاپکنز کو اسے پیتے دیکھ کر عمران نے بھی ایک گھونٹ لیا۔ مشروب خوش ذائقہ تھا اور حیرت انگیز بھی۔ کیونکہ عمران نے گلاس ختم کر کے اپنے جنم میں فوری طور پر اسی تو انائی محسوس کی تھی، جیسے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔...

ہاکنزر نے بتایا کہ وہ تینوں آدمی سالہا سال سے صرف اسی مشرد پر گزارہ کر رہے ہیں! ٹھوس قسم کی خدا ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی اور مشرد کی تیاری سائنسیک طور پر ہوتی ہے! اور یہاں وہ اتنی وافر مقدار میں موجود ہے کہ وہ سال بھر تک بخوبی کام چلا سکتے ہیں۔ پھر اصل کام شروع ہوا۔... ہاکنزر کے تینوں ساتھی انہیں اس جگہ لائے جہاں ہاکنزر کی بیان کردہ اڑان طشتی موجود تھی۔ اس نے عمران سے کہا۔... ”میں نے ان لوگوں سے کہا ہے کہ تمہیں اس کا استعمال سمجھائیں۔“

پھر اس نے اس کی خصوصیات بتانی شروع کیں۔ اس سے تحریریا کے فن گرازوں کو جہاں کیا جاسکتا ہے۔ ہاکنزر نے یہ بھی بتایا کہ خود اس پر کوئی حرہ کار گرنیں ہوتے۔ اس کی اوپری سطح تیزی سے گردش کرتی رہتی ہے اور اس پر کئے جانے والے حرے اسی گردش کی بناء پر اس سے کتر اک گزر جاتے ہیں! خواہ وہ ایکش روگس کی بر قی روہی کیوں نہ ہو!

”تو پھر تم نے اسے تحریریا کے خلاف پہلے کیوں نہ استعمال کیا۔“ عمران نے پوچھا۔

”یہ نہ بھولو کہ ہمارے درمیان صرف اصولوں کی خاطر جنگ رہتی ہے! زیر و لینڈ کے شہریوں کی جاہی بھی میرے مدد نظر نہیں رہی۔ میں تو تحریریا کے وجود سے زیر و لینڈ کو پاک کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہمیشہ مجھ سے بھاگتی پھری ہے! لیکن اب اپنی آنکھیں کھو بیٹھنے کے بعد کسی کی بھی پروادا نہیں۔ تحریریا کے ساتھ ہی دوچار سوا اور بھی مر گئے، تو مجھے ذرا بھی پروادا نہ ہوگی۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہاکنزر۔“

”میں سمجھتا ہوں گوڑوں۔!“ وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔



وہ دن بھی گزر گیا اور صدر نے کسی کو بھی غار سے باہر نہ نکلنے دیا۔ شام کو پھر پانی کی ضرورت میں آئی اور صدر چھاگل لے کر تھا نکل گیا۔ عمران سے ملاقات کے بعد سے وہ بے حد چوکنا ہو گیا تھا۔

اس وقت غار سے باہر نکلا تو خاص طور پر وہیں ان نادیدہ تعاقب کرنے والوں کی طرف

متوجہ تھا۔ جن کے بارے میں عمران نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔ نشیب سے اتر کر وہ نالے کے سنارے تک آیا۔ چھاگل بھری اور پھر غار کی طرف پلت پڑا۔

اس نے ایک چٹان کے پیچھے سے سر ابھارا ہی تھا کہ ایک اجنبی غار کے دہانے کے قریب نظر آیا، جو غار کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صدر دوچار بار کھانا اور زمین پر زور زور سے پر مارتا ہوا چٹان کی اوٹ سے نکل آیا۔... لیکن اب غار کے دہانے کے قریب کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور آگے بڑھ گیا۔

غار میں پہنچ کر محوس ہوا کہ وہ لوگ قلعی بے بخ رہیں۔... ظفر الملک مینڈولین بجا رہا تھا اور تھیڈیا کے علاوہ اور کوئی دل چھپی لینے پر تید نہیں معلوم ہوا تھا۔ سکھوں کے چہرے پر بے زادی کے آثار تھے۔ اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ ظفر کی اس ناوقت خوش ہزاہ پر احتجاج کرنے کی بھی سکت نہیں رکھتے!

صدر سیدھا انہیں دونوں کی طرف گیا تھا۔ ظفر نے مینڈولین پر ہاتھ روک لیا۔ ”اس میں شک نہیں کہ عمران لوگوں کی ہڈیوں کے اندر تک جھاٹک سکتا ہے!“ صدر مکرا کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا مو سیو!“

”تم یقیناً اس قابل ہو کہ عمران جیسا آدمی تمہیں متعین کرے!“

”ارے.... واہ!“ ظفر ہنس کر بولا۔ ”لیکن مو سیو! مجھے عمران سے ایک شکایت ہے.... نہ وہ ماموزیل جولیا کی طرف توجہ دیتے ہیں اور نہ مادام تحریریا کی طرف!“

صدر کچھ نہ بولا۔ اب وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہاں پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔ تب صدر نے انہیں بتایا کہ ان کی گمراہی کی جا رہی ہے۔ لہذا اس کی دانست میں بھی مناسب ہے کہ انہیں وہیں قیام کرنا چاہئے۔ پتہ نہیں اس طرح چھوڑ دینے کی بعد گمراہی کرنے کیا مقصد ہے۔

اس نے مسلکے نے انہیں پھر خاموش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔

ظفر نے بھی اب مینڈولین ایک طرف رکھ دیا تھا اور تھیڈیا سے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔... ”مادام تحریریا کو میں بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ یا مجھ پر اتنی مہربانیاں تھیں یا اتنی بے دردی سے دھکے

دلو اکر نکال باہر کیا!“  
”کیا تم اس کے پاس رہنا چاہتے تھے؟“ تھیلانا پوچھا۔

”وہ فن کی بڑی اچھی قدر دان ہے اس کے احساسات بڑے تازک ہیں۔ عجیب سی متفہار کیفیات کی حامل ہے وہ عورت۔ اس میں چنگیزیت بھی ہے اور مخصوصیت بھی۔ اُس نے مجھ سے مسائل تصوف پر بھی گفتگو کی تھی..... میں نے کہا مادام تمہیں خدا کی آڑ میں کسی سپر میں کی ٹلاش ہے!“

”اچھا ب یہ گفتگو ختم کرو... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ موسیو صدر نے ٹھنڈے پانی کا انتظام کر لیا ہے۔ روٹی تو شاید کسی کے پاس نہ ہو۔“

دوسری طرف وہ لوگ ابھی تک اس مسئلے پر غور کئے چاہے تھے کہ آخراب تھری یا ان کی گرفتاری کیوں کر رہی ہے! لیکن صدر نے انہیں عمران کے نظریے سے آگاہ نہیں کیا۔

باہر اندر ہیرا پھیل گیا لیکن بیہاں اس غار میں دو موی شعیں روشن تھیں۔ یہ ان کے اپنے سامان میں شامل تھیں! تھری یا نے اسلج کے علاوہ ان کا اور سب کچھ واپس کر دیا تھا۔

رات گئے انہوں نے ایک زبردست قسم کا دھماکہ سننا اور ایسا معلوم ہوا جیسے زمین ہل کر رہ گئی ہو۔ غار جھنجھنا اٹھا تھا انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی زبان میں سکڑ کر حلق میں پھنس گئی ہوں۔



یہ اڑن طشتہ سے پہلا دوار ہوا تھا۔ اس مقام پر جہاں عمران نے گالویدا پر حملہ کیا تھا۔ خود عمران اڑن طشتہ میں موجود تھا۔

پوری گھنائی روشن ہو گئی تھی اس دھماکے سے.... یہ عمران ہی کی تجویز تھی کہ یون ہی خواہ مخواہ اڑن طشتہ سے ایک فائر اس وادی پر کیا جائے.... گویا یہ اعلان جنگ تھا۔

فائر کے اڑن طشتہ بڑی تیزی سے فضا میں بلند ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بیہاں کچھ فے گراز بھی موجود ہیں تو وہ اس دھماکے کے بعد یقینی طور پر اڑیں گے۔

ہزاروں فٹ کی بلندی پر پہنچ کر اڑن طشتہ سی وادی پر چکرانے لگی اڑن طشتہ میں اپنے تینوں آدمیوں سمیت ہاپکنز بھی موجود تھا! کثروں پر ایک آدمی کے ساتھ عمران بھی تھا اور اسے کام کرتے بغور دیکھتا رہا تھا.... اور آج تodon بھر ہی اس کی ٹریننگ ہوئی تھی۔  
”اب دیکھوں گا.... اب دیکھوں گا....!“ ہاپکنز کسی کلکھنے کتے کی طرح غرایا۔ اور طشتہ سی وادی پر چکر لگاتی رہی۔  
دفعتا اڑن طشتہ کے مائیک سے آواز آئی۔ ”یہ کون ہے؟ میں خود تھریسا بمبیل بی آف بوہیما بول رہی ہوں۔“

”اور آج تیر اپنچا محال ہے.... میں ہاپکنز بول رہا ہوں!“ ہاپکنز دھاڑا۔ عمران بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔ بڑی خطرناک پسونش تھی وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں تھریسا کا نام نہ لے بیٹھے۔  
”کیا گوڑوں تھہارے پاس موجود ہے؟“ تھریسا کی آواز آئی اور عمران نے جھپٹ کر ہاپکنز کا بازو دبادیا۔

”یہ کو اس کا وقت نہیں ہے!“ ہاپکنز عمران کا اشارہ سمجھ کر غرایا۔  
”بول خود کو میرے حضور غلاموں کی طرح پیش کرتی ہے یا میں تجھے سمیت سب کو تباہ کر دوں!“

”اپنی خیر مناند ہے.... ابھی دیکھے لیتی ہوں!“

جواب میں ہاپکنز نے ایک وحشیانہ قہقهہ لگایا اور اڑن طشتہ سی وادی پر چکراتی رہی۔ پھر پیچ سے سرچ لائٹ کی آڑی ترچھی لکیریں اوپر کی طرف آنے لگیں اور کثروں پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ان پر فائر کئے اور پھر پیلے ہی کی طرح اندر ہیرا چاگایا۔

”ہاپکنز..... میں پھر سمجھاتی ہوں....!“ تھریسا کی آواز سیکر سے آئی۔

”اوہ.... اپنی فکر کرو۔ تم نے مجھے محض اسی لئے زندہ رکھا تھا کہ مجھ سے کسی طرح اس حریبے کا راز الگولاو....!“

”لیکن یہ حریبہ اب ہم دونوں کے مشترکہ دشمن کے ہاتھ لگنے والا ہے!“

”عمران نے ہاتھ بڑھا کر مران سمیٹ کا سوچ آف کر دیا اور بولا.... خواہ تھواہ بور کئے جا رہی ہے.... بند کرو اسے.... ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہئے!“

”ہاں ٹھیک ہے!“ ہاپنگز بولا۔ ... ”کچھ دیر مزید تباہی پھیلانے کے بعد ہی اس سے گفتگو کی جائے تو بہتر ہے!“

”وہاں نہیں مانے گی....! اسے تاہ کر دینا ہی بہتر ہو گا ہاپنگز!“ عمران نے کہا۔  
ہاپنگز خاموش ہو گیا تھا۔

اڑن طشتري سے دو تین فائر پھر ہوئے اور وہ پہلے ہی کے سے انداز میں وادی پر چکراتی رہی۔!  
دفعہ عمران بولا۔ ”فے گراز...!“

”کتنے ہیں۔؟“ ہاپنگز نے پوچھا۔

”تین نظر آرہے ہیں.... اسکرین پر۔“

کنڑوں بورڈ کے سکرین پر تین چکدار نقطے نظر آرہے تھے۔ اڑن طشتري سے فائر ہوا اور  
ایک نقطے کے پرچے اڑ گئے۔

انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دنیا کی آخری جنگ شروع ہو گئی ہو۔ دونوں عورتیں کاؤنٹ  
میں انگلیاں دیئے اونڈھی پڑی ہوئی تھیں۔ مردوں کے چہروں پر ہواں ایں اڑ رہی تھیں۔  
ظفرالملک کامینڈو لین پتہ نہیں کس گوشے میں جا پڑا تھا.... اس کا چہرہ بھی دھواں دھواں ہو رہا  
تھا۔ اس کی آنکھوں میں کسی خوفزدہ بیچ کی آنکھوں کی سی جھلکیاں ملتی تھیں۔  
سب دم بخود تھے.... کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔!

دھماکوں پر دھماکے ہوتے ٹپے جارہے تھے صرف صدر ایسا تھا جس نے کئی بار غار کے  
دہانے نک جانے کی بہت کی تھی۔ فضائی آگ کے بڑے بڑے گولے پھنسنے دیکھے تھے! اس کی  
زندگی میں یہ پہلا فضائی ہنگامہ تھا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جہنم کا دہانہ کھل گیا ہو۔ ہزاروں فٹ  
کی بلندی پر کوئی خطرناک کھیل ہو رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے یہ دنیا کی آخری رات ہو۔ غار کا درجہ  
حرارت بڑھ گیا تھا۔ شدید سردی کے باوجود بھی وہ سب پہنچنے میں نہایت ہوئے تھے۔

کچھ دیر کے لئے دھماکے زکے ہی تھے کہ صدر اوپری آواز میں بولا۔ ”ہمیں خوش ہونا چاہئے

کہ عمران کا میاپ ہو گیا۔“

وہ سب اس طرح چونکے تھے جیسے میدان حرب سے جلدی چھکارا پا جانے کی اطلاع ملی ہو۔!  
”وہ ہاپنگز کو نکال لے گیا تھا!“ صدر کہتا رہا۔ ”قریبیا کو ان دونوں کی تلاش تھی اور اس نے  
ہم لوگوں کو محض اسی لئے چھوڑا تھا کہ اگر عمران ادھر ادھر بھکلتا ہوا ہم لوگوں سے آٹے تو  
غائب کرنے والے دوبارہ ہمیں عمران سمیت گرفتار کر سکیں.... لیکن وہ بیلا کا ذہین ہے اس نے  
میں بروقت مطلع کر دیا۔“

”اس نے مطلع کر دیا۔!“

”ہاں....!“ صدر نے کہا، اور بتایا کہ کس طرح پچھلی شام عمران سے ملاقات ہوئی تھی۔!  
پھر وہ سب ساکت ہو گئے۔ بہت دیر سے کوئی فائر نہیں ہوا تھا۔



”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم نے چھ فے گراز تباہ کئے۔“ عمران ہاپنگز سے کہہ رہا تھا اور  
ن طشتري اب بھی وادی پر چکر لگائے جا رہی تھی۔  
”اب ٹرانسمیٹر کا سونگ آن کر دو۔!“ ہاپنگز نے کہا۔  
عمران سونگ آن کرنے سے پہلے بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ کنڑوں اب میرے ہاتھ میں دے  
جائے اور تم یہاں میرے قریب آ جاؤ۔“

”کیوں....؟“ ہاپنگز نے چوک کر پوچھا۔

”اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ملے گا کہ میں اپنی صلاحیتوں کا امتحان کر سکوں.... میں  
نیچا ہتا ہوں کہ میں نے کہاں تک اس مشین کو سمجھا ہے۔!“

”تمہاری سرضی....!“ ہاپنگز نے بڑے کھلے دل سے کہا۔ ”تم تو میرے نائب خصوصی ہو!“  
پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ کنڑوں بورڈ کے پاس سے ہٹ گئے! عمران جوان  
وں کو بھی کسی حد تک سمجھ چکا تھا اپنے اشاروں کے ذریعے انہیں اڑن طشتري کے ایک  
وہی حصے کی طرف دھکیل لے گیا۔ اس سے فرصت پا کر اس نے ٹرانس میٹر کا سونگ آن

کردی۔ تھریسا کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ ”لوہا ہمپنر... لوہا ہمپنر... ہمپنر“

”لوہ... تھریسا...!“ ہمپنر غریا۔

”میں تمہیں یہ اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ میں تو جارہی ہوں لیکن اب تم ہمیشہ کے لئے جنم میں پہنچ جاؤ گے۔“

”تم کہاں جا رہی ہو؟ ناممکن ہے تھریسا۔ تمہیں میرے قدموں پر بھکنا پڑے گا۔۔۔ تمہارا کوئی حربہ میری فلاںگ سا سر کو تباہ نہیں کر سکتا۔۔۔ کتنے فائر تمہارے فے گرازوں سے ہوئے ہیں لیکن کیا ہوا؟“

”ہاں... بلاشبہ اس وقت میں تمہیں تغیر نہیں کر سکتی۔۔۔ لیکن تم بہر حال قیدی ہو۔۔۔ میرے نہ سکی۔۔۔ عمران کے سکی۔“

اپنا نام سنتے ہی عمران نے کنٹروں بورڈ کا ایک بٹن دبادیا اور تین بھیاں قسم کی جنیں سنائیں اور ہمپنر اچھل پڑا۔

اس کے تینوں ساتھی غائب ہو چکے تھے! عمران نے انہیں پہلے ہی اشارہ کر کے ایسی جگہ پہنچا دیا تھا کہ کنٹروں بورڈ کا بٹن دبجتے ہی وہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے گر کر لو تھڑوں کی خل میں بکھر گئے ہوں گے۔

دفعہ ترا نسیم سے پھر آواز آئی۔ ”یہ جنین کیسی تھیں ہمپنر!“

”میں نہیں جانتا۔۔۔!“ ہمپنر کے منہ سے بے اختیارانہ طور پر نکلا۔

”کیا گوڑوں یعنی تمہارے پاس ہی موجود ہے؟“ آواز آئی۔

”ہاں....!“ ہمپنر پہنچی سی آواز میں بولا۔

”وہ عمران ہے!۔۔۔!“ تھریسا نے کہہ کر منظر الفاظ میں اسے بتایا کہ کس مقصد کے تحت اس نے عمران کو اس کے برادر والے کمرے میں جگد دی تھی! لیکن عمران اسے جل دے گیا۔

عمران نے بھنا کر ترا نسیم کا سونچ آف کر دیا۔

”لک... کیا وہ حق کہہ رہی تھی!“ ہمپنر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔۔۔ پھر اچھل کر بولا۔ ”میرے آدمی...؟“ اور بڑی شدود میں ان کے لئے اشارے کرنے لگا۔

”تمک جاؤ گے!“ عمران بڑے پیارے بھرے لمحے میں بولا۔ ”وہ بے چارے تو نیچے گئے۔“

”کیا مطلب؟“ ہمپنر حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

”نیچے...! عمران اتنا اناڑی نہیں ہے!“

”تم عمران... میں تمہیں مارڈاں گا...!“ وہ دانت پیس کر اس کی طرف ہڑا۔

عمران نے اسے بھی اسی طرف دھکیل دیا جہاں سے اس کے ساتھی نیچے گرے تھے۔

”وارنگ!“ عمران غریا۔ ”تم بھی پش اسپارٹ پر ہو چپ چاپ دہیں پڑے رہو اگر انھنے کی

کوشش کی تو اپنے ساتھیوں سے جاملو گے!“

وہ اسی جگہ پڑا بے نی سے کراہتارہا۔

عمران نے ٹرانس میٹر کا سونچ آن کر دیا اور بڑے بڑے قار انداز میں بولا۔ ”تھریسا میں علی

عمران تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ لکھت ستمیم کر لو خود کو میرے حوالے کر دو۔ ورنہ؟“

”شٹ اپ!“ تھریسا کی آواز بے حد زہریلی تھی!“ میں بہت جلد تمہارے ملک کی ایسٹ سے ایسٹ بجاؤں گی!“

”خیر۔ میں تو اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں... لے جا رہا ہوں ہمپنر کو... جب تم میرے ملک کی

منٹ سے ایسٹ بجا نے آؤ گی تو تمہیں بھی دیکھ لوں گا۔ اسے بیالمنگ گورا اسپوری کے تعویز کے

زور سے انداھا کیا تھا تمہیں...!“ وہ جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ اڑن طشتري اچاک پے درپے

فارڑوں کے نرغے میں آگئی تھی!“

عمران نے تھقہہ لگا کر کہا۔ ”کئے جاؤ بے سود کو شش... میرا صرف ایک ہی فائر تمہارے

فے گراز کے لئے کافی ہو گا۔“

اسکرین پر نظر آنے والا فے گراز بڑی تیزی سے پیچے ہٹا چلا گیا اور پھر شاید وہ اڑن طشتري

لارٹھی سے باہر ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب اسکرین بالکل سادہ پڑا تھا۔ کہیں کوئی باریک سانقطعہ بھی

دکھائی دیتا تھا۔!

اس کے بعد ترا نسیم بالکل خاموش ہو گیا۔

اڑن طشتري کے اندر ہمپنر کی کرایں گونج رہی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر کسی قسم

اعصابی دورہ پڑ گیا ہو۔ اڑن طشتري نے وادی کے مزید تین چار چکر لگائے اور پھر اسی طرف

وانہ ہو گئی جدھر سے آئی تھی!“

تھوڑی دیر بعد وادی پر پھر پہلا ہی ساکوت طاری تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس احتلا  
نالے کو کبھی کسی نے چھیڑا نہ ہو۔

میرا قیدی ہے۔ باقی بچے ہوئے قیدیوں میں سے تین آدمی ہمارے ملک کے باشندے ہیں۔ ان کا  
دعویٰ ہے کہ وہ اس راستے سے اچھی طرح واقف ہیں جس سے یہاں تک لائے گئے تھے۔ اور وہ  
واپسی کے سفر میں ہماری رہنمائی کر سکیں گے۔

”کیا ہاں سب کچھ جتاب ہو گیا۔؟“ صدر نے پوچھا۔

”ہاں سب کچھ... اُن طشتري سے ہونے والی گولہ باری نے فرلانگوں گہری دراٹیں زمین  
میں ڈال دی ہیں۔ پھر وہ نزیر زمین دنیا کیوں نکر محفوظ رہ سکتی تھی۔؟“

تھوڑی دیر تک کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر صدر نے پوچھا۔ ”اب ہمیں کیا کرنا ہے۔؟“

”جتنی جلدی ممکن ہو... یہاں سے نکلا چاہئے...! ہم ایک غیر ملکی غیر آباد حصے میں  
ہیں۔ یہاں ہونے والے دھماکے اس ملک کی تجربہ گاہوں میں یعنی طور پر ریکارڈ کئے گئے ہوں  
گے اگر کوئی تحقیقاتی پارٹی اوہر آنکھی تو ہم زحمت میں پڑ جائیں گے!“

”ہاں... ہاں.... آپ کا خیال درست ہے لیکن اس اُن طشتري کا کیا ہے گا۔“

”مناسب ہی لہے کہ وہ جہاں چھپائی گئی ہے فی الحال وہیں رہے۔ البتہ انہا ہاپکنز ہمارے  
ساتھ جائے گا۔“

”واقعی تم بات کے پکے ہو اور ڈھن کے پورے!“ تویر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔  
عمران نے احتمانہ انداز میں مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

کچھ دیر بعد قافلہ ہاں سے روانہ ہو گیا۔ ہاپکنز ان کے ساتھ تھا! اور عمران کے ساتھی باری  
باری اُسے پیٹھ پر لاد کر چل رہے تھے۔ یہ اس نے کیا گیا تھا کہ قافلے کی تیز رفتار میں فرق نہ  
آئے۔ وہ جلد از جلد غیر ملک کی حدود سے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن اس مقام تک پہنچنے میں بھی  
تمن دن لگے جہاں تھریسا یانے عمران اور اس کے ساتھیوں پر قابو پایا تھا۔

سب کی حالت تباہ تھی۔ انہیں زیادہ تر بھوکا اور پیاسار ہنا پڑا تھا۔ وادی سے روائی سے قبل  
عمران نے بہت کوشش کی تھی کہ ہاپکنز اس مشرد کے انساک کی نشاندہی کر دے جسے پی پی کر  
اس کے تیتوں ساتھی مہینوں اپنی قوت برقرار رکھ سکتے تھے لیکن ہاپکنز اس پر اڑ گیا تھا کہ اب وہ  
اپنی زبان بند نہ رکھے گا خواہ اس کے چیخترے ہی کیوں نہ ازادی یے جائیں۔ ظفر عمران کے ساتھ  
چل رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ مینڈولین کے تاروں پر مضراب لگاتا اور عمران اسے بڑے پیار سے دیکھنے



صحیح ہوتے ہوتے ان کا نبر احال ہو گیا۔ اب تو صدر میں بھی اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ  
اپنی جگہ سے اٹھ کر غار کے دہانے تک پہنچ جاتا۔ ... بچھلی رات کے دم بدم بڑھتے ہوئے درجہ  
حرارت کی بنا پر وہ سب بے ہوش ہو گئے تھے اور پھر صحیح سے پہلے کسی کو بھی ہوش نہیں آیا تھا۔  
صدر زمین پر چلتا خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔ اُسے ایسا محکوس ہوتا تھا جیسے کئی دنوں کے  
تیز بخار سے نجات مل گئی ہو لیکن نقاہت کے مارے ہننا جلتا بھی محل ہو....!  
اچاک اُس نے کسی کی آواز سنی! کوئی اسی کاتا نام لے کر آوازیں دے رہا تھا اور آواز الحبہ بہ لمحہ  
قریب ہوتی جا رہی تھی۔!

”اوہ.... یہ کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو...؟“ وہ آواز ایک با معنی جملے کی صورت اختیار  
کر گئی۔

اب اس نے عمران کی چھکتی ہوئی سی آواز پہچانی اور کچھ بھیجان لینے کی صلاحیت حرمت اگیز  
طور پر ملنے کی قوت میں تبدیل ہو گئی۔ وہ ایک جھیٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔  
پھر آہستہ و سبھی اٹھ گئے۔ عمران ان کے درمیان کھڑا انبیس ترجم آمیز نظر وہ  
سے دیکھ رہا تھا۔

”مادام تھریسا آپ سے بہت محبت کرتی ہیں موسیو عمران!“ ظفر کی آواز غار کی محدود دفعا  
میں گوئی۔

”تا اطلاع ثالثی اسی جملے کو دہراتے رہو!“ عمران نے خشک لبجھ میں خشک لبجھ میں کہا اور دونوں عورتوں کی  
طرف متوجہ ہو گیا۔... وہ برسوں کی بیمار معلوم ہوتی تھیں۔

عمران نے ان سمجھوں کو مخاطب کر کے بچھلی رات کی کہانی سنائی۔ اور بولا۔... یہاں کے  
محنت کش قیدیوں میں صرف سولہ آدمی زندہ بچے ہیں۔ تھریسا پھر صاف نکل گئی! اور ہاپکنز اب

گلت۔ صدر نے عمران کو بتایا تھا کہ اس دوران میں ظفر کس طرح ان کے دل بہلاتا رہا تھا اور صدر نے تو اس کے لئے اس حد تک کہا تھا کہ کاش وہ باقاعدہ طور پر ان لوگوں میں شامل ہو سکتا۔  
”مجھے تو اس اڑن طشتہ کی فکر ہے!“ ظفر چلتے چلتے بولا۔

”میرے یاہا پکنڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟“  
”کیا وہ وہاں سے لائی نہ جائے گی۔“  
”دیکھا جائے گا۔“

”موسیٰ عمران....!“

”ہاں عزیز از جان۔!“

”میں پھر کہتا ہوں آپ اپنی زندگی کا بہترین حصہ ضائع کر رہے ہیں!“  
”کیوں فرزند؟“

”اتنی عورتیں آپ کو چاہتی ہیں اور آپ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے آخر کیوں؟“  
”یہ ایک دکھ بھری کہانی ہے فرزند! لیکن میں تمہیں نہیں سناؤں گا!“

”پلیز موسیٰ... خرورد سنائے!“

”مجھے بھی ایک بار محبت ہوئی تھی!“

”نہیں....!“ ظفر تھیز دگی کے عالم میں اچھل پڑا۔

”لیکن....!“ عمران پر درد لبھ میں بولا۔ ”اس محظوظ سے چھکارا پانے کے بعد پھر میں نے یہ روگ نہیں لگایا۔“

”چھکارا... کیوں؟“

”ایک دن کہنے لگی نہ جانے کیا بات ہے جب میں آپکے گلے لگتی ہوں میری ناک بننے لگتی ہے؟“

ظفر ہنس پڑا۔ عمران چند لمحے خاموش رہا پھر پر درد لبھ میں بولا۔

”یقین کرو! سخت گھن آئی یہ سن کر اور اس سے چھکارا پانے کے لئے میں نے یہ تدبیر کر ذاتی تھی کہ جب وہ میرے گلے لگے تو میری بھی ناک بننے لگے۔ آق چھن!“ اسے ایک فلک شگاف چھینک آئی اور وہ شوں شوں کرنے لگا۔